قاضی عبدالودود کا مرتب کردہ

تذکرۂ مسرّت افزا

مصنفہ

ابوالحسن امیرالدین احمدؒ امراللہ الٰہ آبادی

(تصنیف: ۱۱۹۳ھ)

تحقیق

سیّد شاہ محمّد اسمٰعیل

(م: ۱۹۹۸ء)

خُدا بخش اُورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

قاضی عبدالودود کا مرتب کردہ

تذکرۂ مسرّت افزا

مصنفہ

ابوالحسن امیرالدین احمد امراللہ الہ آبادی

(تصنیف : ۱۱۹۳ھ)

تحقیق

سید شاہ محمد اسمٰعیل

(م : ۱۹۹۸ء)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

سال اشاعت : ۱۹۹۸
۱۲۵

غیر ممالک کے لیے : سات ڈالر

طابع و ناشر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ-۴

حرف آغاز

"تذکرۂ مسرت افزا" مصنفہ ابوالحسن امیرالدین احمد امراللہ الہ آبادی بارہویں صدی ہجری کے بالکل اواخر میں منصۂ وجود پر آیا۔ یہ فارسی زبان میں اردو کے قدیم شعراء کا تذکرہ ہے۔ اس کا ایک خطی نسخہ آکسفورڈ یونیورسٹی لائبریری میں دستیاب تھا۔ اس کی عکسی نقل پٹنہ یونیورسٹی لائبریری نے حاصل کرلی جسے قاضی عبدالودود صاحب مرحوم نے "معاصر" میں قسط وار شائع کیا۔ اس سے متعلق قاضی صاحب کی تین مختلف تحریریں مختلف رسائل میں اشاعت پذیر ہوئیں۔ ان کا ایک طویل مقالہ جو رسالہ "اردو" میں طبع ہوا بطور مقدمہ اس میں شامل کرلیا گیا ہے۔

"معاصر" میں اس کی اشاعت کے بعد حسن اتفاق سے خدابخش لائبریری کو اس کا ایک اور نسخہ حاصل ہوا۔ اس کا حصول ہی شاہ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کی تحقیق کا محرک ہوا۔ شاہ صاحب خود بھی ایک شاعر تھے اور اپنا اکثر وقت لائبریری میں تصنیف و تالیف میں صرف کرتے تھے۔ انھوں نے ان دونوں نسخوں کا موازنہ کرڈالا۔ قاضی صاحب کے مرتب کردہ نسخے کو اساسی مان کر اس کی تدوین کی۔ اختلاف نسخ کو ضمیمے میں اور مناسب ترین لفظ کو متن میں جگہ دی۔ شاہ صاحب کا پیشگفتار ان کی ترتیب نو پر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔

اس کا مکمل اردو ترجمہ ڈاکٹر مجیب قریشی نے اور اس کی تلخیص اردو میں پروفیسر عطاء الرحمٰن عطا کاکوی شائع کرچکے ہیں۔ لیکن خدابخش لائبریری نے یہ تصحیح شدہ نسخہ اصل فارسی زبان میں شائع کیا ہے۔

اپنے دیرینہ رفیق شاہ محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم کو لائبریری کی جانب سے یہ ایک نذرانۂ عقیدت ہے۔

——— ح درج

مشتملات

پیش گفتار (سید شاہ محمد اسمٰعیل) سات

تعارف (قاضی عبدالودود) تیرہ

فہرست اسمار شعرا تینتالیس

تذکرۂ مسرت افزا (متن) ۱

تتمہ ۔ ۱

اضافہ مخطوطہ خدا بخش سے ۱۷۱

مزید اشعار جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں ۱۷۲

تتمہ ۔ ۲ ۲۰۹

ضمیمہ ۔ ۱

اختلاف نسخ ۲۱۳

ضمیمہ ۔ ۲

مجیب قریشی ۲۲۷

شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی ۲۴۴

پیشگفتار

بارہویں صدی ہجری میں اردو شعرا کے متعدد تذکرے لکھے گئے، ان میں تذکرۂ مسرت افزا بھی شامل ہے۔ اس کا صرف ایک خطی نسخہ معلوم ہو سکا تھا جو آکسفورڈ یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ پٹنہ یونیورسٹی لائبریری کو اس کی فوٹو کاپی دستیاب ہوگئی اور قاضی عبدالودود صاحب نے اسے باقساط معاصر میں شائع کیا۔

اس سلسلہ میں قاضی صاحب کی تین تحریریں ملتی ہیں، ایک مختصر تحریر جو مسرت افزا کی اشاعت سے قبل معاصر میں چھپی تھی۔ دوسری تحریر مسرت افزا کے تعارف پر مشتمل ہے۔ وہ سہ ماہی اردو اپریل ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ تیسری تحریر جو دوسری تحریر سے قدرے مختلف ہے، تحریر دہلی کے اگست ۷۲ء کے شمارے میں آئی ہے۔

رسالہ اردو میں شائع شدہ مقالہ زیادہ بسیط ہے، اور "تذکرۂ مسرت افزا" سے متعلق جو مواد حاصل ہو سکا ہے اس کے پیش نظر قاضی صاحب نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ اس مقالے کو بطور مقدمہ اس اشاعت میں شامل کر دیا جائے۔

"معاصر" میں تذکرہ مسرت افزا کی اشاعت کے بعد ایک خطی نسخہ خدا بخش لائبریری کو حاصل ہوا، افسوس ہے کہ قاضی صاحب کی سرسری نظر اس نسخے پر پڑی اور بالاستیعاب اس کو دیکھنے اور اس پر کچھ لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔

زیر نظر نسخہ مندرجہ بالا دو نسخوں پر مبنی ہے۔ قاضی صاحب کے مرتبہ مطبوعہ نسخے کو بنیادی نسخہ قرار دیا گیا ہے۔ خدا بخش نسخہ سے مقابلہ کرکے جہاں کہیں اختلاف نظر آیا، وہاں جس نسخے کا لفظ زیادہ مناسب معلوم ہوا اسے متن میں جگہ دی گئی اور دوسرے نسخہ کے اختلافی لفظ کو ضمیمے میں رکھا گیا۔ جہاں کہیں بنیادی نسخے میں کسی لفظ کی کمی دیکھی گئی، اور وہ لفظ مخطوطے میں مل گیا تو اسے متن میں جگہ دیدی گئی اور جہاں کہیں دونوں نسخوں میں ایسا لفظ آگیا ہے جو بدیہی طور پر ناموزوں یا نامناسب ہے وہاں اس لفظ کو باقی رکھتے ہوئے قوسین میں ممکنہ صحیح لفظ لکھ دیا گیا ہے۔ ایسے الفاظ جو واضح طور پر وزن شعر سے زیادہ نظر آئے انہیں متن سے خارج کرکے تفصیل ضمیمے میں دیدی گئی ہے، دونوں نسخوں میں جہاں کہیں خلا پایا گیا، وہاں ممکنہ موزوں اور مناسب لفظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چند جگہیں ایسی ہیں جہاں پورا مصرع یا کئی الفاظ غائب ہیں اور دیوان شاء یا تذکروں سے مدد نہ مل سکی ہے اپنی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں تذکرہ میر حسن، گلزار ابراہیم اور مجموعہ نغز سے استفادہ کیا گیا ہے۔

مطبوعہ نسخہ میں قاضی صاحب نے کہیں کہیں پورے ایک مصرع، لفظ یا حرف کا اضافہ قوسین میں کر کے نسخہ آکسفورڈ کے خلا کو پر کیا ہے، ایسی جگہوں میں اگر وہ لفظ یا مصرع مخطوطے میں مل گیا، تو متن سے قوسین کو ختم کر دیا گیا ہے اور اگر مخطوطے میں بھی نہیں ملا، تو قوسین کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اور حوالہ ضمیمے میں دے دیا گیا ہے۔

اختلاف نسخ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل علامتیں اختیار کی گئی ہیں:

۱۔ خدا بخش کا نسخہ = خ ۲۔ مطبوعہ نسخہ = مط

نسخہ خدا بخش کی تفصیلات: سائز ۳۲ × ۲۲ س م، اوراق ۱۵۱، سطور ۱۷، خط نستعلیق معمولی۔ پہلا ورق نہیں ہے، آخر میں کوئی ترقیمہ نہیں ہے جس سے کاتب کا نام اور سال کتابت معلوم ہو سکے۔ ۱۳ ویں صدی کے نصف اوّل کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ کہیں کہیں کرم خوردگی کی وجہ سے ایک آدھ حرف یا لفظ غائب ہو گیا ہے۔ نسخہ اچھی حالت میں ہے ضروری مرمت کر دی گئی ہے۔ شعر کے نلم اور کہیں شر کی ابتدا کی علامت کے لیے سرخ روشنائی استعمال کی گئی ہے۔

بعض جگہ حاشیے پر لفظ کی تصحیح کسی لفظ، عبارت یا شعر کا اضافہ بھی ہے۔ ان میں سے بعض اضافے کاتب متن ہی کے قلم سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض کا خط مختلف ہے۔

خصوصیات کتابت: کاتب کم سواد معلوم ہوتا ہے۔ املا کا کوئی منضبط طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے، املا کی غلط نویسی بھی پائی جاتی ہے۔ بعض الفاظ کو کہیں صحیح لکھا ہے اور کہیں غلط۔ مزید چند خصوصیات یہ ہیں جو بطور نمونہ پیش کی جا رہی ہیں:

ٹ، ڑ کی کتابت:

۱۔ توت (ب۵) = ٹوٹ، بڑا (الف۱۵) = بڑا، اڑے = اڑے (الف۲۵)۔

۲۔ ٹک (الف۵۳) = ٹک، ماٹی (الف۵۸) = ماٹی۔

۳۔ پھوڑے (ب۱) = پھوڑے۔

ن غنہ کا اضافہ:

اپناں (الف۳۶) = اپنا، کوں (ب۶۵) = کو، سناں (الف۸) = سُنا، سیں (الف۱۱) = سے، نیں (ب۱۳) = نے۔

انھیں الفاظ کو کہیں صحیح بھی لکھا ہے: اپنا (الف۳۹)، کو (الف۴۱) سے الف۱۳)، نے (ب۱۴)

ن غنہ کا حذف کرنا: چارو (الف۴۳) = چاروں، نوک سنا (الف۱۱) = نوک سناں

ن غنہ کا باقی رکھنا: پلکوں (الف۱۶)

'یہ' کے دو انداز: (الف۴۳) = یہ، یہہ (ب۴۳) = یہ

'واو' کا اضافہ: کوچھ (الف۵) = کچھ ، کھودائی (الف۱۱) = کھدائی، جھوکتی (ب۳۱) = جھکتی۔ موہنہ (الف۴۱) = منہ۔

بغیر 'واو' کے: کچھ (ب۱)

املا کے مزید چند نمونے:

بودھی (ب۶۱) = بوڑھے ، جوندے (ب۶۱) = چونڈے، پونچھ (الف۴۲) = پوچھ

گوایا (ب۱۶) = گنوایا، کلہ (ب۱۲) = کل، کپنی (ب۲۵) = کمپنی ، کوسل (الف۲۵) = کونسل ، نقرہ ئی (ب۳۱) = نقرئی۔

اونہوں (ب۹۲) = ہونٹوں، عیوض (الف۶۳) = عوض، جتے (ب۹۲) = جس سے ، اوتے (ب۹۷) = اس سے۔

واضح غلطیوں کی چند مثالیں:

ملاذمان (ب۲۷) = ملازمان ، ملاز (الف۲۵) = ملاذ ، لساتی (الف۲۶) = لساطی، کسرت (ب۴۲) = کثرت ، ارزال (ب۳۹) = ارذال مسنوی (ب۴۳) اکثر جگہوں میں = مثنوی، مہن (ب۴۳) = من، گلذار (ب۱۱) اکثر جگہوں میں = گلزار، نارہ (الف۴۵) = نعرہ ، ساٹ (ب۶۱) = رات ، نوآہ (ب۶۲) = نواح، وطیرہ (ب۶۲) = وتیرہ ، مرسیہ (الف۵۰) = مرثیہ، عبس (الف۱۲) = عبث ، اساس (ب۲۵) = اثاث ، تعلق (ب۳۱) = تتق، بے رسکی (الف۳۸) = بے ربطگی، کیونکی (الف۴۹) = کیوں کہ، جہاز (ب۹۱) = جہاز۔۔

مطبوعہ نسخہ بھی اغلاط کتابت سے خالی نہیں ہے۔ بعض اغلاط میں دونوں نسخے مشترک ہیں چند مثالیں یہ ہیں =

حسرت الہ آبادی کی فارسی مثنوی کے چند اشعار نقل کیے ہیں جن میں مندرجہ شعر بھی ہے۔:

اے کہ چوں ختم انبیائے کرام ہست ختم ائمۂ اطہار (ص۶۶، ق ب۳)

کرام اور اطہار ہم قافیہ نہیں ہیں مگر دونوں نسخوں میں اسی طرح لکھا ہے۔ قرینۂ غالب یہ ہے کہ کرام کی جگہ کبار ہوگا۔

نارہ (= نعرہ) ہل من مزید (ص۲، ق الف۴۵) ، بے ربتگی (= بے ربطگی) (ص الف۵۰ ، ق الف۳۸)

مصرع: جلدی سے بھیے مجھ (= مجھ کو اے بخشہ ابرار دیکھنا (ص ۹۱، ق الف۵۰)

درآوان (اعوان) واقران (ص ،، ، ق ب۴۲)

مصرع: ٹک اس طرف بھی لے بت اغیار دیکھنا (= بت عیار) ص ۱۳۸، ق الف۸۶)

مصرع: علی کے نام کو پایا (ہے) خدا خدا کر کے (ص ۱۰۱ ق الف۶۳) 'ہے' وزن سے خارج ہے۔

اغلاط کی مطابقت سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ مخطوطہ اور آکسفورڈ کا مخطوطہ ایک ہی نسخے سے نقل کیا گیا ہے، یا ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے سے نقل کیا گیا ہے۔ مطبوعہ نسخے میں نسبتاً اغلاط کم ہیں، ہو سکتا ہے کہ قاضی صاحب نے اغلاط

کی تصحیح کر دی ہو، پھر بھی کچھ اغلاط نظر انداز ہو گئے ہیں۔

شعرا کی تعداد: قاضی صاحب نے ہر شاعر کے تذکرے کی ابتدا میں حاشیے پر نمبر شمار دیا۔ نمبر شمار کے نیچے بھی اعداد دیے ہیں جو تعداد اشعار کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

آخری نمبر شمار ۲۵۵ ہے لیکن درمیان کا ایک نمبر شمار یعنی ۲۴۹ چھوٹ گیا ہے اسلیے مطبوعہ نسخہ ۲۵۴ شعرا کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

جبکہ نسخۂ خدا بخش میں مندرجہ ذیل دو شاعروں کا اضافہ ہے:

۱۔ غلام حسین خاں عیاش (ق الف ۱۳۸) کے حاشیہ پر کسی دوسرے کاتب کے قلم سے) ۲۔ میر محفوظ علی ہمدم (ق الف ۱۴۰ پر، متن میں شامل ہے) اس طرح نسخۂ خدا بخش میں شعرا کی تعداد ۲۵۶ ہو جاتی ہے۔

اشعار کی تعداد: مطبوعہ نسخہ میں نمبر شمار کے نیچے لکھے ہوئے اعداد کے مطابق اشعار کی کل تعداد ۵۳۹۶ بنتی ہے۔ لیکن مطبوعہ متن میں شامل اشعار کی کل تعداد ۲۱۲۸ ہے۔

مطبوعہ نسخے کے آخر میں مزید ۶۹ اشعار شامل کیے گئے ہیں جس پر قاضی صاحب کی یہ تحریر ہے۔

"حسب ذیل اشعار کسی نہ کسی سبب سے درج نہ ہو سکے حاشیے کے ہندسوں سے معلوم ہوگا کہ کن شعرا کے اشعار ہیں"

ان اشعار کا سلسلہ ۲۱۹۷ پر ختم ہو جاتا ہے۔ اور ان اشعار کو شامل کرنے کے بعد مطبوعہ نسخے میں اشعار کی تعداد ۲۱۹۷ ہو جاتی ہے اور جو اشعار خارج کر دیے گئے ہیں ان کی تعداد ۳۱۹۹ ہوتی ہے۔

نسخۂ خدا بخش میں ایسے اشعار جو مطبوعہ نسخہ میں شامل نہیں ہیں، ان کی تعداد ۷۱۳ ہے۔ یعنی اشعار کی کل تعداد ۲۹۱۰ ہوتی ہے۔ اس طرح اس نسخے میں ۲۱۹۹ اشعار کی کمی ہے۔

قاضی صاحب نے مطبوعہ نسخے کے آخر میں جو ۶۹ اشعار دیے ہیں اس پر جو عبارت ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف یہی ۲۹ اشعار ہیں جو کسی نہ کسی سبب سے درج ہوتے سے رہ گئے۔ جبکہ حاشیے پر دیے ہوئے اعداد کے مطابق ۳۱۹۹ اشعار مطبوعہ نسخے میں شامل نہیں ہیں۔ ان کے شامل نہ کرنے کے کیا اسباب ہیں اس سے متعلق ایک اشارہ قاضی صاحب کے مکتوب بنام ڈاکٹر محمد حسن سے ملتا ہے، اس خط میں قاضی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"مذکرہ مسرت افزا ..... شائع ہو گیا ہے مگر میں نے بہت سے اشعار اس بنا پر خارج کر دیے ہیں کہ وہ مطبوعہ تذکروں یا دواوین میں موجود ہیں۔" (مکتوب مورخہ ۹۔ ۳۔ ۴۱)

لیکن جب مطبوعہ نسخے کو دیکھا جاتا ہے تو اس میں ایسے اشعار کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ جو تذکروں اور دواوین میں موجود ہیں چند مثالیں یہ ہیں۔:

۱۔ الم خواجہ صاحب میر (ص ۲۱)

نہ دل کو قرار بے قراری کے سبب — نہ چشم کو خواب اشکباری کے سبب
واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھی — یہ کچھ دیکھا تو تیری یاری کے سبب (تذکرہ میر حسن ص ۲۰)

۲۔ آشنا، میر زین العابدین (ص ۱۷-۱۸)

جو کوئی چشم تر نہیں رکھتا — درد دل کی خبر نہیں رکھتا

تذکرہ میر حسن میں اس شعر کے علاوہ مزید چار اشعار ہیں اور یہی پانچوں اشعار مطبوعہ نسخے میں بھی ہیں۔ (تذکرہ ص ۲۲)

۳۔ عشق خواجہ رکن الدین (ص ۱۳۴-۱۳۵)

جز عشق نہ سمجھے کفر و دیں کو — طرفین سے بے خبر ہے ہم

اس شعر کے بشمول سات اشعار مطبوعہ نسخے میں ہیں جن میں سے چھ اشعار تذکرۂ میر حسن میں موجود ہیں۔
(تذکرہ ص)

۴۔ فرصت، میرزا الف بیگ (ص ۱۵۸-۱۵۹)

مطبوعہ نسخے اور تذکرۂ میر حسن میں متعدد اشعار ہیں جن میں چھ اشعار مشترک ہیں۔ (تذکرہ ص ۱۳۲-۱۳۳)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ قاضی صاحب نے کسی ایک مخصوص سبب کی بنا پر اشعار کو خارج نہیں کیا ہوگا، بلکہ اس کے متعدد اور مختلف اسباب ہوں گے۔

(سید شاہ محمد اسمٰعیل) ••

تعارف

از: قاضی عبدالودود

[۱]

مولف تذکرہ مسرت افزا (= مسرت) نے (۱) اپنی کتاب کے دیباچے میں اپنا تعارف اس طرح کرایا ہے: ''ابوالحسن امیر الدین احمد المشتہر بہ امراللہ الہ آبادی'' (ص ۱) ابوالحسن کنیت ہے جو شعور آنے پر اختیار کی ہوگی، امیر الدین احمد اصلی نام، امراللہ عرف اور الہ آباد وطن تھا۔ اس بنا پر کہ مولف نے ۱۱۹۳ھ کی ۳ جمادی الاخریٰ کو اپنی عمر ۲۳ سال بتائی ہے (ص ۱) ۱۱۷۰ھ اس کا سال ولادت قرار پاتا ہے۔ وہ اپنے برادر بزرگ خیر الدین محمد کا شاگرد تھا (ص ۶۱) اور ''سیر و تحصیل علم'' کی غرض سے ۱۱۹۱ھ میں لکھنؤ بھی گیا تھا (ص ۹۷)۔ دیباچے میں ۲۰ ابیات کی ایک فارسی مثنوی شامل ہے جو نظر بظاہر خود مولف کی زائیدۂ فکر ہے، اس کے شعر ذیل میں ''حامد'' بطور تخلص آیا ہے:

بس (۲) حامد ازیں فضول خاموش
دریائے عنایت است در جوش (ص ۴)

مولف صفر ۱۱۹۲ھ میں اپنے برادر بزرگ کی رفاقت میں پٹنہ پہنچا اور یہاں ''چندے'' مقیم رہا (ص ۲)۔ پٹنہ سے وہ کب رخصت ہوا، اس کے متعلق

۱- مولف اور اس کے اقربا کے حالات صرف وہی درج ہیں جو مسرت میں ہیں، دوسرے ذرائع سے ان پر اضافہ ہو سکتا ہے۔

۲- مولف کا ترجمہ مسرت میں نہیں۔

مولف کے دو اقوال سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ ۱۱۹۲ھ کی بات ہے ، اور ایک اس پر مشعر ہے کہ ۱۱۹۳ھ میں یہاں سے روانہ ہوا ۔

(الف) اقتباس ترجمۂ ٹھاکر داس فمیر : ''در سنہ یک ہزار و یک صد و نود و دو ہجری کہ مولف بعزم کلکتہ در مرشد آباد رسیدہ'' ۔ (ص ۱۲۵)

(ب) ترجمۂ علی ابراہیم خاں خلیل میں بجنسہ یہی عبارت ۔ (ص ۷۲)

(ج) اقتباس ترجمۂ مفتی برکت اللہ : در سنہ یک ہزار و یکصد ونود و سہ برائے استفسار مقدمۂ ورثۂ شہباز بیگ... کہ صاحبان کوسل (کذا) آں بلدہ (پٹنہ) در ظاہر باستصواب و استفتائے اہل شرع انفصال نمودہ بودند ہمراہ دیگر افتا پناہاں حضور طلب صاحبان کوسل کلکتہ شدہ ، تا حالات تحریر در قید آب و دانۂ آں بلدہ پابند است ..... مولف در آں حین بعزم کلکتہ وارد عظیم آباد بود کہ ایں حکم رسیدہ ۔ (ص ۳۶ ، ۳۸)

مرشد آباد میں جو پٹنہ اور کلکتہ کی راہ میں واقع ہے ، مولف کا قیام زیادہ نہ رہا ہوگا ، وہ ترجمۂ مفتی برکت اللہ میں برکت اللہ وغیرہ کی پٹنہ سے روانگی کے ذکر کے بعد لکھتا ہے : ''مولف بر مقارن ایں حال وارد کلکتہ شدہ'' (ص ۳۹) ۔ اس کا امکان ہے کہ کلکتہ سے واپسی میں مولف مرشد آباد و پٹنہ میں کچھ ٹھیرا ہو ۔ بہر حال ۱۱۹۳ھ میں وہ بقول خود پھر لکھنؤ میں تھا (تختمۂ تذکرۂ مسرت افزا = تختمہ) اور اس سفر میں اس کا فرخ آباد جانا بھی ہوا (ص ۲۱۳) ۔ ترجمۂ سید امام تصور سے معلوم ہوتا ہے کہ تصور مولف کی رفاقت میں الہ آباد سے رام نگر بنارس گیا تھا ، اور وہاں ایک ''مدت'' تک فارغ البال رہا تھا ، یہاں تک کہ راجہ چیت سنگھ اور اس کے متوسلین کے فرار کی وجہ سے تصور بھی وہاں سے ۱۱۹۵ھ میں رخصت ہوا ۔ (ص ۳۰)

ترجمۂ غلام حسین خاں پسر ہمت خاں سے جو پہلے راجہ بلوند سنگھ اور اس کی موت کے بعد راجہ چیت سنگھ کی رفاقت میں تھے ، زمانۂ فرار راجہ چیت سنگھ میں مولف کی اقامت بنارس ثابت ہوتی ہے (ص ۳۰) ۔ ترجمہ رستم علی رستم سے تحریر ترجمہ سے پیشتر کسی زمانے میں غازی پور جانے کا ثبوت ملتا ہے ۔ (ص ۸۵)

[۲]

اقربائے مولف اور اس کے والد کے نام مسرت میں نہیں ۔ ترجمۂ خیرالدین

محمد حسرت میں ہے کہ ایک دن مصوب و محزوں "جہت ملاقات پدر بزرگوار مد ظلہ العالی" تشریف لائے (ص ۵۲) - اس ترجمے کے صفحہ ۶۲ میں مولف نے اپنی طرف سے پدر خیر الدین محمد کو "حضرت قبلہ گاہی" لکھا ہے ، اس میں کچھ شک نہیں کہ دونوں کے والد ایک ہیں ، محزوں نے ان سے مخاطب ہو کر خیرالدین محمد کے بارے میں کہا ہے : "این فرزند خود را بمن دھند" - (ص ۶۳)

خیر الدین محمد کا زمانہ ولادت صفر ۱۱۶۵ھ کا عشرہ اولیٰ ہے - ۱۳ سال کے تھے کہ محزوں نے ان کی تعلیم اپنے ذمے لی ، اور اس کا سلسلہ محزوں کی موت (۱۱۸۵ھ ، ص ۱۹۱) تک جاری رہا - اس کے بعد بہ تکمیل کے لئے جونپور گئے اور وہاں ایک سال محمد عسکری سے اکتساب علم کیا - ان کا تخلص حسرت تھا ، ابتدا میں شعر گوئی کا شوق تھا ، لیکن بعد کو "بحسب اتفاق و ضرورت محل" کہا کرتے تھے - ان کے ایام خردسالی میں ان کے ایک دوست نے دعوے کے ساتھ اپنا یہ مطلع پڑھا :

بسکہ دم از صفا زند موے بموے موے تو
آئینہ آب میشود روے بروے روے تو

انھوں نے بر جستہ یہ مطلع کہا اور سب نے اس کی تعریف کی :

اے مہ و مہر منفعل روے بروے روے تو
شاہ و گدا بجستجو کوے بکوے کوے تو

مثنوی مناجات کے تقریباً سو شعر فارسی جو مظہر الغرائب کے آخر میں ہیں بیک جلسہ کہے - مسرت میں اس کے ۱۷ اور اردو کے چار شعر موجود ہیں - خیرالدین محمد صاحب تصانیف عربی (۱) و فارسی (۲) تھے ، مسرت میں مؤلف نے کتب فارسی کی جو نامکمل فہرست دی ہے ، یہ ہے:

مظہر الغرائب در مناقب علی ابن ابی طالب ، وسیلہ النجات والوصول شرح مثنوی معراج القبول ، گلزار اسرار در لطائف ابرار ، خوارق قادریہ بادشاہ کے لئے لکھی، لطائف الابرار در مباحث طرفائے اھل سنت و امامیہ، تحفتہ المجالس

۱- کسی عربی تصنیف کا نام مسرت میں نہیں -

۲- خیر الدین محمد کی مشہور ترین کتاب عہد شاہ عالم ثانی کی تاریخ عبرت نامہ ہے ، جس کا ایک نسخہ کتاب خانہ خدا بخش پٹنہ میں ہے -

در ذکر آثار سلاطین ۔ مولف مسرت کو ان سے بڑی عقیدت تھی ؛ ان کے ترجمے میں یہ ۳ شعر شامل ہیں جو بہ ظاہر اسی کے ہیں ۔

چہ نسبت ذرہ را با مہر انور — نیاید از صدف(۱) توصیف گوہر
اگر خواہم کہ باشد آبرویم — ہمیں گویم کہ من شاگرد اویم
نہ شاگردم غلام کمترینم — بگرد خامۂ او خوشہ چینم

(ص ۶۱ تا ۷۰)

ص ۲۴۹ میں ان کا ایک شعر ہے : " پتھر پہ ہے سر الخ ۔ "

مولف کے بھائی (۲) صلاح الدین خاں بھی ان سے عمر میں بڑے تھے ، مسرت میں ان کے متعلق صرف یہ عبارت ملتی ہے :

ترجمۂ کرم علی خاں شہید مخاطب بہ مخدوم علی خاں : "شہید..... قطع نظر از برادری با مہین برادر مولف صلاح الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ کمال ربط و یکجہتی دارد و مدتہا باہم در مجلس..... خدیو گیہان ہمنشین و ہم صحبت بسر بردہ " ۔ (ص ۱۱۴)

مولف کی ایک بہن شاہ غلام قطب الدین مصیب الہ آبادی کی زوجہ تھیں ۔ اقتباس ترجمہ مصیب :

"بعد چہار ماہ از روانہ شدن آن جناب... کہ غرۂ ذیحجہ روز دو شنبہ سنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد و شش بود ، نور بصر ، لخت جگر شاہ غلام حیدر ..... خلف آن حضرت (مصیب) بوجود آمدہ ..... زبانی والدہ ماجدہ اش کہ ہمشیرۂ مولف است مکرر شنیدہ ام چون ایام تولد وے قریب رسیدہ اکثر خواب مژدۂ مبارکباد بگوش ما میرسید "۔
(ص ۱۸۶)

[۳]

نسخ تذکرۂ مسرت افزا — دو قلمی نسخوں کا علم اب تک ہوا ہے ۔

۱- خزف ؟

۲- مولف ، خیر الدین محمد ، صلاح الدین خاں محض رشتے کے بھائی بہن نہیں معلوم ہوتے ، اعیانی یا علاتی بھائی بہن ہیں ۔

ایک سرکو ۔ اوزلے کی ملک تھا اور مدتوں سے کتب خانۂ دانشگاہ آکسفورڈ میں ہے۔ اس کا ذکر وہاں کی فہرست مخطوطات میں ہے، دتاسی کی تاریخ ادبیات ہندوی و ہندوستانی اور دیوان جوشش کی ترتیب میں اسی سے کام لیا گیا ہے۔ بعد کو پوری کتاب کا عکس کتب خانہ دانشگاہ پٹنہ کے لئے حاصل کیا گیا، اور نسخۂ مطبوعہ جو باقساط معاصر پٹنہ میں شائع ہوا اسی پر مبنی ہے۔ مگر اس میں بوجوہ بہت سے اشعار درج نہیں ہوئے اور اغلاط طباعت بھی بہت ہیں ۔ دوسرا نسخہ کتاب کی طباعت کے بعد کتب خانۂ خدا بخش میں آیا ہے، میں نے ابھی دونوں کا تقابلی مطالعہ نہیں کیا، غالباً ایک غیر معروف شاعر کا حال موخرالذکر میں زیادہ ہے اور اس کا متن نسبتاً صحیح ہے ۔ تقابلی مطالعے کے نتائج اس مقالے کی قسط آخر میں پیش کئے جائیں گے۔

یادگار ضیغم کی دوسری روایت میں جو کتب خانۂ ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں ہے، بہت سے مطالب اس سے ماخوذ معلوم ہوتے ہیں، میرا گمان ہے کہ اس کے مصنف کے پیش نظر اس کی تیسری روایت ہوگی جس میں امر اللہ نے اضافے کئے ہوں گے۔ ان کے اخلاف سے اس کے متعلق تحقیق کی جائے تو ممکن ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ واقعی اس کی تیسری روایت سے انہوں نے استفادہ کیا تھا، یا کوئی اور تذکرہ ان کے پاس تھا، جو اب تک عام نظروں سے پنہاں ہے۔

[۴]

زمانۂ تالیف مسرت ۔ تذکرے کے اقتباسات ذیل سے زمانۂ تالیف کے متعلق اطلاعات ملتی ہیں :

۱۔ ”از بدایت ایام صبا تا ایں آوان کہ سنین عمرم بثلاث و عشرین رسیدہ اوقات خود را در خدمت صاحبان فضل و کمال بسر بردم و از فیض صحبت شاں رسیدم بمقامے کہ پیوستہ دل حزین و خاطر محزوں جرأت کردہ ...پیام درد و الم بعرض میرساند کہ تا کے ... سامان بے سامانی و رسوائی خود در گنجینۂ سینہ نہاں دارم اگر دستوری یابم قصۂ دردمندی و آوارگیٔ خود در ضمن حالات شاعران ریختہ... شرح سازم ... چہ کمتر از سخنوراں دریے تالیف حالات شاں رفتہ اند ، و اکثر طالباں را تلاش ایں نوادر احوال

می باشد ... لیکن نیرنگ روزگار فرصت دمزدن نمی داد... ناگاہ ... در شہر صفر سنہ یک ہزار و یک صد و نود و دو ہجری ... بعد قطع مراحل رحل اقامت در ... عظیم آباد نہادم ... چندے قائم آں مقام شدم و سخنوران آنجا کہ در شیوہ محبت یکرنگ و یک دل می نمودند ، دریافتم ... دل مشتاق مرا ... بر آں آورد کہ شمہ از حالات شاں ... سطح تحریر را آرایش بخشم ۔ در ہموں (کذا) اندیشہ باز خیال سیاحت دارالامارت کلکتہ کلوگیر گردید ... براہ کشتی روبراہ آوردیم ... در اثنائے راہ بخاطر رسید کہ اوضاع زمانہ را ثباتے نیست ... پردہ از روئے مخدرات حجلہ سینہ برداشتہ برمنصہ شہود متجلی گردانم و برائے حاضراں تذکارے و آیندگاں یادگارے گذارم ، مبادا .. سہو و نسیان تاخت آرد و... مطالب و مضامین را کہ آمادہ جلوہ گری .. اند تاراج نماید ، لہذا دامن سعی بمیان جان بستم کہ از لآلی حالات اسلاف و اخلاف کہ ... عمرے مجاوری خمخانہ این فن نمودہ در سلک انتظام در آوردم" (۱) (ص ۱ تا ۳)

از ہجرت افضل البشر بود — تسعین و ہزار صد سہ افزود
بودہ ز مہ جماد دوم — تاریخ سوم نہ بیش و نہ کم
کیں تذکرہ مسرت افزا — این خامہ من نمود املا (۲)
(ص ۱ تا ۳)

۲- " چوں فقیر دراں زماں (ورود مرشد آباد ۱۱۹۲ھ) درپے تالیف حالات شاعراں زباں ریختہ بود از دوستان آں دیار شنیدہ کہ وے (علی ابراہیم خاں) خلیل ... تذکرہ شعرائے

۱- حسب ذیل الفاظ مسرت میں بطور تخلص آئے ہیں : دل ، حزیں ، محزوں ، جرأت ، پیام ، درد ، الم ، سامان ، رسوا ، نہاد ، دردمند، آوارہ ، طالب ، فرصت ، قائم ، یکرنگ ، یکدل ، مشتاق ، حاضر ۔

۲- اس کے یہ معنی نہ لئے جائیں پوری روایت اول ایک دن میں سپرد قلم ہوئی ۔

ریخته نیز ترتیب داده ... بحواشی تمام ... استدعائے آن تذکرہ نمودم تا از آن حالات اساتذہ کہ از حالات شان بما خبر نرسیدہ خصوصاً احوال وے را از تالیف وے استخراج نمایم لیکن خدا داند بخاطرش چہ خطور کرد ... کہ ابا و انکار آورد ، مکرر ارشاد فرمود کہ بعد ترتیب پریشان ساختم - واللہ اعلم'' - (ص ۷۲)

۳- ''مولف در ... یک ہزار یک صد و نود و سہ ... در اثنائے سفر کلکتہ ... این تذکرہ ترتیب نمودہ بود ، چون در سنہ نود و چہارم ... ورود ... لکھنؤ رو داد بر احوال اکثر نکتہ پردازان این زمان اطلاع نست داد ، تذکار شان درین تذکرہ ... مناسب دید'' - (خاتمہ) -

۴- ''امسال کہ شروع سنہ یک ہزار و یک صد و نود و چہارم است'' - (ترجمۂ آفتاب ، ص ۶)

۵- ''بعد تحریر تذکرہ در ... رجب یک ہزار و یک صد و نود و پنجم ہجری'' - (ترجمۂ خلیل ، ص ۷۳)

۶- ''بعد اتمام این تذکرہ در عشرۂ اولیٰ ماہ شعبان سنہ یک ہزار و یک صد و نود و پنجم ہجری میر شورش جہان ..... را پدرود کردہ'' - (ص ۱۱۲)

۷- ''بعد تحریر تذکرہ امسال کہ سنہ یک‌ہزار و یکصد و نود و پنجم است ... وے (مظہر) را بتاریخ ہفتم تا نہم ماہ محرم بضرب گولی پستول بدرجۂ شہادت رسانیدہ'' - (ص ۱۸۳)

۸- ترجمۂ تصور میں شعبان ۱۱۹۵ھ کا ذکر ہے - (ص ۱۳)

تذکرہ نویسی کا خیال لڑکپن سے تھا ، مولف ۱۱۹۲ھ میں وارد پٹنہ ہوا تو وہاں کے شعرا کا تذکرہ لکھنے کا خیال آیا - یہ اس کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے جو میری رائے میں اس کے مدعا کو صحیح طور پر ظاہر نہیں کرتی- اس سلسلے میں نظر بظاہر اس نے پہلا ملی قدم مرشد آباد میں اٹھایا، اور تذکرے نے دوران سفر میں بتاریخ ۳ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۳ھ کتابی شکل اختیار کر لی ؛ ۱۱۹۴ھ میں لکھنؤ جانے کے بعد اس نے اضافے کئے ، اور اس کا

سلسلہ شعبان ۱۱۹۵ھ تک جاری رہا ۔ اس کے بعد بھی اگر اضافہ ہوا تو اس تذکرے سے اس کا حال نہیں کھلتا ۔

[۵]

روایت اول و ثانی ۔ اقتباس تخمۂ مسرت : '' انحصار کتاب بذکر شاعرانے کہ اسامی شاں در خطبہ مذکور است برہم نمودہ '' ۔ مؤلف نے یہ التزام کرنا چاہا تھا کہ کل شعرائے تذکرہ کا نام مسرت کے خطبے میں آجائے لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا ۔ خطبے (دیباچے) میں جو روایت اول کے لئے لکھا گیا تھا ، جن شعرا کے تخلص یا نام کسی نہ کسی طرح آئے ہیں ، ان میں سے ۱۹ زیر نظر مقالے کے ص ۱۰ پر حاشیۂ اول میں ملیں گے ، باقی یہ ہیں : رنگین ، احسن ، آہرو ، حسرت ، اضطراب ، آگاہ ، کامل ، عزیز ، شورش ، فغاں ، بیتاب ، خاکسار ، بسمل ، سودا ، عزلت ، عشق ، شوق ، عادت ، منتظر ، خوشدل ، فرحت ، سوز ، گداز ، گریاں ، نالاں ، مصیب ، برکت ، مسافر ، دوست ، جوشش ، راغب ، راسخ ، منت ، اشتیاق ، قبول ، کافر ، انجام ، ہدایت ، صواب ، غریب ، روشن ، امید ، بیان ، اسیر ، حسن ، فقیر ، یاد ، عاشق ۔ یہ سب بشمول الفاظ حاشیہ مذکورہ ۷۶ ہیں ۔ یہ کس طرح باور کیا جائے کہ روایت اول میں مظہر ، مضمون ، امین عظیم آبادی ، جنون کا ذکر نہ تھا ؟ میرا خیال ہے کہ روایت ثالث بھی ہوگی ، لیکن اس وقت صرف روایت ثانی منظر عام پر ہے ، اور روایات قعر گمنامی میں پڑی ہیں ۔ (رجوع بفصل ۲)

[۶]

سبب تالیف مسرت ۔ مولف نکات الشعرا پر اعتراض کے بعد لکھتا ہے : '' اگر راست بگویم سبب تالیف ایں تذکرہ ... ہم ہمیں بود کہ من بر غم حاسدان عیب بین و خردہ گیران نکتہ چین حالات ہر یکے کماہی در سطر تحریر کشیدم (کذا) (ص ۱۹۹) ۔ میرا خیال ہے کہ یہ تنہا سبب نہ تھا ۔

[۷]

تذکرے ۔ اس فصل میں ان تذکروں سے بحث ہوگی جن کے نام مسرت میں آئے ہیں ، اس سے قطع نظر کہ مولف کی نظر سے گزرے تھے یا نہیں ۔

نکات الشعرا : " بسبب رعونت ... که خلقی اوست زبانزد زبان آوران شده و باعث عیب جوئی سخنوران در زبان شان هریکے را حوصلهٔ عیب جوئی او بهم رسید - میرزا رفیع گوید :

هر ورق پر ہے میر کی اصلاح　　لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

در ... نکات الشعرا ... عجب نکته چینی در کلام شعرا ... نموده ، هر کرا بتحقیر و بے ادائی آورده و اشعار ایشان را بے رتبه و ناپسندیده چینده ... طرفه ترکه میرچون همت خود بانتخاب اشعار ناپسندیدهٔ شعرا گماشته بود ، طبعش بهمین مرغوب گشته ، ازیں جهت از اشعار خود هرچه دراں تذکره نوشته اکثرے از آں بے رتبه و ناپسندیده است ، در دیر نش بهتر ازیں اشعار بنظر فقیر درآمده - شنیدم که محمد تقی میدنیست ، میر نامر مرحوم والد میر درد بمشاهدهٔ جودت طبعش در عنفوان جوانی ... میگفت که محمد تقی میر میدان سخنوری خواهد شد ، از ان خود را ملقب بمیر ساخته " (ص ۱۹۹)

راقم کے تلمذ میر و سودا کا ذکر نکات الشعرا کے حوالے سے ہے (ص ۸۶) اور مولف نے خاکسار کی خرد بینی اور سفلگی پر میر کے اعتراض کا ذکر کر کے لکھا ہے که عیب جوئی میرا شعار نہیں ، اچھے اشعار سے مطلب ہے ، شاعر کی " نخوت " سے کیا کام (ص ۵۷) - یه صحیح نہیں که میر نے هر شاعر کی تحقیر کی ہے ، اور اس سے بھی اتفاق نہیں کیا جا سکتا که میر نے چن چن کر بے رتبه شعر درج تذکره کئے ہیں - پدر درد کا قول خود نکات الشعرا (ترجمهٔ درد) میں ہے . اس کا اختیار تخلص سے کچھ سروکار نہیں - مؤلف نے محمد علی نالاں کے دیوان کے دیکھنے کا ذکر کیا ہے ، اور اس کے شعر :

گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص و عام میں
میں اسے رسوا کروں گا باندھ کر دیوان میں

کے متعلق لکھا ہے که " لیکن بیت حاتم (است) ، شاید غلطی کاتب باشد یا توارد شده " (ص ۲۲۷) -

حاتم کا شعر نکات الشعرا میں ہے مگر اس اختلاف کے ساتھ که مصرع آخر میں ردیف " میں " نہیں " کے بیچ " ہے - مسرت میں نکات الشعرا کے بہت سے شعرا کا ذکر نہیں مثلاً بینوا ، عطا ، میر حسن ، حسن شاگرد سودا ، عشاق وغیرہ -

تذکرۂ گردیزی میں صنعت کے شعر ذیل پر اعتراض ہوا ہے کہ اس کے دونوں مصرعوں میں "گھر" بطور قافیہ آیا ہے:

یار گھر جاتا ہے یارو کیا کروں
ہائے گھر جاتا ہے یارو کیا کروں

مولف کا جواب یہ ہے: "در مصرعۂ (کذا) اول 'گھر جاتا ہے' بمعنی 'بخانۂ خود میرود'، و در مصرعۂ دوم بمعنی 'خانہ خراب می شود' و ایں ہر دو معنی در محاورۂ اردو کثیرالاستعمالست، و یک لفظ قافیہ اگر بدو معنی تکرار یابد، مستحسن است" مولف نے اثر کا نام لئے بغیر ان کا ایک مطلع بطور سند پیش کیا ہے، اس کے دونوں مصرعوں میں 'پاس' قافیہ ہے لیکن مختلف معنوں میں، یہ مطلع ص ۲۱ میں بھی اثر کے دوسرے اشعار کے ساتھ درج ہے۔ مسرت میں کسی اور جگہ تذکرۂ گردیزی کا حوالہ نہیں، لیکن یہ مولف کی نظر سے ضرور گزرا ہے۔ نکات الشعرا کی طرح اس سے بھی جیسا چاہئے استفادہ نہیں کیا، تذکرۂ گردیزی کے متعدد شعرا، الہام، میر یحییٰ عاشق، عمر دکنی، رحم علی موزوں وغیرہ مسرت سے غیر حاضر ہیں۔

تذکرۂ میر حسن کا ذکر ترجمۂ میر حسن میں ہے، اور ان کا حال اس تذکرے کے حوالے سے لکھا ہے، لیکن میر حسن نے میر امامی (یکے از اجداد میر حسن) کا دہلی آنا لکھا ہے، مولف نے اسے ان کے والد پر منطبق کر دیا ہے۔ تذکرۂ میر حسن میں میر ضیا کا تخلص ہے نام نہیں، مولف نے میر ضیاءالدین بتایا ہے، اور اس طرح کہ تذکرۂ میر حسن میں اس کے ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ مسرت میں ہے کہ طرز ضیا کو چھوڑ کر میر و سودا کی راہ پر چلے، میر حسن نے کہا ہے کہ میر ضیا کی طرز کا سرانجام جیسا چاہئے نہ ہوسکا، میں نے سودا و میر و درد کی پیروی کی۔ مسرت میں ہے کہ تلاش معاش میں گھر سے نکلے، تذکرۂ میر حسن میں ہے کہ "گردش روزگار بدھنجار" نے لکھنؤ و فیض آباد پہنچایا۔ مسرت میں گھاسی رام خوشدل کے دو شعر تذکرۂ میر حسن کے حوالے سے درج ہوئے ہیں۔ میر حسن نے ترجمۂ جعفر علی حسرت میں، حسرت کے ایک شعر:

شاید اس دامن میں پیارے خون بے تقصیر ہے
تیرا دامن آج کیوں تیرا گریباں گیر ہے

کے متعلق لکھا ہے " در ہندوستان رسم است کہ برائے پوشیدن بستان اکثر زنان دامن رابگریبان میکشند " مولف کہتا ہے کہ مصرع اول 'بے رتبہ' اور مصرع آخر سے کچھ 'مناسبت' نہیں رکھتا - اس نے اس کی جگہ یہ مصرع تجویز کیا ہے اور یہ مؤلف کا واحد اردو مصرع یا شعر ہے جو نظر سے گزرا ہے: " کچھ تو ہے اس کو چھپا مت تو کہ کیا تقصیر ہے " (ص ۵۸)- تذکرۂ میر حسن سے بھی مولف کا استفادہ مکمل نہیں ، اس کے بکثرت شعرا مسرت میر نہیں ملتے ، مثلاً محمد اشرف معاصر آبرو ، مرزا اکبر قلی ، خواجہ زین العابدین آزاد ، افغان ، اسد علی اسد ، ظفر علی آزاد ، اسانی ، اکرم ، انکرلیس ، بقا ، مصحفی -

مولف نے ان تینوں تذکروں سے جن شعرا کے حالات لئے ہیں ، وہ بھی بعض اوقات اطمینان بخش نہیں ، مثلاً یہ کہ محمد شاکر مشہور ایہام بند کے متعلق لکھا ہے : " نمیدانم کیست او تعالیٰ او را ناجی گناد کہ از کلام وے بسیار راضی می شویم " (ص ۲۲۹) - نور خاں آگاہ کو شاگرد واقف تو بتایا ہے (ص ۲۴) مگر یہ نہیں لکھا کہ اس نے ضیا سے بھی اصلاح لی تھی - یہ تذکرۂ میر حسن میں ہے -

تذکرۂ شیخ احمد وارث متخلص بہ احمدی ، متوطن زمانیہ غازی پور - اس شاعر کا ذکر سب سے پہلے مبتلا نے کیا ہے ، لیکن اس کا نام شیخ احمد لکھا ہے (ص ۶۴)[۹]- تذکرۂ عشقی میں وہی نام ہے جو مسرت میں ہے ، لیکن مبتلا و عشقی نے تذکرۂ احمدی کا ذکر نہیں کیا ، اور یہ تذکرہ فی الحال ناپید ہے - مؤلف نے احمدی کے ترجمے میں اس تذکرے کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے اشعار اسی سے ماخوذ ہیں (ص ۲۷)- قطب الدین علی خاں شادان کے اشعار کے لئے بھی اس کا حوالہ دیا ہے ، لیکن شادان کے حالات بدون حوالہ لکھے ہیں (ص ۱۰۰) - میرا خیال ہے کہ مولف نے اور باتیں بھی اس سے لی ہوں گی ، گو ان کا حوالہ موجود نہیں -

تذکرہ شورش : مولف شورش سے رفعت الہ آبادی کے یہاں اکثر ملا کرتا تھا ، فصل ہم میں زمانۂ وفات شورش بقول مولف کا ذکر ملے گا - ترجمۂ شورش میں مولف نے لکھا ہے کہ اس کا نام " یادگار دوستان " ہے ، ایک مدت کی سعی سے اس سنہ میں جو " یادگار دوستان روزگار " (= ۱۱۹۱) سے معلوم ہوتا ہے ، مرتب ہوا (ص ۱۱۲) - مفتی برکت اللہ کی طرف جو دو

شعر مولف نے منسوب کئے ہیں ، اُن کی نسبت اس کا قول ہے کہ میں نے شورش سے سنے تھے (ص ۳۶) - تذکرہ شورش مطبوعہ ' کتبخانہ دانشگاہ آکسفرڈ کے عکس پر مبنی ہے ، اور یہ وہی نسخہ ہے جس سے اسپرنگر نے کام لیا تھا اور دیوان جوشش کی ترتیب میں مدد لی گئی تھی - اس نسخے میں نہ دیباچہ ہے ، نہ خاتمہ اور بعض مقامات میں صریحاً کسی شخص نے تصرف کیا ہے - اس نسخے میں نہ وہ نام ہے جو مولف نے دیا ہے اور نہ وہ مصرع تاریخ جو اوپر نقل ہوا ہے -

تذکرہ شورش کا جو خطی نسخہ ڈاکٹر محمود الٰہی نے جونپور میں دریافت کیا ہے ، اس میں وہ نام نہیں جو مسرت میں ہے ، خود شورش کی عبارت جو انہوں نے ''باز یافت'' ص ۱۹۲ میں نقل کی ہے اس پر مشعر ہے کہ '' رموز الشعرا '' نام ہے ، مگر شورش اس میں مضائقہ نہیں سمجھتا اگر اسے تذکرہ' شورش کہا جائے - نسخہ' مطبوعہ میں مفتی مذکور کا ذکر نہیں ، اور دو اشعار میں سے ایک بساون لعل بیدار کے نام درج ہے -

ہے تمرے سوا کون مجھے دیکھنے والا
ہاں تجھ کو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ (ص ۹۷)

نسخہ' جونپور میں مفتی کا ذکر ہے یا نہیں ، اور یہ شعر کس نام سے ہے ' میں یہ جاننے سے قاصر ہوں -

تذکرہ' محافل الشعرا مولفہ علی ابراہیم خاں خلیل: مولف ترجمہ' خلیل میں لکھتا ہے : '' مدتیست کہ در پئے تالیف تذکرہ' شعرائے متقدمین و متاخرین کمر سعی بر میان بستہ و تذکرہ' محافل الشعرا نامش نہادہ لیکن ... تا حال .. بانجام نہ رسیدہ '' (ص ۷۲) - چونکہ مولف نے اس کے معاً بعد خلیل کے اردو تذکرے کا ذکر کیا ہے ، عدم صراحت کے باوجود ، واضح ہے کہ محافل الشعرا شعرائے فارسی کا تذکرہ ہے - اس تذکرے کا نام صحف ابراہیم ہے اور یہ خود خلیل کے بیان کے بموجب ۱۲۰۵ھ میں مکمل ہوا تھا (صحف ابراہیم) - اس کا ایک ناقص نسخہ کتب خانہ' خدابخش پٹنہ میں ہے اور مکمل برلن کے ملکی کتب خانہ میں تھا ، جو اب ممکن ہے کہ ٹیوبنگن میں ہو - یہ نا ممکن نہیں کہ خلیل کا ارادہ ابتدا میں یہ ہو کہ محافل الشعرا نام رکھا جائے -

تذکرۂ ریختہ مولفہ خلیل کے متعلق بیان مؤلف فصل ۴ میں دیکھا جائے ۔ مؤلف جس زمانے میں مرشد آباد گیا تھا ، یہ تذکرہ لکھا جا رہا تھا ، اس کے برسوں بعد مکمل ہوا ۔ اس زمانے میں مرتب کر کے " پریشان " کر دینے کا سوال ہی نہیں ، خلیل نے کسی مصلحت سے مولف کو ناتمام تذکرہ نہیں دکھایا ۔ یہ وہی تذکرہ ہے جس کا نام گلزار ابراہیم ہے ، اور جو مسخ شدہ شکل میں طبع بھی ہو چکا ہے ۔ کلیم الدین احمد صاحب نے دو یا تین خطی نسخوں سے اس کا متن تیار کیا ہے اور یہ طبع ہو رہا ہے ۔

مجمع النفائس مولفہ آرزو کا ذکر ترجمۂ آرزو میں ہے ، مگر اس کے حوالے سے کوئی بات مسرت میں درج نہیں ۔ اس کا سال تالیف مؤلف نے ۱۱۶۰ھ بتایا ہے ، مگر یہ بڑا ضخیم تذکرہ ہے ، برسوں کی محنت سے تیار ہوا ہوگا ۔ زمانۂ تالیف کی بحث مقدمۂ دستورالفصاحت میں ہے ۔

سرو آزاد مولفہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حوالے سے امید کا حال لکھا گیا ہے (ص ۱۶) ۔ لیکن مسرت اور سرو آزاد میں کچھ فرق ہوگیا ہے ۔

سرو آزاد : در زمان محمد معزالدین بتقریب خدمتی بره ..... برهان پور آمد و در ایام اینت ..... سید حسین علی خاں معزول شده بخجسته بنیاد (اورنگ آباد) رسید و بداروغگی احشام کرناتک مامور گردید و ... به ارکات رفت و بعد چند گه رفاقت مبارز خاں ناظم حیدرآباد اختیار کرد و روز جنگ با مبارز خاں حاضر بود ، بعد کشته شدن مبارز خاں در قید ... آصف جاه افتاد و غزلے . بجناب نواب ارسال داشت ، نواب ... حراست قلعه منی مرک از توابع کرناتک ... تفویض فرمود ۔ قزلباش خاں بعد چندے رخصت حرمین . گرفت و . مراجعت نمود ۔ نواب .. بدستور سابق مورد الطاف ساخت و چون نواب ... در سنه خمسین و ماه و الف حضور طلب شد ، قزلباش خاں در رکاب نواب به شاهجهان آباد رفت و در سفر بنیال ملتزم رکاب بود ، . موسیقی هندی .. خوب میدانست و میگفت و چون نواب ... به .. شاهجهان آباد معاودت فرمود قزلباش خاں همراه رفت و ازاں وقت در دارالخلافه باز اقامت گشاد " موت ۱۱۵۹ھ ، قطعۂ تاریخ وفات جس کا سادہ " جاں دادہ قزلباش خاں " ۔ ذوالفقار خاں سے متعلق حکایت (ص ۲۰۹) مسرت میں ہے کہ عہد معز الدین میں کسی خدمت پر برهان پور گئے اور مدتوں وہاں کے ناظموں کے ساتھ بخوبی بسر کی ۔ عہد حکومت آصف جاہ میں قزلباش خاں باجازت حجاز

گئے اور بعد تحصیل زیارت واپس آ کر بدستور منورد الطاف رہے - ۱۱۵۰ھ میں آصف جاہ دہلی طلب ہوئے تو یہ ہمراہ تھے ، اور اس وقت سے تا آخر وہیں رہے - قطعہ' آزاد مادہ '' جان داد قزلباش خاں'' (اس سے ۵ کا فرق ہو گیا ، مگر یہ کاتب کی غلطی ہوسکتی ہے) حکایت ذوالفقار خاں اور موسیقی کے متعلق وہی بات ہے جو آزاد نے لکھی ہے- (ص ۱۶)

مولف نے لکھا ہے کہ یہ '' ما حصل '' ہے ، لیکن بعض ضروری باتیں چھوڑ دی ہیں ، اور سندوں ناظمان برہان پور کے ساتھ بخوبی بسر کرنا اپنی طرف سے اضافہ ہے - مسرت کے ترجمہ' آرزو میں آزاد کا کہا ہوا قطعہ' تاریخ وفات ہے (ص ۱۱) مگر یہ سرو آزاد میں نہیں -

[۸]

مولف الہ‌آباد و غازی پور وغیرہ کے متعدد شعرا سے ذاتی تعلقات رکھتا تھا ، دوران سفر میں لکھنؤ ، بنارس ، پٹنہ ، مرشد آباد ، کلکتہ وغیرہ میں وہ بہتوں سے ملا ، لیکن کبھی ذاتی تعلقات اور ملاقات کا ذکر کرتا ہے ، کبھی نہیں - پٹنہ ، مرشد آباد اور کلکتہ میں وہ خیرالدین محمد کے ساتھ تھا ، کہیں کہیں یہ لکھا ہے کہ ان سے فلاں شاعر سے ملاقات ہوئی - قرینہ' قوی ہے کہ وہ بھی ان شعرا سے ملا ہوگا ، لیکن لازماً اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا - بعض شعرا سے ملاقات نہ ہونے کا صراحتاً ذکر کرتا ہے ، کبھی کبھی وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ کلام کس طرح حاصل ہوا یا کوئی بات کس سے معلوم ہوئی ، اس نے اس سلسلے میں بعض بیاضوں کا بھی حوالہ دیا ہے- بکثرت مقامات میں وہ یہ لکھتا ہے کہ اشعار حافظے سے لکھے -

(۱) خواجہ صاحب میر الم سے پٹنہ میں ملاقات ہوئی وہ ''اکثر'' اس کے یہاں جایا کرتے تھے ، ان کے اشعار جو مسرت میں ہیں ، خود انھیں سے سنے تھے- ص ۱۵ - (۲) اشعار آشنا از '' سفینہ' آشنائی''، ص ۱۷ - (۳) اشعار تصور از ''سفینہ'' - ص ۳۱ - (۴) میرزا بنیاد مولف کی خرد سالی کے زمانے میں وارد الہ‌آباد ہو کر اس کے بھائی سے مربوط ہوا - جنگ نامہ' احمد شاہ درانی و مرہٹہ '' زبان رنجنہ '' میں لکھا تھا ، بنیاد بالآخر دکن چلا گیا '' وقت تحریر ... شعرے از اشعار رنجتہ او بخاطر نبود ، ... چند ابیات محسن ... در تعریف امام ہو لی ، بقید قلم آوردہ شد '' - ص ۳۴ - اس کے باوجود غزل کا ایک شعر موجود ہے - (۵) محسن صاحب نو طرز مرصع جس کا اقتباس مسرت میں ہے ، مولف سے بہت محبت کرتے تھے - ص ۳۴۲ - (۶) میر حسن

صاحب تذکرہ کے ایک مطلع کے متعلق مرقوم ہے کہ " مطلع سر دیوان " ہے ، مگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ دیوان مولف نے دیکھا تھا ، یہ الفاظ تذکرۂ میر حسن میں ہیں اور میر حسن کے کل اشعار تذکرے سے ماخوذ ہیں - (۷) خیرالدین محمد حسرت کے اشعار فارسی مظہرالغرائب سے منقول ہیں - ص ۶۵ - (۸) میرزا محمد حسن حسینی دہلوی اصفہانی الہ آباد پہنچے تھے اور وہیں فوت ہوئے ، مولف کے بھائی سے "بغایت مربوط" تھے - ص ۷۰ - (۹) مکنی لعل خوشدل کا بنگالی ہونا اور پٹنہ میں بفراغ بالی زندگی بسر کرنا ، نہا کرداس ضمیر کے حوالے سے لکھا ہے - ص ۷۴ - (۱۰) خادم عظیم آبادی سے ملاقات نہیں ہوئی ، دوستوں سے ان کی بہت تعریف سن کر مولف ان سے 'غائبانہ' محبت کرنے لگے تھے - ص ۷۵ - (۱۱) خادم متوطن میر بھوم کو مولف سے محبت تھی - ص ۷۶ - (۱۲) درد کے ایک دھرے کی شان نزول بقول "شخصے" مصنوعی روایت معلوم ہوتی ہے - ص ۷۷ - (۱۳) غلام احمد دوست پٹنہ میں مولف سے ملا کرتے تھے اور اپنے اشعار پڑھا کرتے تھے - ص ۱۱ - (۱۴) سرب سکھ دیوانہ جس زمانے میں میر بحر الہ آباد تھے ، مولف نے " کثر اوقات " انہیں دیکھا - ص ۸۱ - (۱۵) آسا رام ذوق غازی پوری کلکتہ میں مولف کے بھائی کے اوصاف سن کر " بہ ذوق شوق تمام شرف اندوز ملازمت " ہوئے - اشعار منقولہ " بطریق یادگار نذر مولف " کیے تھے - ص ۸۳ - (۱۶) رستم علی رستم الہ آباد میں بیتاب سے اصلاح لیتے تھے ، دکن گئے - غازی پور میں ایک 'شخص' نے رستم کے بنگالہ جانے کا ذکر کیا - ص ۸۴و۸۵ - (۱۷) راسخ عظیم آبادی مولف سے 'اکثر' ملتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے - ص ۸۶ - (۱۸) جعفر خاں راغب " در وقت قیام گرامی برادر ... در...عظیم آباد عجبت تمام راغب ملاقات آں جناب شدہ ، دوستی تمام بہم رسانیدہ اکثر بملاقات خود راحت اندوز می ساخت " - ص ۸۹ - (۱۹) نصیر علی خاں رضا مولف سے اکثر ملاقات کیا کرتا تھا - ص ۹۱ - (۲۰) رفعت الہ آبادی کے ترجمے میں ان سے ملاقات کا ذکر نہیں ، لیکن یہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ مولف شورش سے انہیں کے یہاں ملا کرتا تھا (رجوع بفصل ۔) - (۲۱) ایک شعر زوار غازی پوری کا منصف غازی پوری سے سن کر درج تذکرہ کیا - ص ۹۶ - (۲۲) مؤلف سودا سے لکھنؤ میں ۱۱۹۱ھ میں ملا اور "زیادہ از شنیدہ" پایا - ایک حکایت جس کا آغاز " گویند " سے ہے یہ ہے :

سودا ایک دن میر ماشاءاللہ سے ملنے گئے ، اثنائے گفتگو میں " صحبت

ناچاق " ہوئی ، وہ متلون مشہور ہیں ، سودا کے فی البدیہہ ان کی ہجو میں چند شعر کہے جن میں سے ایک مسرت میں ہے :

دم میں تولا ہیں دم میں ماشا ہیں
میر کیا ہیں عجب تماشا ہیں (ص ۹۷)

یہ حکایت کہیں اور میری نظر سے نہیں گزری ، اور یہ شعر یا اس کے ساتھ کا کوئی اور شعر پچیس تیس نسخے کلیات سودا کے جو میں نے دیکھے ہیں ، ان میں نہیں ، کسی اور کتاب میں بھی یہ شعر نہیں ملتا۔

مولف نے معارضہ سودا و ضاحک کے متعلق لکھا ہے کہ سودا نے جو ہجویہ مخمس (مصرع ۱: ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھرایا) لکھا تو میر حسن نے بڑی منت و الحاح سے التجا کی کہ اسے شہرت نہ دیں ، لیکن سودا کی سعی اخفا کے باوجود مشہور ہوگیا (ص ۹۸) ۔ اس حکایت کے قبول کرنے میں مجھے تامل ہے۔ (۲۳) سجاد کا شاگرد مضمون ہونا سجاد کے دوست میر مہدی سے معلوم ہوا ۔ ص ۱۰۶ ۔ (۲۴) میر رحمت اللہ سودا سے مرشد آباد میں " اکثر " ملاقات ہوتی تھی ، مولف نے ان کے اشعار مانگے ، سودا نے بڑی معذرت کے ساتھ فارسی عبارت نثر کے ساتھ دی ، نظم و نثر ہر دو درج مسرت ہیں ۔ ص ۱۰۹ ۔ (۲۵) شورش کا دیوان بقول مولف مرتب تھا ، لیکن اشعار مندرجہ مسرت شورش کی زبان سے سنے تھے۔ ص ۱۱۲۔ (۲۶) جوشش کے دیوان کے بارے میں لکھا ہے کہ مرتب ہے لیکن " وقت تالیف نزد مولف حاضر نبود "۔ ص ۵۳ ۔ اشعار مندرجہ کہاں سے لائے یہ نہیں لکھا ۔ (۲۷) خواجہ عاصم خاں شور پسر خواجہ محمدی خاں " وے را مولف یک بار در عظیم آباد دیدہ و اشعار ..... از زبانش شنیدہ " ۔ ص ۱۱۶ ۔ یہ نہیں بتایا کہ اشعار مندرجہ وہی ہیں جو ان سے سنے تھے یا کسی اور ذریعے سے حاصل ہوئے تھے ۔ (۲۸) غلام حسین شہید غازی پوری کے بارے میں لکھا ہے کہ منصف غازی پوری ان کی تعریف کرتے تھے ۔ تحفۃ المومنین کا نظم کرنا بھی ظاہرا انہیں کی زبانی لکھا ہے۔ ص ۱۱۷ ۔ (۲۹) صانع بنگرامی کے دو شعروں کے متعلق لکھا ہے کہ ایک شخص سے سنے (مطلع : قوافی استخوان ، نشان ، ردیف اپنا شعر دیگر: نا مہربان قافیہ ، ردیف اپنا) مگر جہاں تک مجھے یاد ہے یہ دونوں مذکرہ گردیزی میں ہیں ۔ (۳۰) صمصام الدولہ متخلص بہ صمصام کے متعلق لکھا ہے کہ نہ جانے یہ صمصام الدولہ خاندوران محمد شاہی ہیں یا کوئی اور شخص ۔

ایک شعر ان کے نام سے کسی جگہ دیکھا تھا ، یاد رہ گیا " نزدیک ہے خزاں کا ہوے گذر چمن میں ... الخ" - ص ۱۲۰ - تذکرۂ گردیزی میں ان کا ذکر ہے ، مگر جہاں تک مجھے یاد ہے صمصام تخلص اس میں درج نہیں اور نہ اس کی کوئی قابل قبول شہادت موجود ہے - یہ شعر غالباً اس تذکرے میں ہے - (۳۱) میر ضیا سے "اکثر" پٹنہ میں ملنا ہوتا تھا۔ ص ۱۲۳ - (۳۲) ٹھاکر داس ضمیر نے اپنے اشعار ریختہ خود لکھ کر مرشد آباد میں دیے تھے - ص ۱۲۵ - مولف نے ضمیر کا ایک فارسی قصیدہ درج کیا ہے ، مگر اس کے ماخذ کا ذکر نہیں کیا - (۳۳) مرزا ظہور علی ظہور مقیم مرشد آباد " باستماع اوصاف گرامی برادرم ... از کمال قدر شناسی و فقرا پرستی برائے ملاقات آمد و محبت بسیار نمود" - ص ۱۲۹ - (۳۴) شیو سنگھ ظہور "این چند اشعار از دیوان اوست" - ص ۱۳۳ - مگر اشعار جہاں تک مجھے یاد ہے وہی ہیں جو تذکرہ گردیزی میں ہیں ، یہ بعید از قیاس ہے کہ اس شاعر کے دیوان سے لئے ہوں - (۳۵) میر اعظم اعظم دہلوی برادر خرد میر محمد معصوم ، مولف سے مرشد آباد میں ملاقات ہوئی - ص ۳۶ - (۳۶) عبداللہ عبد وارد مرشد آباد ، انہیں مولف سے محبت تھی - ص ۱۳۷ - (۳۷) رائے بھکاری داس عزیز الہ آباد میں تھے تو اکثر ان پر نظر پڑتی تھی - ص ۱۳۹ - (۳۸) سید ہدایت علی خاں عاشق سے کلکتہ میں " اکثر " ملاقات ہوئی - ان کے دیوان کا ذکر کیا ہے ، لیکن صراحتاً یہ نہیں لکھا کہ اشعار اس سے ماخوذ ہیں - (۳۹) غلام حسین خان مقیم بنارس "بکمال محبت و سلوک مودت پیش می آید" - ص ۱۴۷ - (۴۰) میر شمس الدین فقیر کے ایک شعر :

ترا منہ دیکھ بلبل گل سبھی بیزار ہو جائے
اگر گل تجھ تلک پہنچے گلے کا ہار ہو جائے

کے متعلق لکھا ہے " شاہ قدرت اللہ کہ از ہمنشینان و دوست میگفت کہ عزیزی از دوستانش تالیف تذکرۂ شعرائے ریختہ داشت ، ازو استدعائے شعرے کرد بدیہہ ایں شعر گفتہ فرستاد " - ص ۱۵۰ - یہ شعر جس تذکرے میں سب سے پہلے آیا ہے وہ قائم کا تذکرہ ہے ، اس میں یہ باتیں درج نہیں ، مزید یہ کہ شاہ قدرت اللہ سے جیسا کہ ترجمۂ قدرت میں ہے ملاقات نہ تھی - یہ بات مولف نے قدرت سے نہیں ، کسی اور شخص سے سنی ہوگی - (۴۱) قفان اور ایک رنڈی کے متعلق حکایت جس کا آغاز " خود می

گفت'' ہے ہے۔ ص ۱۵۱ - مگر فغاں مولف کے ورود پٹنہ سے کئی سال قبل مر چکے تھے اور فغاں الہ آباد گئے بھی ہوں گے تو اس وقت مولف برس دو برس کا ہو گا - دیوان فغاں کی شہرت کا ذکر ہے لیکن یہ نہیں کہ اشعار کہاں سے لئے۔ (۴۲) مرزا محمد علی فدوی سے پٹنہ میں اکثر ملاقات ہوتی تھی ، مولف سے '' کمال محبت '' - ص ۵۳ - ذیل ترجمہ' قمر الدین منت میں مولف نے ایک غزل کے متعلق جس کے قوافی سالوسی ، مایوسی ، طاؤسی وغیرہ ہیں اور ردیف ' ہے ' لکھا ہے : '' بیش ازیں از اکثر مردم شنیدہ بودم کہ این ریختہ از نتائج فکر گنا بیگم ... است و او ہم منت تخلص می نماید ، لیکن چوں در عظیم آباد تذکرہ' این سخن بمرزا فدوی درمیان آمد گفت کہ منت تخلص میرزا (خود مولف نے اس سے قبل و بعد میر لکھا ہے اور یہی درست ہے) قمر الدین است و نیز این اشعار زاد ہائے طبع اوست ، لہذا ... در ذیل احوال میر نوشتم'' - ص ۲۱۴ - (۴۳) فرحت اللہ فرحت کے دیوان فارسی و ریختہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ضائع ہو گئے - اشعار مندرجہ فرحت کے دوستوں سے سنے - ص ۱۶۰ - (۴۴) میرزا فدا علی فدا ''از فدائیان فدوی'' پٹنہ میں ان سے ملاقات کے لئے آئے اور چند شعر بطور ہدیہ دئے ظاہرا وہی منقول۔ ص ۱۶۵- (۴۵) فضائل علی خاں کی مثنوی کے متعلق لکھا ہے '' وقت تحریر تمام مثنوی باخود نبود ، مگر چند اشعار کہ از ایام خرد سالی ازبر بود می نگارد '' ص ۱۶۷ - اس کے ۶۷ اشعار مسرت میں ہیں جن میں سے ۲۱ تذکرہ' میر حسن میں بھی ہیں، ۴۶ جو مسرت میں زیادہ ہیں کہیں اور نہیں ملتے۔ (۴۶) قدرت کے بارے میں رجوع بہ ۴۰ - مولف کی درخواست پر اپنے اشعار خود لکھ کر بھیجے - ص ۱۷۳ - مسرت میں ظاہرا وہی اشعار - (۴۷) برکت اللہ قرین کے متعلق لکھا ہے کہ برسوں یقین کے ہمنشین رہے ، اور خود ان کی زبانی یقین کے ادعا پر انہیں کی غزل کی زمین میں شعر پڑھے (ردیف ' کیا قدرت ') اور قرین کے عشق کا واقعہ لکھا ہے - ص ۱۷۴ و ۱۷۵ - مگر صراحتاً یہ نہیں لکھا کہ مولف سے کہتے تھے یا کسی اور شخص سے مؤلف کو معلوم ہوا - (۴۸) علی نقی کافر دہلوی '' در ہنگامے کہ ہمراہ ... عالی جاہ (میر قاسم) وارد الہ آباد شدہ بود اکثر جہت ملاقات ہمین برادر مولف ... می آید و اشعار خود میخواند ... ایں چند اشعار او بر صفحہ' سینہ مرقوم بود '' - ص ۱۷۸ - ظاہرا مولف نے خود کافر کی زبان سے سنے - ان میں ایک رباعی '' نت میکدے میں پھرے ہے

شکی شکی... الخ" بھی ہے (ص ۱۷۹) جو دوسروں کی طرف بھی منسوب ہے۔
(۴۹) مظہر۔ جان محمد ناتواں کی زبانی لکھا ہے کہ شہادت مظہر کے بعد ان کے بعض دوستوں نے دیوان مظہر کو اس ارادے سے کھولا کہ جو شعر "سر صفحہ" نکلے وہ "کتابہ لوح مزار" بنایا جائے، کرامت دیکھئے کہ یہ شعر نکلا:

بلوح تربتم از غیب پیدا ہست تحریرے
کہ ایں مقتول را جز بےگناہی نیست تقصیرے (ص ۱۸۳)

مصنوعی حکایت معلوم ہوتی ہے۔ (۵۰) محزوں کا فارسی قصیدہ مولف کو "ازبر" تھا، تذکرے میں ہے۔ ص ۱۹۲۔ (۵۱) مضمون کے متعلق "گویند" سے ایک حکایت شروع ہوتی ہے کہ مرض الموت میں روز وفات ان کے دوست ان کے پاس جمع تھے اور ان میں سے ہر ایک "شدائد قیامت" کا ذکر کر رہا تھا "حالت احتضار میں آنکھ کھولی یہ شعر پڑھا اور فوراً مر گئے:

شور محشر ستی واعظ نہ ڈرا مضموں کو
ہجر کے صد سے اٹھاتا ہے قیامت کیا ہے (ص ۱۹۸)

اس حکایت کے مصنوعی ہونے میں کچھ شک نہیں۔ (۵۲) خواجہ بخش منتظر شاگرد بیتاب الہ آبادی مؤلف کے زمانۂ اقامت پٹنہ میں ایک انگریز کے ساتھ وارد ہوئے، مؤلف کو معلوم ہوا تو ملنے کا اشتیاق ہوا مگر وہ خود اس کے برادر بزرگ کے وہاں ہونے کی خبر سن کر آ گئے "خیلے خلیق و متواضع و یار باش... دیدم و از سخنوران عظیم آباد تعریف خوشگوئی بسیار شنیدم و قطع نظر از شعر گوئی شعر خوانی او بدل ناخن میزند"۔ ص ۲۰۷۔ مولف نے صراحتاً یہ نہیں لکھا کہ اشعار مندرجہ کہاں سے لئے۔ (۵۳) مشتاق عظیم آبادی۔ کہتے ہیں کہ دواوین ریختۂ شاعران ہندوستان و عظیم آباد و مرشد آباد جمع کئے ہیں اور تذکرہ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ص ۲۰۹۔ جمع دواوین کا ذکر دوسری جگہ بھی دیکھا ہے، لیکن ارادۂ تذکرہ نویسی صرف مسرت سے معلوم ہوتا ہے۔ مشتاق کا کوئی تذکرہ یا مجموعۂ اشعار موجود نہیں۔ (۵۴) میر ماشاء اللہ مصدر۔ مولف مصدر سے لکھنؤ میں ملا تھا، یہ صراحت نہیں کی کہ ۱۱۹۱ء یا ۱۱۹۴ھ میں۔ وہ لکھتا ہے کہ نکتہ فہمی و حاضر جوابی میں یگانۂ زمانہ ہیں، لیکن زیادہ گوئی

نے ان کے کمال کو مکدر کر دیا ہے - اپنی عمر سو سال کے قریب بتاتے ہیں لیکن دیکھنے میں جوان ہیں - ان کا قول ہے کہ ہمارے خاندان میں کوئی صد سالہ مرتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ جوان مرا - " اکثر از جودت طبیعت اشعار نامربوط منتظم می سازد ، و بیت هزاری و دو هزاری و چهار و پنج و علی هذا القیاس نام می گذارد - لهذا اشعارش که خالی از چاشنی و لطافت نیست آن هم بے اعتبار گردیده ... روزے در لکهنؤ اتفاق روداده بود در اثنائے آن ابیات چهار هزاری و پنج هزاری این چند اشعار خواند که پسند طبع افتاد :

قاصد اشک نه استاد که بر سم خبرے
گرم از وادیٔ دل آمد و بیتاب گذشت

باز دل شد اسیر دام کسے　　رفت از خویش و گفت رام کسے
نیم بسمل گذاشت صیادم　　وائے بر کار ناتمام کسے

اشعار هندی وے نیز از همین قبل است" برهمی وضع بنگاله کے بعد ' هندوستان ' گئے اور شجاع الدوله کی سرکار میں "اقتدار کلی" اور کمال تقرب حاصل کیا - ان کی موت کے بعد آصف الدوله کی سرکار میں رہے - ۱۱۹۳ھ میں "کشیده خاطر" هو کر لشکر نجف خان میں چلے گئے :

تیرے نقش قدم کو لائیے گا　　کعبہ اپنا الگ بنائیے گا

مسی کی دھڑی اوپر کیا پان کی لالی ہے
شبخون کے کرنے کو یہ وضع نکالی ہے

(ص ۲۱۱ و ۲۱۲)

اشعار نا مربوط کو منتظم کرنے سے کیا مراد ہے ، واضح نہیں -
(۵۵) گنا بیگم زوجہ نواب عماد الملک - مقبول نبی خلف یقین سے جو حرم نواب میں پرورش پائے ہیں ، معلوم ہوا کہ اوائل میں گنا بیگم کا تخص

منت تھا - میر قمر الدین کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کا یہ تخلص ہے تو اسے ترک کیا اور مقاطع میں تخلص نہیں لاتیں - ص ۲۱۴ -

گنا بیگم صبیہ علی قلی خاں والہ داغستانی " در ایامیکہ نواب از جینگر بہ گوھد می آید وے نیز چوں جان با جسم ھمقرین نواب بود ، اتفاقاً در نور آباد کہ مابین گوھد و گوالیار واقع است سواری بیگم قدرے پیشتر از سواری نواب رسید ، بیگم از آبدار آب طلبید ... آبدار از چاہے کہ بر سر راہ بود قدرے آب برآوردہ گذرانید خوردنش ھماں بود و جاں دادنش ھماں ... نواب بعد رحلتش... رسید ... نعش وے را ھماں جا امانت گذاشتہ بہ گوھد آمد بعد مدتے از آں جا نقل نمودہ بہ دھلی فرستاد ... بیگم در سلیقہ شاعر زیب النسائے مجالس نکتہ دانی بود و در شیوہ حاضر جوابی نور جہان ثانی ... در اشعار وے بسیار اختلاف است ، مردم اشعار میر سوز اکثر بنام وے میخوانند ، روزے مذکور ایں معنے از میرزا مقبول نبی نمودم ، وے بیاض مسودہ دست بیگم آوردہ بمن نمود ، ازیں چند اشعار ازو برچیدم :

جس(۱) طرح لگی دل کو مرے چاہ کسو کی
اس طرح نہ لگیو مرے اللہ کسو کی
اب زلف دراز اپنی کو ظالم نہ گرہ دے
کیا فائدہ جو عمر ہو کوتاہ کسو کی

بلبلو (۲) تم کو وہ گل زار مبارک ہووے
ہم کو وہ سایہ دیوار مبارک ہووے

ایک تو رسوا کیا عالم میں تیری نیہہ نے
دوسرے سننے پڑے لوگوں کے طعنے میہنے

اس کا پیغام (۳) مجھے کیونکہ زبانی آوے
نام سنتے ہی مرا جس کو گرانی آوے

۱- اس زمین کے دو شعر اور
۲- اس زمین کے چار شعر اور
۳- اس زمین کے دو شعر اور

چونتیس

اشک امڈا ہو تو پھر ضبط سے کم رکتا ہے
ناصحا اٹھ مرے بالیں سے کہ دم رکتا ہے

زلف کا کھولنا بہانا (۱) ہے
مدعا ہم سے منہ چھپانا ہے

شب کو طلب (۲) میں تیری تپاں ہم بھٹک بھٹک
جوں حلقہ در پہ رہ گئے سر کو پٹک پٹک

یوہیں جو تپش دل پہ ہر اک آن رہے گی
پور کاہے کو اس دکھ سے مری جان رہے گی

مت کر (۳) خیال دل تو رخ و زلف یار کا
دن اور رات جمع ہوں بارے کہاں کہاں

مختلف زمینوں کے نو اشعار کے بعد "گویند روزے عماد الملک در خواب بود بر بالین وے بیگم آمد، چوں غافل دید برگشت، ناگاہ نواب بیدار شد و ایں مصرع بدیہہ خواند 'آ کر ہماری لاش پہ کب یار کر چلے' بیگم فی الفور گفت 'خواب عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے' بعد ازیں ریختہ را تمام کرد" اس زمین کے ۴ اور شعر جن میں سے ایک یہ:

کیا سحر تھا نہ جانیو گلشن میں آن کر
بلبل کو گل کی شکل سے بیزار کر چلے

مجھے یاد آتا ہے کہ ایک انگریزی کتاب میں دیکھا ہے کہ گنا بیگم کی قبر نور آباد میں ہے اور "غم گنا بیگم" = ۱۱۸۳ سے تاریخ وفات نکلتی ہے - کل اشعار منسوب بہ گنا بیگم اسی کے ہیں یا ان میں دوسروں کے اشعار بھی شامل ہیں، یہ بحث "آوارہ گرد اشعار" میں ہوگی - "کر چلے" والے

۱- اس زمین کا ایک شعر اور
۲- اس زمین کا ایک شعر اور
۳- بارے قافیہ، اس زمین میں دو شعر اور

شعر کے متعلق جو حکایت ہے وہ ظاہر ہے کہ مجموعۂ اشعار میں نہ ہوگی ، اور ظاہرا اس کا راوی بھی مقبول نبی نہیں کوئی اور شخص ہے ۔ یہ بعض دوسری کتابوں میں ہے ، مگر اس کے مصنوعی ہونے میں شک نہیں ۔ 'کر چلے' ردیف والے دو شعر جو میں نے نقل کئے ہیں اس زمین کے ایک اور شعر کے ساتھ جو مسرت میں نہیں ، تذکرہ میر حسن میں عظیم شاگرد سودا مقیم فرخ آباد کے نام سے درج ہیں (٥٦) محمدی بیگم کے دو شعر بحوالۂ ولی اللہ محب درج ہیں ۔ ص ٢٢٢ ۔ (٥٧) مقبول نبی مقبول سے فرخ آباد میں ملاقات ہوئی تھی اس کا ذکر گنا بیگم کے سلسلے میں آیا ہے مگر خود اس شاعر کے تذکرے میں اس کا ذکر نہیں ، اور نہ یہ کہ اشعار کہاں ملے ۔ (٥٨) ولی اللہ محب نے اشعار مندرجہ فرخ آباد میں '' بطریق ہدیۂ دوستانہ '' مولف کی نظر سے گزرانے تھے ۔ ص ٢١٠ ۔ (٥٩) شیخ فتح (علی) منصف غازی پوری '' با مولف بسیار مربوط است '' ۔ ص ٢٢٣ ۔ (٦٠) میر مہدی دہلوی ، بعد خرابی دہلی وارد الہ آباد ہوئے ، طب میں ''حذاقت کلی'' اور تصوف کا ذوق رکھتے ہیں ۔ شاعر فارسی و ریختہ ، ''تمام دیوان حافظ'' کا تتبع کیا ہے اور غزل کے برابر غزل لکھی ہے ۔ مضمون کے شاگرد ہیں ۔ ان کے ''مہین برادر'' میر محمد عسکری مرشد آباد میں ''کمال عزت و امتیاز'' کے ساتھ بسر کرتے ہیں اور طب میں مسیحائی سے کام لیتے ہیں ، وقت ورود مرشد آباد ان کی زیارت سے دل شگفتہ ہوا ، لیکن سخت حیران ہوں کہ اس '' جاہ و ثروت'' کے باوجود وہ اپنے ''مہین برادر'' کے حال سے غافل کیوں ہیں ۔ ''میر موصوف'' کی زبانی سنا کہ وہ بھی شعر فارسی برجستہ و خوب کہتے ہیں ، یہ شعر ان کا ہے :

چرخ خونخوار کو لوہو میں ڈبونے نہ دیا
ناصحوں نے مجھے دل کھول کے رونے نہ دیا

اس کے چند اشعار اس عبارت کے ساتھ '' ایں چند اشعار نتائج میر مہدیست'' ان اشعار میں یہ بھی ہے :

مرا احوال سن فرہاد رو دے وہ اپنا کھودنا پتھر کا کھودے

(ص ٢٢٥ و ٢٢٦)

مولف نے ایک جگہ میر مہدی اور دوسرے میر محمد عسکری کو ''مہین برادر'' لکھا ہے تو یہ حیرت کی جگہ ہے ، لیکن قرینہ ہے کہ یہ کتاب کی

غلطی ہے۔ ''میر موصوف'' سے ظاہر میر مہدی مراد ہیں ، اور ''چرخ الخ'' میر محمد عسکری کا شعر ہے ، لیکن مقتضائے مقام یہ تھا کہ یا تو فارسی و ریختہ دونوں لکھنے کا ذکر ہوتا یا فارسی شعر ہوتا ۔ آخری شعر ''مرا احوال الخ'' تذکرہ' میر حسن میں بنام مرزا مہدی جن کا ذکر ذیل متوسطین میں ہے، میر حسن نے ان کے بارے میں صرف یہ لکھا ہے ''شخصے بود''۔ (۶۱) دیوان محمد علی نالاں کا ذکر آ چکا ہے (رجوع بفصل ۷) صرف ایک شعر کے بارے میں صراحتاً لکھا ہے کہ دیوان میں دیکھا ۔ ص ۲۷۰ ۔ (۶۲) جان محمد ناتواں جونپوری مقیم پٹنہ ''روزے استدعائے اشعار او نمودم ایں چند (اشعار) بدیہہ انشا فرمود ، پپاس حقے کہ ہر مولف دارد خالی بودن ایں تذکرہ از ذکر وے گوارا نہ کردم ... یک شعر فارسی نیز روزے بدم میخواند فی الحقیقت ... برابر ہزار بیت است :

آفریں بر ہمت خس آستیں ہر کو گرفت

یا سلامت بر کنارش برد یا ہمراہ رفت'' (ص ۲۲۸)

(۶۳) مبارک پسر قدرت کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ان کا تخلص والا سنا تھا ، علی ابراہیم خاں سے معلوم ہوا کہ ولہ ہے ۔ ص ۲۳۲ ۔ (۶۴) مرزا محمد علی ولی شاگرد قدوی سے مرشد آباد میں ملاقات نہ ہوئی لیکن وہاں کے لوگوں سے ان کی تعریف سنی ۔ ولی نے چند اشعار ایک دوست کی معرفت بطریق ہدیہ مولف کو بھیجے ، ان میں سے (از ں جملہ) کچھ درج تذکرہ۔ ص ۲۳۹۔ (۶۵) دیوان یقین ''در چار طرف ہندوستان اظہر من الشمس گردید''۔ ص ۲۴۱ ۔ (۶۶) میر عزت اللہ بکدل کے اشعار جو درج تذکرہ ہیں ، ان کے بیٹے سودا سے مرشد آباد میں ملے ۔ ص ۲۴۳ ۔ (۶۷) منصف کا ایک شعر (ذیل ترجمہ' یحیائی) ان کی تحریک سے درج ۔ ص ۲۴۴ ۔

[۹]

حسب ذیل شعرا کا ذکر مسرت سے قبل کے کسی تذکرے میں جو میری نظر سے گزرے نہیں ہے ۔ میں مبتلا و شورش کے تذکروں کو زماناً مقدم اور گلزار ابراہیم کو موخر سمجھتا ہوں ۔ اضطراب (ص ۱۳) صابر علی اظہر شاگرد مظہر (ص ۲۵) بنیاد (ص ۳۴) مفتی برکت اللہ (ص ۳۶) تصور (ص ۴۰) عطا حسین خاں تحسین (ص ۴۱) خیر الدین محمد حسرت (ص ۶۱)

میرزا محمد حسین حسینی (ص ۷۰) محمد شاہ حاضر صحبت یافتہ آرزو (ص ۷۱) بنگالی لعل خوشدل (ص ۷۳) حیدر علی خادم (ص ۷۶) رستم علی رستم (ص ۸۳) تدبیر علی خاں رضا (ص ۹۱) زوار غازی پوری (ص ۹۶) سویدا (ص ۱۰۹) کرم علی خاں شہید (ص ۱۱۳) امر سنگھ شائق (ص ۱۱۸) شیخ محمد اشرف صواب سید پوری شاگرد مصیب - متوفی ۱۱۹۲ھ مولف - نے صواب کے جو اشعار دئے ہیں ، ان میں یہ بھی ہے :

آ بیٹھو تو دو باتیں کریں تم سے میاں ہم
پھر دیکھئے اک دم میں کہاں ہم ہوں کہاں تم

(ص ۱۱۸ و ۱۱۹)

یہ شعر تذکرہ میر حسن میں بنام محمد اشرف جس کا تخلص درج نہیں - میر حسن نے اس کا حال یہ لکھا ہے " از مردم مرشد آباد بداروغگی اخبار فرنگی جان برسٹو صاحب سرفراز است ، طبع موزونی دارد ، یک بٹیر نامہ گفتہ است ، کمتر ہندی و بیشتر فارسی میگوید ، خدایش سلامت دارد " میر حسن نے ذاتی طور پر جاننے کی صراحت تو نہیں کی ، لیکن یہ بعید از قیاس نہیں - محمد اشرف صواب یقیناً محمد اشرف صاحب بٹیر نامہ سے مختلف ہے - شعر کا موخرالذکر کی طرف انتساب درست معلوم ہوتا ہے - صلاح الہ آبادی (ص ۲۱) ٹھاکر داس ضمیر جوان بنگالی نژاد ، انگریزی زبان میں " مہارت کلی " (ص ۱۲۴) مولف چونکہ خود انگریزی سے واقف نہیں ، اس کے سرٹیفکٹ کا کچھ وزن نہیں - انگریزی جانتا ہوگا ، لیکن " مہارت کلی " کے بارے میں تو وہی شخص کہہ سکتا ہے جو اس زبان کو اچھی طرح جانتا ہو - میر اعظم اعظم کا ذکر ردیف ع میں ہے (ص ۳۶) کہیں ایسا تو نہیں کہ تخلص دراصل عظیم ہے - ہدایت علی خاں ، عاشق (ص ۱۴۰) زین الدین عشق (ص ۱۴۳) سعداللہ خاں عاشق (ص ۱۴۴) محمد اسلم شم (ص ۱۴۵) کلب علی غیرت (ص ۱۴۵) غلام حسین خاں (ص ۱۴۶) فدا علی فدا (ص ۱۶۴) عبداللہ خاں ساری مسافر تخلص (ص ۲۱۳) تذکرہ میر حسن میں ایک شاعر مسافر کا ذکر ہے جس کا نام تک میر حسن کو معلوم نہیں ، ان کے تذکرے میں جو شعر ہے وہ مسرت میں نہیں - مقبول نبی مقبول (ص ۲۱۶) گنا بیگم (ص ۲۱۷) محمدی بیگم (ص ۲۲۲) فتح علی منصف (ص ۲۲۳) میرزا ابراہیم مشتاق بنارسی " ان چند اشعار

وے بر السنۂ مشتاق ایں مشہور است" (ص ۲۲۴) ان میں شعر ذیل بھی جو تذکرہ میر حسن میں راجہ رام نرائن موزوں کے نام سے ہے:

غزالو تم تو حاضر ہو کہو مجنوں کے ماتم میں
دوانا مر گیا جس وقت میخانے پہ کیا گزرا

(کذا، ص ۲۲۵)

میر محمد عسکری، ذیل ترجمۂ میر مہدی (ص ۲۲۵) امام بخش نہاں (ص ۲۲۷) جان محمد ناتواں (ص ۲۲۸) نظام‌الدین نادر (ص ۲۳۰) نرنجن (ص ۲۳۲) عبداللہ عبد (ص ۱۳۷)

[۱۰]

مولف سے اس کی توقع کہ واقعات کی چھان بین یا اشعار کے انتساب میں دوسرے تذکرہ نگاروں سے زیادہ محتاط ہوگا بیکار ہے۔ غلط انتساب کے متعلق تو "تختہ" میں اس نے عذر بھی کیا ہے "در تصحیح اشعار (و) لرقیم آں تحت احوال ناظمانش اہتمام عظیم بکار برد م وے چوں اتفاق تطبیق از دواوین شان نیفتاد، اگر شعر یکے در ذیل شعر دیگرے مذکور شود قصور ناقل است نہ تقصیر مولف"۔ مؤلف کی اغلاط کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ استقصا کی کوشش نہیں کی گئی ہے —

بات کیجے غور سے اور ہم سے منہ کو موڑیے
ٹک خدا سے ڈریے ان ظلموں کو اپنی چھوڑیے
منہ نہ موڑے گا یہ عاصی گر یہی منظور ہے
لیجئیے سنگ جفا اور شیشۂ دل توڑیے

بنام آفتاب (ص ۷)، ماہر پسر اشرف علیخاں کے اشعار ہیں۔

ذی قعدہ کا چاند دیکھنے کے ساتھ بادشاہ کسی گورے لڑکے کو دیکھنا چاہتے تھے، علی وردی خاں نے کہا کہ امیر خاں انجام اپنے صاحب زادے کو بلا رکھیں۔ انجام نے کہا کہ حاضر ہے، لیکن آئندہ ماہ کے لئے علی وردی خاں صاحبزادی کو تیار رکھیں (ص ۹)۔ انجام لاولد تھے، قصہ مصنوعی ہے۔

انجام کے والد نے ان سے کہا کہ اپنی ماں سے جا کر کہو کہ بن سنور کر میری منتظر رہیں ۔ انجام نے کہا اگر وہ مصروف ہوں تو دادی سے کہوں گا (ص ۹) ، یہ بھی مصنوعی ہے ۔

میں کہاں تو کہاں یہ کہتے ہیں ۔ کہ یہ آپس میں دونوں رہتے ہیں
ایک بوسہ تو مجھ کو دو صاحب ۔ سنتے ہی سنہ پھرا لو صاحب

رباعی ''نہ دل کو قرار ہے فراری کے سبب الخ'' دو مطلع اور یہ رباعی ان اشعار میں ہے جن کی نسبت مولف کا بیان ہے کہ الم سے سن کر درج تذکرہ کئے ہیں ۔ پہلا مطلع الم کے چچا اثر کا ہے اور دیوان اثر کے علاوہ بعض تذکروں میں بھی اثر کے نام سے ہے ، دوسرا دیوان سوز میں ہے ۔ رباعی تذکرۂ میر حسن وغیرہ میں بنام الم درج ہے ، لیکن درد کے نام سے بھی ملتی ہے ۔ یہ تذکرے ان کے ابتدائی زمانے کے ہیں ، ان کی پیدائش ۱۱۷۰ھ کی ہے ۔ (سفینۂ سنگھ بیدار کا مجموعہ) کیا تعجب ہے اگر یہ اس زمانے میں اشعار کا سرقہ کوئی بڑی بری بات نہ سمجھتے ہوں ۔

احسن اللہ بیان (ص ۲۲) صحیح احسن الدین ۔

زادگاہ حزیں دہلی (ص ۵۵) ، شورش حزیں کے شاگرد نے لکھا ہے کہ اپنے والد کی شہادت کے بعد پٹنہ سے دہلی گئے اور نادر گردی کے بعد واپس آئے ۔ قائم نے انہیں از ''سادات اکبر آباد'' لکھا ہے ۔

خادم علی خاں خادم ساکن عظیم آباد (ص ۷۵) ، علی کی جگہ حسین چاہئے ۔
احمد علی خاں پدر خادم (ص ۷۵) ، خاں نہ تھے ، تخلص تہاست دینا تھا ۔
فقیہہ درد مند (ص ۷۸) ، فقیہہ صاحب ، لفظ آخر جزو اسم ۔
رباعی ''از بسکہ حیا دوست ہے وہ مایۂ ناز الخ'' (ص ۷۹) ۔ یہ رباعی مولف نے درد مند کے نام لکھی ہے ، لیکن سید غلام نبی بلگرامی کی ہے (سرو آزاد ص ۲۹۱) ۔
غلام علی خاں راسخ (ص ۸۰) ، خاں نہیں چاہئے ۔

شب جو اس ماہ سے روشن مری آغوش ہوئی
شمع یاں تک ہوئی شرمندہ کہ خاموش ہوئی

بنام راسخ (ص ۸۶) ، غلطی سے ص ۲۴۹ میں بھی چھپ گیا ہے۔ دیوان راغب میں ہے اور دیوان راسخ کے کسی نسخے میں جو میری نظر سے گزرا ہے نہیں ہے۔

میر برہان رنگین (ص۸۶) ، صحیح مرزا امان بیگ جو تذکرہ میر حسن میں ہے۔

راغب ولد ہدایت علی خاں (ص ۸۹) ، ہدایت اللہ خاں صحیح۔

میر سعادت اللہ سعادت (ص ۱۰۸) ، سعادت علی چاہئے۔

میر محسن از فرزندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی (ص ۱۱۱) ، شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کی اولاد ہی نہ تھی ، میر محسن کہاں سے آ گئے ؟

میر ضیاء الدین ضیا (ص ۱۲۳) ۔ صحیح باضافہ حسین جیسا کہ دیباچہ دیوان میر حسن میں میر حسن نے لکھا ہے۔

خواجہ برہان الدین عاصی دہلوی (ص ۱۳۳) میر برہان الدین آتشی (ص ۲۳)۔ دونوں ایک ہیں ، کسی تذکرے میں عاصی ہے ، کسی میں آتشی ، ان دونوں میں صحیح کون ہے اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ عاصی غلط محض ہے۔

عارف علی خاں عاجز (ص ۱۳۹)۔ صحیح عارف الدین خاں جو تحفتہ الشعرا میں ہے۔

بھکاری داس عزیز (ص ۱۳۹) ۔ صحیح بھکاری لعل جو سفینہ ہندی میں ہے۔

فضائل علیخاں فضائل (ص ۱۶۵) ۔ میر حسن نے بے قید تخلص لکھا ہے ، فضائل تخلص کا کوئی ثبوت موجود نہیں ۔ میں نے اگر اس کے خلاف کہیں کچھ لکھا ہے تو وہ کالعدم سمجھا جائے۔

محمد حسین محزوں (ص ۱۸۸ و ص ۶۲) لیکن ص ۱۹۰ میں غلام حسین ۔ اس نام کے سلسلے میں مولف نے اس صفحے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بعد اس کے صحیح ہونے میں شبہے کی گنجائش نہیں ۔

محمد علی خاں مشتاق (ص ۲۰۹) ۔ علی کی جگہ قلی چاہئے جو دوسرے تذکروں میں ہے۔

نعیم اللہ مرزائی (ص ۲۲۱) ۔ ردیف میم میں جو اس پر مشعر کہ

مرزائی تخلص ہے، اگرچہ مولف نے اس کی صراحت نہیں کی، لیکن ایسے اور شعرا بھی ہیں جن کے ذکر میں تخلص صراحتاً مذکور نہیں مثلاً ہدایت علی مجنوں (ص ۲۰۸) -

حافظ علی ممتاز (ص ۲۲۳) - صحیح حافظ فضل علی ممتاز (تذکرہ قائم و میر حسن) -

محمد وارث نالاں (ص ۲۳۱) - وارث کے بعد علی کا اضافہ ضروری ہے - دوسروں کے تذکروں کے علاوہ دیوان جوشش کا سادہ تاریخ وفات "سید وارث علی نالاں" ہے -

مصطفیٰ خاں...بکرنگ (ص ۲۳۸) - بکرنگ کے ایک مصرع میں مصطفیٰ خاں آیا ہے لیکن یہ ضرورت شعری سے ہے - ان کے استاد آرزو نے تنبیہ الغافلین میں غلام مصطفیٰ لکھا ہے - اور یہی ان کے معاصر حاتم کے دیباچہ دیوان زادہ میں ہے - 'خاں' خود ان کے مصرع میں ہے -

سوز "گویند نازنین جوانیست خوشرو" (ص ۱۰۲) - ۱۱۹۵ھ میں جب یہ تذکرہ مکمل ہوا ہے، سوز کم و بیش ۶۵ سال کے تھے -

شجاعت خاں ثابت (ص ۵۱) - صحیح شجاعت اللہ خاں ثابت (تذکرہ میر حسن) -

[۱۱]

بعض شعرا اور اشعار کے متعلق مولف کی ناقدانہ رائیں :

(۱) "میر رضا (عظیم آبادی) اشعار خوب خوب دارد لیکن فقیر ازو بایں یک بیت بسیار راضی می شود :

مردوں کی ہوا ہوں حسرت میں
میں تو غلماں ہی لونگا جنت میں" (ص ۸۹)

(۲) صانع بلگرامی "ایں یک بیت او برابر ہزار بیت است :

پارہ گردد چو کتاں نامۂ عصیاں بر من
بر سر مہر گر آید مہ تابان نجف" (ص ۱۱۹)

(۳) مرزا ظہور علی ظہور مقیم مرشد آباد " در زبان آوری نظیرش در منصۂ شہود جلوہ گر نشد و در خوشگوئی مثلش از عدم بہ ظہور نیامدہ " (ص ۱۲۹)

(۴) فقیر کا شعر فصل ۸ میں نقل ہوچکا ہے، اس کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے کہ " برابر ہزار بیت است " (ص ۱۵۰) - موصف نے یہ بات ناتواں کے ایک شعر کے بارے میں بھی کہی ہے (فصل ۸)

(۵) یقین " مثل وے قابل و قابل پرست از کتم عدم بعرصۂ ظہور نیامدہ ... منظور نظر ... میرزا مظہر شدہ ... از فیض صحبتش شہباز فکر وے بصید معانی چناں بلند پروازی کردی کہ طائر خیال سامعان بدریافت کہنہ آں در نیم راہ باز ماندی و ہمائے اندیشۂ وے بر قلۂ کوہ سخن بطورے پرفشانی نمودی کہ طبع رسائی سخنوران باسید رسائی در پرتو سایہ ش ہر چند دویدے ولے از تیز پروازیش بجائے نہ رسیدی " (ص ۲۴۱)

[۱۲]

مولف نے " تخمہ " میں لکھا ہے " اگر در توصیف شعرا جہت رعایت نام و تخلص وے مبالغہ رفتہ یا در تعریف بعضے بواسطۂ عدم علم بر احوال وے تغافلے روداد محل مواخذہ نباشد چہ در آن طبع نو آموز نقد قابلیت برمحک امتحان میزند " ۔

مولف نے تخلص کی رعایت کرتے ہوئے شعرا کے متعلق غیر ذمہ دارانہ باتیں لکھی ہیں ، اور بعض اوقات بغیر رعایت بھی ایسی باتیں اس کے قلم سے نکلی ہیں ۔

(۱) اظہر، میر غلام علی : "دربی فن اظہر من الشمس گشتہ"۔ (ص ۲۲)

(۲) تحسین ، عطا حسین خاں : " در لطیفہ گوئی و حاضر جوابی ضرب المثال است و درگرم اختلاطی و یار باشی مثلش دربی عنصر نا ممکن بلکہ محال"۔ (ص ۴۳)

* * *

فہرستِ اسمائے شعرا

آبرو، شیخ نجم الدین عرف مبارک، ۷
آتشی، میر برہان الدین، ۱۳
آرزو، سراج الدین علی خاں، ۴
آشنا، میر زین العابدین، ۹
آفتاب، شاہ عالم، ۱
آگاہ، نور خاں، ۱۳
آوارہ، میر محمد کاظم، ۹
اثر، محمد میر، ۱۱
اجمل، ناصر الدین محمد، ۵
احسن، احسن اللہ، ۱۴
احسن، میرزا احسن علی، ۱۳
احمدی، شیخ احمد وارث، ۱۵
اختر، شیخ یزداں بخش، ۱۵
اشتیاق، شاہ ولی اللہ، ۱۱
اضطراب، پیر میاں، ۶
اظہر، شیخ صابر علی، ۱۴
اظہر، میر غلام علی، ۱۳
اعظم، میر اعظم، ۱۳
اعلیٰ، میر اعلیٰ علی، ۱۴
افسوس، میر شیر علی، ۱۴
افگار، میر جیون، ۱۱
الم، خواجہ صاحب میر، ۸
امانی، خواجہ امام بخش، ۱۵
امید، قزلباش خاں، ۸
امیر، محمد یار خاں، ۱۱
امین، خواجہ امین الدین، ۱۱
انتظار، علی نقی خاں، ۱۴
انجام، امیر خاں، ۳
انشا، انشاء اللہ خاں، ۱۳
انصاف، شاہ غلام یحییٰ جونپوری، ۱۰
برکت اللہ، مفتی محمد، ۲۲
بسمل، میر جبار علی، ۲۱
بسمل، (ندائم بسمل کیست)، ۱۹
بنیاد، میر زائی، ۲۰
بہار، ٹیک چند، ۱۸
بیان، میر احسن اللہ، ۱۹
بیتاب، سیوک رائے، ۲۱
بیتاب، شاہ علیم، ۱۷
بیتاب، محمد اسماعیل، ۲۱
بیچارہ، ۲۰
بیدار، ۲۲
بیدل، مرزا عبد القادر، ۱۶
بیرنگ، مرزا دلاور خاں، ۱۸
بیکل، شیخ عبد الوہاب، ۲۰
بیوا، ۲۱
پاکباز، میر صلاح الدین، ۱۸
پیام، شرف الدین علی خاں، ۱۹
تاباں، میر عبد الحی، ۲۳
تجرد، میر عبد اللہ، ۲۵
تحسین، حسین عطا خاں، ۲۵
تصور، سید امام، ۲۴
تمکین، صلاح الدین، ۲۵
ثابت، شجاعت خاں، ۳۰
ثاقب، شہاب الدین، ۳۱
ثروت، مفتی غلام مخدوم، ۳۰
جذب، میر مظہر علی، ۳۲
جرأت، قلندر بخش، ۳۲
جرأت، میر شیر علی، ۳۲
جگن، میاں جگن، ۳۲

جنون، شاہ غلام مرتضیٰ، ۳۱
جوشش، میاں محمد روشن، ۳۲
حاتم، شیخ محمد حاتم، ۳۲
حاضر، محمد شاہ، ۴۴
حجام، کلو حجام، ۳۶
حزیں، میر محمد باقر، ۳۳
حسرت، مولوی خیر الدین، ۳۷
حسرت، جعفر علی، ۳۵
حسرت، ہیبت قلی خاں، ۴۳
حسن، خواجہ حسن، ۳۴
حسن، میر غلام حسن، ۳۶
حسینی، میرزا محمد حسین، ۴۳
حشمت، سید محتشم علی خاں، ۳۴
حشمت، محمد علی خاں، ۳۳
حیران، میر حیدر علی، ۳۴
حیران، میر منو، ۳۵
حیرت، مراد علی، ۳۴
خادم علی خاں خادم ۴۵
خادم، سید حیدر علی، ۴۶
خاکسار، محمد یار، ۴۵
خلیل علی ابراہیم خاں، ۴۴
خوش دل، بنگالی لعل، ۴۵
خوش دل، گھاسی رام، ۴۵
دانا، فضل علی، ۴۹
داؤد، داؤد بیگ، ۴۸
درد، خواجہ میر، ۴۶
درد، کرم اللہ خاں، ۴۹
دردمند، محمد فقیہ، ۴۷
دل، محمد عابد، ۵۰
دوست، شیخ غلام احمد، ۴۹
دیوانہ، رائے سرب سکھ، ۴۹
ذکی، جعفر علی خاں، ۵۷
ذوق، آسا رام، ۵۱
ذوقی، ذوقی شاہ، ۵۰
ذہین، محمد مستعد، ۵۰
راسخ، غلام علی، ۵۲
راغب، جعفر خاں، ۵۴
راقم، ۵۲
رستم، رستم علی، ۵۱
رسوا، آفتاب رائے، ۵۳
رضا، محمد رضا، ۵۴
رضا، میر، ۵۲
رضا، میرزا علی رضا، ۵۵
رضا، تدبیر علی خاں، ۵۵
رفعت، شیخ محمد رفیع، ۵۶
رند، حمزہ علی، ۵۳
رند، مہربان خاں، ۵۶
رنگین، میر برہان، ۵۳
روشن، خواجہ روشن علی، ۵۴
زار، میر مظہر علی، ۵۸
زوار، شیخ محمد اہ غازیپوری، ۵۹
سامان، میر ناصر، ۶۶
سجاد، میر سجاد، ۶۶
سراج، سراج الدین، ۶۳
سعادت، میر سعادت اللہ، ۶۹
سلام، نجم الدین علی خاں، ۶۳
سلامت، سلامت علی، ۷۰
سلیم، میر سلیم، ۷۱
سودا، میرزا رفیع، ۵۹
سوز، محمد میر، ۶۳
سوزاں، نواب احمد علی خاں، ۷۱
سویدا، میر رحمت اللہ، ۶۹
سید، میر یادگار علی، ۷۰
شاداں، خوش وقت، ۷۳
شاداں، میر قطب الدین علی خاں، ۷۳
شاعر، میر کلو، ۷۳
شائق، رائے امر سنگھ، ۷۵
شرف، میر محمدی، ۷۴
شوق، خواجہ عاصم خاں، ۷۴
شورش، میر غلام حسین، ۷۱
شوق، حسن علی خاں، ۷۲
شہریار، غلام حسین، ۷۴

شہید، مولوی غلام حسین، ۷۴
شہید، کرم علی خاں، ۷۲
شیدا، میر فتح علی، ۷۳
صادق، میر جعفر علی خاں، ۷۷
صانع، نظام الدین احمد، ۷۶
صبر، میر محمد، ۷۷
صلاح، شاہ محمد صلاح، ۷۷
صمصام، نواب صمصام الدولہ، ۷۷
صنعت، مغل علی خاں، ۷۶
صواب، شیخ محمد اشرف، ۷۵
ضاحک، میر غلام حسین، ۷۹
ضمیر، ٹھاکر داس، ۸۰
ضیاء، میر ضیاء الدین، ۷۹
طالب، شیخ طالب علی، ۸۲
طالع، شمس الدین، ۸۲
ظاہر، خواجہ محمد ظاہر خاں، ۸۶
ظہور، بشیو سنگھ، ۸۶
ظہور، ظہور علی، ۸۳
عاجز، ۹۳
عارف، محمد عارف، ۸۶
عاجز، عارف علی خاں، ۹۰
عاشق، اعظم خاں، ۸۷
عاشق، سعد اللہ، ۹۳
عاشق، کلیان سنگھ، ۹۲
عاشق، ہدایت علی خاں، ۹۰
عاصی، خواجہ برہان الدین، ۸۶
عاظم، میر اعظم، ۸۸
عبد، مرزا عبد اللہ، ۸۹
عزلت، سید عبد الولی، ۸۹
عزیز، رائے بھکاری داس، ۹۰
عسکر، عسکر علی خاں، ۹۰
عشق، زین الدین ۹۳
عشق، رکن الدین، ۸۷
عمدہ، سیتا رام، ۸۸
عیاش، غلام حسین خاں، ۱۷۰
غریب، ۹۴
غریب، محمد تقی، ۹۴
غریب، محمد زماں، ۹۴
غلام، حسین خاں، ۹۴
غم، محمد اسلم، ۹۴
غواصی، ۹۴
غیرت، کلب علی خاں، ۹۴
فدا، امام الدین، ۱۱۲
فدا، فدا علی، ۱۰۷
فدوی، لاہوری، ۱۰۵
فدوی، میرزا محمد علی، ۹۹
فراق، میرزا مرتضیٰ قلی خاں، ۱۰۸
فرحت، شیخ فرحت اللہ، ۱۰۴
فرخ، شیخ فتح علی، ۱۱۲
فرصت، مرزا الف بیگ، ۱۰۲
فضائل، فضائل علی خاں، ۱۰۸
فغاں، اشرف علی خاں، ۹۷
فقیر، میر شمس الدین، ۹۶
قاسم، قاسم دکنی، ۱۱۴
قائم، محمد قائم، ۱۱۲
قدر، ۱۱۳
قدرت، شاہ قدرت اللہ، ۱۱۳
قربان، میر جیون، ۱۱۴
قرین، ۱۱۳
قرین، برکت اللہ، ۱۱۴
قلندر، ۱۱۴
کافر، میر علی نقی، ۱۱۶
کامل، عبد اللہ، ۱۱۶
کلیم، محمد حسین، ۱۱۶
کمترین، ۱۱۷
گداز، ۱۱۹
گریاں، علی امجد، ۱۱۹
گریاں، کنور بہادر، ۱۱۷
گمان، نظر علی خاں، ۱۱۸
لسان، میر کلیم اللہ، ۱۱۹
مجذوب، میر غلام حیدر، ۱۴۱
مجنوں، حمایت علی، ۱۲۷

مجنوں، نبیرۂ راجا بشن نامہ، ۱۴۵
محب، شیخ ولی اللہ، ۱۴۱
محترم، خواجہ محترم خاں، ۱۳۹
محزون، محمد حسین، ۱۲۲
محسن، میر محسن، ۱۲۷
محشر، مرزا علی تقی، ۱۴۶
محمدی بیگم، ۱۴۶
مخلص، میر باقر، ۱۳۸
مرزائی، نعیم اللہ، ۱۴۶
مساقر، عبداللہ خانساری، ۱۴۰
مستمند، یار علی خاں، ۱۴۵
مشتاق، ابراہیم، ۱۴۸
مشتاق، محمد علی خاں، ۱۳۷
مصدر، میر ماشاء اللہ، ۱۳۸
مصیب، شاہ غلام قطب الدین، ۱۲۱
مضمون، شیخ شرف الدین، ۱۲۹
مظہر، جان جاناں، ۱۱۹
معین، شیخ معین الدین، ۱۳۲
مقبول، مقبول نبی، ۱۴۲
ممتاز، حافظ علی، ۱۴۶
منت، قمر الدین، ۱۴۰
منت، گنا بیگم، ۱۴۳
منتظر، خواجہ بخش، ۱۳۶
منشی، منشی غلام احمد، ۱۴۶
منصف، شیخ فتح، ۱۴۷
مہدی، ۱۴۸
میر، محمد تقی، ۱۳۰
میر، محمد عسکری،
ناتواں، مولوی جان محمد، ۱۵۰
ناجی، محمد شاکر، ۱۵۱
نادر، شیخ نظام الدین، ۱۵۲
نالاں، محمد علی، ۱۴۹
نالاں، محمد وارث، ۱۵۲
نثار، عبدالرسول، ۱۵۲
نیاز، محمد قائم، ۱۵۱
نرجن، ۱۵۳
نزار، خواجہ محمد اکرم، ۱۵۲
نعیم، نعیم اللہ، ۱۵۲
نہاں، میرزا امام بخش، ۱۵۰
وارث، شاہ محمد وارث، ۱۵۷
واقف، شاہ محمد واقف، ۱۵۴
والا/والہ، مبارک علی، ۱۵۳
وحشت، ۱۵۹
وحشی، میر بخشی، ۱۵۶
ولایت، میر ولایت اللہ خاں، ۱۵۸
ولی، مرزا محمد علی، ۱۵۸
ولی، محمد ولی، ۱۵۴
ہدایت، ہدایت اللہ خاں، ۱۵۹
ہمدم، میر محفوظ علی، ۱۷۰
یاد، ۱۶۱
یحیائی، ۱۶۲
یقین، انعام اللہ خاں، ۱۶۰
یکدل، میر عزت اللہ، ۱۶۱
یکرنگ، مصطفی خاں، ۱۶۲
یکرو، ۱۶۳
یونس، ۱۶۳

تذکرۂ مسرت افزا

تذکرۂ مسرت افزا

دیباچۂ مصنف

تذکرہ مسرت افزای ضمائر ارباب کمال و قبضۂ ظلمت زدای بصائر ارباب جمال سخن آفرینے است کہ از حرف کن او رائق کون و مکان شیرازہ بند نمودہ و صوت لعبتان مطالب را بزیور الفاظ رنگین متعلی ساخت باحسن وجوہ بر اورنگ دلہا جلوہ گر گردانید زیب آغاز کلام و زینت انجام ہر مرام لنت آں مرد فتر مخلوقات کہ دیوان ایجاد رابیت وجودش مزین ساخت و عنوان صحیفہ مکنات را مصرع بیچیدہ وصفش بنولی آراستہ۔ فصاحت کلام او داد و ایجاد و آبروی مقال فصحای سحر پرداز ربودہ و طلاقت بیان شاں بردہ بلغای طاق ایجاز ابواب حسرت و تحیر بر کشودہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

من بعد اضعف عباد اللہ الہادی فقیر ابوالحسن امیر الدین احمد المشتہر بامراللہ الہ آبادی و بندۂ سخنوران اکماہ دل و زبان او ان در ہر فن کامل عرض می دارد کہ از بدایت ایام صبا تا ایں آوان کہ سنین عمرم بثلاث و عشرین رسیدہ اوقات عزیز خود را در خدمت صاحبان فضل و کمال بسر بردم و از فیض صحبت شاں رسیدم بمقامیکہ پیوستہ دل حزیں و خاطر محزوں جرأت کردہ بصد شوق و فغاں بر آستان ہمت والا شاں تبیں سائی میکردہ و بصد بیتابی و خاکساری بسلک نظم کشیدہ پیام درد و الم بر حرف میرساند کہ تا کے سودائے خیال خام زاویۂ عزلت و خاموشی را ساکن باشم و سامان بے سامانی و سوائی خود در گنجینۂ سینہ نہاں دارم اگر دستگیری یابم قصۂ درد مندی و آوارگی خود در ضمن حالات شاعران سوختہ کہ چوں من آوارۂ وادی محنت اند شرح سازم و جہت مشتاقان داستان عشق سرمایۂ شوق و سعادت و برائے منتظران وصول وادی عاشق دلفریبۂ خوشنودی و فرحت مہیا سازم، چہ کمتر از سخن وراں در تالیف حالات شاں رفتہ بندہ و اکثر طالبان را تلاش ایں نوادر احوال می باشد۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

لیکن نیرنگ زمانہ فرصت دم زدن نمی داد و بقلمونی چرخ بیمدار رخصت نفس برآوردن نمی بخشید ازیں رو ہمواردہ سوز و گداز بسر میبردم و دائما گریاں و نالاں می بودم ناگاہ بہدایت بدرقۂ فطرت مطیب و اعانت رہروش فکرت صواب دید شہر سرسہ یکہ از مضافات دلکشا و دہ بھری برفاقت سرا پا برکت گرامی بادرم دام ظلہ العالی از کنج خمول برآمدہ بعزم سیاحت دیار شرقی مسافر شدم بعد قطع مراحل اقامت در بلدۂ عظیم آباد نمودم۔ چوں بکشش دوستان و جوشش دلہا مر شاں چندی قیام آں مقام شدم و سخنوران آنجا

را کہ دشیوۂ محبت یک رنگ دیکدلی می نمود نہ دیافتم تمنای راسخ و فطرت راغب کہ از مدتی در مخاطر فاتر منہ وی بود سر بشورش برآورد و بہمہ منت و اشتیاق دل مشتاق مرا کہ آوارۂ صحرای بیچارگی است، برآن آورد کہ شمہ از حالات شاں کہ ہوش ربا و مستمعانست بسطح تحریر آرایش بخشم۔ دریں اندیشہ باز خیال سیاحت دارالامارت کلکتہ گلوگیر گردید دست تقدیر دامن ہمت دارادۂ مرا بایں سمت کشیدنا چار باحلہ کشتی و بادہ آوردیم و مرحلہ پیمای خطوات غربت شدیم۔ در اثنای راہ بخاطر رسید کہ اوضاع زمانہ انتباہ پذیر نیست، درین عنفوان جوانی کہ ایام نشاط نگاہ انیست بلاۓ تفرقہ بسرم آورد و ہر دم در اندوہ تازہ مبتلا ساخت۔ اکنوں ندانم کجا برد و کجا افگند چہ کار کند بہر حال پردہ از روۓ مخدرات جملہ سینہ برداشتہ بر منصۂ شہود متجلی گردانم و بر اۓ حاضران تذکار و آیندگاں را یادگار گذارم۔ مبادا از بہمی اطوار ایں بفا کار قہرمان سہو و نسیان تاخت آرد و ایں نازنین بتان مطالب و مضامین را کہ آمادۂ جلوہ گری و محفل آرائی اند تاراج نماید لہذا دامن سی بمیان جان بستم کہ تا حالات اسلاف و اخلاف کہ مدار فائقہ طبع خود را چاشنی سخن چشانیدہ اند و مرۓ مباہات خمخانۂ ایں فن نمودہ اند در سلک انتظام در آورم و چیں احاطہ و احصای سابقان میدان سخنوری دریں غربت و گرفتاری فکرت با صد جہاں کدورت بس مشکل و دشوار بلکہ ناممکن و محال بود۔ بنا علیہ بر ہمیں قدر اکتفا نمودم۔ از ناظران حق بیں و روشندلان صدق آئین التماس دارم کہ اگر بہ تفرج ایں نگارستان در آیند گلہاۓ شکایت بیجا بخار سخن چینی نچینند چہ ترتیب و اصلاح و شیرازہ پریشاں ساختم و بہ نمودن چہ قدر کار داشت تذکرہ تحفہ ایست جہت مسرت خاطر کودکان لائق و ایں تبصرہ ہدیہ ایست برای طبع معنای نوآموزاں موافق باغ نظراں را بایں چہ کار و دیدۂ کامل خردمنداں ایں مزخرفات را چہ اعتبار۔ از جناب اقدس الٰہی امید وار م کہ ایں پردگیان نشیمن معانی را پایہ قبول بخشیدہ در محفل دوستان فرخ فرا آیندگاں سازد۔ ہمیشہ باعث بقای ایں سرگشتۂ وادی حیرانی دارد و ھو علی کل شیئ قدیر و بالاجابت جدیر۔

صد شکر و سپاس آں خدارا — کو کرد بمن چنیں عطارا
لطف و کرمش چو یکزبان شد — ہر چیز کہ خواستم ہماں شد
توفیق سخن رفیق ما کرد — از محنت و رنج و غم رہا کرد
حالات سخنوران عالم — کو بود چو زلف یار برہم
من شانہ زدہ ز دست تدبیر — آراستہ کردمش چو تصویر
از حالت دل کہ بود پنہاں — در ذیل فسانہاۓ ایشاں
برخے چو بگوشش خامہ گفتم — تاں سوز کہ بود در نہفتم
آتش بہ زقلم در افتاد — بشکست بسوخت رفت برباد
از ہجرت افضل البشر بود — تسعین و ہزار صد سہ افزود

بودہ زمہ جمادی دوم — تاریخ سیوم نہ بیش و نہ کم
کین تذکرۂ مسرت افزا — ایں خامۂ من نمود املا
پس حامد ازیں فضول خاموش — دریاد عنایت است نہ جوش
درخواہ ز کردگار عالم — مقبولی ایں کتاب یا ہم
یارب برسالت پیمبر — کو بست زبہر خلق یہ بہر
یارب بطفیل سرور دیں — آں قاتل کافراں پر کین
از بہر بتول ام حسنین — آں سیدۃ النساء کونین
بہر دو جوان پاک معصوم — آں حامی بندگان مظلوم
تا چرخ ز انجم است روشن — تا خاک ز مردم است گلشن
تا ہست زبان سخنوراں را — تا حسن بیاں بود زباں را
باشد سبب سرور دلہا — ایں تذکرۂ مسرت افزا

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اجمعین۔

تراجم شعرا

۱۶۲/ تذکرهٔ فضائل پادشاه جهاه، عادل باذل، شاه عالم، ملاذ و ملجاذ بن آدم خلد الله ملکه بعد تمهید مراتب تحمید و سلام اولی و انسب چه برکافهٔ برایا و رعایا واجب و لازمست که خلف بر صلوٰة و بعد هر مناجات بدعای ازدیاد عمر و دولت بادشاه که سایهٔ لطف الهی است قیام نمایند و تصنیف و تالیف خود را بذکر اوصافش آرایش بخشند باید دانست که آن حضرت خلف عالمگیر ثانیست بن معز الدین جهاندار شاه بن بهادر شاه نور الله مرقدهم. چون عماد الملک غازی الدین خان از ناعاقبت اندیشی احمد شاه، خلف محمد شاه در رابع ماه شعبان سنه یکهزار و دویست و شصت و هفتم هجری محبوس و مکحول ساخت پدر بزرگوارش بر تخت سلطنت جلوس فرمود. لیکن، از عدم موافقت امرای عالیشان که قوائم سلطنت بودند، عماد الملک در امور سلطنت دخل و تسلط خاص پیدا کرده و از خلاف نمائی بجز نام خلافت چیزی نگذاشت. آن حضرت که از ابتدا بعلو حوصله و شجاعت ضرب المثل بود، تاب مشاهدهٔ این حرکات و اطوار نیاورده از حضور بسبب ملالت خاطر صوبهٔ شاهجهان آباد که در جاگیر وی بود بعزیمت فرمود. چون از دائی عماد الملک روز بروز نزاع زیاد بود، بودن خود در آن نواحی صلاح ندیده، باستصواب هواخواهان، آنجناب رو بدیار مشرق آورده، عزم دیار بنگاله را بقدوم خود مشرف اندوز ساخت، و کارهای نمایان که تا حال چون آفتاب روشن و شهرهٔ آن عالمگیر است بظهور آورده.

ولیکن چو کیدل نباشد سپاه چه مردانگی آید از بادشاه

ازینجا بعضے امرا کہ برای اغراض نفسانی بمنعم خواستند کہ مہم بگالا انفصال پذیرد و استیصال یابد این اختلال صورت نہ بست تا آنکہ ہشتم ربیع الآخر روز پنجشنبہ سنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد و سہ عماد الملک بادشاہ را شربت شہادت چشانید چوں این خبر بسمع مبارکش رسید چہارم جمادی الاول سنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد و سہ در حوالی عظیم آباد اورنگ فرمانروائی آراست و خود را شاہ عالم ملقب ساخت شاعر در سال جلوس گفت۔

زہے شاہ عالی گہر عدل گستر — بافواج تخت و نگیں ست و سلم
بروں آر سال جلوس ہمایوں — ز سلطان ہندوستان شاہ عالم

بعد ازاں بر استدعا و الحاح نواب شجاع الدولہ بہادر رایات ظفر آیات را متوجہ دیار غربی ساخت۔ نواب از لکھنؤ بر استقبال آستان معلی تا دریاذکرم نا سید و بادراک دولت ملازمت بمعراج سعادت صعود نمود، بعد چند روز بخدمت وزارت بعنایت خلعت و قلمدان مرصع سرفرازی یافت از آن زمان تا مدت العمر باین سعادت مفاخرت و مباہات داشت چوں در سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و ہشت کشور فنا کو چیدہ و بہ امارت دار الآخرت سرفرازی گزیدہ خلف وی نواب آصف الدولہ بہادر بر سریر جنگ باین خدمت سعادت اندوز شدہ از سال جلوس کہ تا امسال کہ شروع سنہ یکہزار و یکصد و نود و چہارم است، فرمانروائی و عدالت گستری ورود تازہ است ایزد متعال مخلد و مؤبد دارد

ز ظل آفتاب وی آسودہ اند خلق — یارب بماد تا بقیامت زوال او

اگرچہ شعر و شاعری ذوق تربیت شاہیست لیکن بمقتضای قدردانی زبان آوران خود ہم لآلی آبدار کلام را در زبان فارسی دریختہ منظوم میسازد و در مقاطع اشعار آفتاب تخلص می آورد الحق بفحوای کلام الملوک ملوک الکلام کلام ہمایونش اثری دارد و گوش مستعدان را بسیار پسند

جب نام کو تیرے میں کیا ورد زباں کا — مشہور ہوا تب میں شہنشاہ زماں کا
مانند کماں خم ہو کشاکش میں ہے وہ — پھینکے جو خدائی میں تری تیر کماں کا

تصویر ترا جس کو اے یار ہوگا — اے غیر ہے کب سر و کار ہوگا

ہنسے ہیں داغ دل سے آج مالے دستگاں پیدا — ہر کف تاغ نے سے صبطرح بے دفغاں پیدا

آتی ہے ہر طرف سے تری اے جاں نوائے عشق — کچھ ان دنوں میں زور ہے ہائے ہائے عشق

خدمت سے رہوں بھلا میں کب تک مہجور — اے صاحب ہوش منصفی اب ہے ضرور
ایام فراق کٹتے ہی گذرے ہے آہ — تس پر ہے ہماری تجھ کو ایذا منظور

دل محو کرے ہے اک نظر سے وہ شوخ — نکلے ہے جب آفتاب گھر سے وہ شوخ
دیکھے ہے جو اس کو الاماں بولے ہے — سیکھا ہے یہ شوخیاں کدھر سے وہ شوخ

آفتاب اپنی مہرسیتی اگر — عشق میرا دوچند کرتا ہے

اے صنم جس سے جہاں میں آشنائی کیجیے — کیا ہی لازم ہے پھر اس سے بیوفائی کیجیے
یا الٰہی عرض کرتا ہوں میں باعجز و نیاز — اب طفیل مصطفےٰ عقدہ کشائی کیجیے

بات کیجے غیر سے اور ہم سے منہ کو موڑیے — تک خدا سے ڈریے ان وضعوں کو اپنی چھوڑیے
منہ نہ موڑے گا یہ ماہ گر یہی منظور ہے — لیجیے سنگ جفا اور شیشۂ دل توڑیے

مدت سے اشتیاق ہے پیارے جو آیئے — بٹھلا رواق چشم میں سیریں دکھایئے
چشم میلے یہ تو نہایت بعید ہے — عاشق جب آوے اس کو تب آنکھیں دکھایئے
عشاق کا جو قتل ہی منظور ہے تمہیں — کھینچا نہ کیجے تیغ کو تیوری چڑھایئے
وہ گلبدن جو اب کے ہم آغوش ہو کبھی — جوں غنچہ پیرہن میں نہ پھولے سمایئے
بے مدتوں سے منتظر جلوہ آفتاب — کمخرے سے تک نقاب کو جلدی اٹھایئے

صنم نام خدا خورشید رو ہے — کہ ہر ذرے کو اس کی جستجو ہے
خدا ہی جانے یا دل جانے ظالم — ترے ملنے کی جتنی آرزو ہے
یہاں تک ہجر میں رویا کہ اب تک — رواں باغ جہاں میں آبجو ہے
دکھا مجھے آفتاب صبح جلوہ — شب فرقت نہایت دو بدو ہے

صبح تو جام سے گذرتی ہے — شب دلارام سے گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے — اب تو آرام سے گذرتی ہے

جب ماہ رو کے سامنے آتی ہے چاندنی — سطح زمیں پہ فرش بچھاتی ہے چاندنی
ہمراہ عاشقوں کے نہ ہو تو کبھی جب تلک — کس کو سیر اور کے بھاتی ہے چاندنی
اک دن تو تک نقاب کو کمخرے سے اٹھا — جلوے کی تیرے منتظر آتی ہے چاندنی
خورشید رو یہ ماہ شب چار دہ نہیں — تیرا ہی عکس ہے کہ دکھاتی ہے چاندنی
جوں شمع اسحر شب فرقت میں آفتاب — بے اختیار مجھ کو رلاتی ہے چاندنی

صنم کے ناز میں پاؤں میں کیا ہی خم پڑے ہیں — گویا اللہ نے اپنی بدقدرت سے جوڑے ہیں

۲/۸ امیر خاں انجام خلف شیدۂ الملک امیر خاں عالمگیر شاہی بود بعد داد و ہم در ایران ہم در ہندوستان کمال عزت و شوکت داشتند۔

دوی در زمان سلطنت محمد شاہ، انار اللہ مضجعہ بعمدہ مدائح امارت رسید و محسود سائر ارکان سلطنت و اعیان مملکت گردیدہ و آئین عمدگی را از آغاز تا انجام بخوبی گذرانیدہ۔ در رسائی طبع و حسن ادراک و لطیفہ گوئی و سخن جوئی و بدیہہ سرائی و حاضر جوابی و دادا بھی نظیر نداشت و علم موسیقی بآنچنان دانستہ بود کہ استادان این فن حلقہ شاگردیش بگوش ارادت می کشیدند۔ شعر فارسی و ریختہ دو ہر و کبت بطرز میگفت کہ ماہران این انجمن انگشت حیرت بدندان میگزیدند۔ مشق سخن در خدمت میرزا بیدل نمودہ بود۔ مطایبات و لطائف وی بر السنہ و افواہ آن قدر اشتہار یافتہ کہ احتیاج بیان ندارد۔ از آن جملہ لطیفہ: روزی بادشاہ برای رویت ہلال ذیقعدہ بالای بام برآمدہ امیر خاں و علی وردی خاں ہم حاضر بودند۔ دریں اثنا بادشاہ فرمود کہ وقت صبح الوجہ باید آمد کہ تا وقت رویت ہلال بجانب وی التفات نمایم۔ علی وردی خاں از طریق مطایبہ بادشاہ عرض نمود کہ امیر خاں را حکم شود تا صاحبزادہ را بطلبند۔ امیر خاں آداب بجا آوردہ عرض کرد کہ حاضر است می طلبم، لیکن برای ماہ آیندہ علی وردی خاں را مرشد تا صاحبزادی را تیار دارند۔ بادشاہ و سائر اہل مجلس ازیں سخن بخندہ در افتادند۔ لطیفہ: گویند یکبار خاں دوراں روبروی بادشاہ از امیر خاں گفت کہ در آخر لفظ ہر فرقہ کہ لفظ باں باشد یقیں باید دانست کہ او حرامزادہ و شورہ پشت است، مثل نیل باں و شتر باں و بہلباں۔ امیر خاں گفت راست می گوئید ای مہربان۔ لطیفہ: شخصے می گفت در ایام طفولیت امیر خاں۔ وزے پدرش بوی گفت کہ بمادر خود بگو کہ خود را آراستہ کردہ منتظر آمدن من باشد چوں خان مرحوم مجمل بظرافت بودہ است، دست بستہ گفت کہ اگر والدہ صاحبہ در کاری مشغول باشند بمدہ صاحبہ بگویم۔ در سال ہزار و صد و پنجاہ و نہ ملعوف از ملازمانش غافل نمودہ در صحن دولتخانہ بادشاہ بزخم کمان شربت شہادت بچشانید و انجامش بخیر گردید۔ شخصے تاریخ شہادت وی "نم عمدہ" یافتہ، و چوں مرحوم موضع زنان مشہور بود ظریفے تاریخ وی بطرز وی "ادہ لوگو امیر خاں مرا" گفتہ داد سخنوری دادہ۔ بعضے مردم ایں تاریخ را بہ نوربائی لوئی کہ در شیوہ سخنوری و طریقہ حاضر جوابی بعہد خود بینظیر بود و منظورہ نظر نواب موصوف (بود و منسوب) میکنند۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب یہی احسان ہے تیرا جو ہوں آزاد ہم ـــــ پھر چمن میں جائیں کیا منہ لیکے اے صیاد ہم

نہ سن واعظ کی بات ہرگز گرچہ دھن میں پکا ہے ـــــ خدا حافظ ترا دوزخ بھی اک شرعی دھڑکا ہے

کیا مری آہ کیا صنم کی نگاہ ـــــ ایک ترکش کے تیر ہیں واللہ

مو ملائی بھیڑ میں یہ مجھ سے نادانی ہوئی ـــــ دختر رز بزم میں آشرم سے پانی ہوئی

ملک تو فرصت دے کے رخصت ہو چلیں صیاد ہم ـــــ مدتیں اس باغ کے سائے میں سوتے آ باد ہم

۳۔ سراج الدین علی خاں، آرزو۔ سراج الشراست مطراز الفصحا، در تمامی شاہی خوبان معانی تمامی آرزوست و در محفل فیوضات ربانی سراپا جستجو۔ نسبت شریف ایشان از جانب پدر بشیخ کمال الدین، خواہرزادہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، نور اللہ مضجعہ، و از جہت مادر بہ شیخ محمد غوث گوالیری، روح اللہ روحہ منتہی میشود۔ ولادت او در سنہ یکہزار و یکصد و یک ہجری واقع شدہ ابتدای علوم متداولہ کسب

نمودہ وہم در مبادی عمر ذوق شعر بہم رسانیدہ، وآں قدر خدمت ایں فن کرد کہ استاد برآمد۔ فراواں تصانیف در سلک تحریر کشیدہ در سنہ یکہزار و یکصد و شصت و چہار تذکرۃ الشعرای مسمّی بہ مجمع النفائس تالیف نمودہ و در جمع اشعار آبدار و انتخاب دواوین شعرای روزگار اہتمام عظیم بکار بردہ۔ در سنہ یکہزار و یکصد و سی و دو از گوالیار بدار الخلافت شاہجہان آباد آمدہ و از سعی بعضے دوستاں و بملاقات مومن الدولہ اسحق خاں شوستری شتافت۔ خاں مذکور بقدر دانی او چنانچہ می باید پرداختہ و خدمت بسیار تقدیم رسانیدہ۔ بعد وفات مومن الدولہ پسر او نجم الدولہ صد و پنجاہ روپیہ در ماہ بہ میر سانیدہ سوای ایں ہم رعایتہا میفرمود۔ بعد انتقال نجم الدولہ با سالار جنگ برادر خرد نجم الدولہ صحبت برآرشدہ، ہمراہ او از دہلی قصد دیار شرق کردہ در اواخر موسم سنہ یکہزار و یکصد و شصت و ہشت ہجری بعد ایام معدودہ از وفات نواب صفدر جنگ ناظم صوبہ اودھ بہ بلدۂ اودھ کہ وطن اصلی جداو شیخ کمال الدین است رسیدہ۔ بعد ورود بلدۂ اودھ بوساطت سالار جنگ صد روپیہ در ماہ بجہت در معد و خرج او از سرکار وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ مرحوم مقرر شد۔ چوں وقت انتقال قریب رسیدہ در بلدۂ لکھنؤ آمدہ، بست سوم ربیع الآخر سنہ یکہزار و یکصد و شصت و نہ بجوار رحمت حق پیوست۔ اول جسد او را در لکھنؤ امانت گذاشتہ بعد چند گاہ بقیۂ جسم او را بشاہجہان آباد بردہ، دفن کردند۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی در تاریخ وفات شاں گفتہ۔

خاں والاشاں سراج الدین علی — شمع رونق بخش بزم گفتگو

زد رقم آزاد سال رحلتش — رحمت کامل بروح آرزو

دیوان فارسی ایشاں و تذکرۂ فارسی مسمّی بہ مجمع النفائس مشہور آفاق است۔ ایں چند شعر برگزیدۂ انداز ہائے طبع شریف اوست۔

وعدے تھے سب دروغ جو اس لب سے ہم سنے — کیا لعل قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا

مرے شوخ خرابات کی کیفیت نہ پوچھو تم — بہار حسن کو دی آب جب اس نے ترس کھینچا

ابو الفضل ناصر الدین محمد سلمہ اللہ تعالیٰ، خلف الصدق حضرت شاہ محمد ناصر افضلی ابن حضرت شاہ محب اللہ الہ آبادی، قدس سرہما، اسم شریفش مشہور اجمل محمدی است، اجمل تخلص مینماید۔ صاحب فضل و سرور یست۔ ناصر مرکز سخنوری، افصح الفصحاست ابلغ البلغا والی مغافر عالیہ جامع صفات سنیہ جناب قدس الٰہی و برادر عنفوان جوانی بصفات ظاہری و باطنی بہرہ مند ساختہ و جمال و خوبی کمال کرامت کرد۔ پدر بزرگوارش در خرد سالی وی وفات یافتہ، او در صحبت سراسر برکت برادر خود و قطب العارفین، شاہ غلام قطب الدین الہ آبادی نور اللہ مرقدہ، تربیت یافتہ۔ اکثر از کتب علوم درسی در خدمت مولانا محمد فصیح جونپوری اکتساب نمودہ، الا علوم باطنی از ریاضات و اشغال و عبادات جناب برادر بزرگوار استفادہ نمودہ۔ بعد تشریف بردن برادر گرامی خود بہ بیت اللہ و انتقال نمودن آں ارض مقدس بر مسند مشیخت نشست، و زینت بخش سجادۂ نیاکاں خود شد۔ سن شریفش ازی دو دو سال بحساب نگذشتہ چنانچہ روزی بکی از دوستانش تفحص تاریخ تولد وی میکرد از طریق انبساط می فرمود "خورشیدم" چوں حساب کردند ہمیں سال تولدش بود۔ بعنایت الٰہی چنانچہ در مراتب علوم ظاہری

وباطنی پایۂ بلند دارد، در شعر و شاعری نیز مرتبۂ والا مند است. دیوان فارسی مرتب دارد و گاہ گاہ خیال یکتہ ہم میکند۔ ایں چند اشعار یکتہ از نتائج طبع شریف ایشاں بود قلمی نمودہ۔

نہ پوچھو مجھ سے کہ تیرا کہاں بسیرا ہے ——— تمام رات ہے اور اس گلی کا پھیرا ہے

عشق پھیر اپنے پر لیا تو نے ——— ہائے اے دل یہ کیا کیا تو نے

کیوں ہوتے نہیں ہو واہوا کیا ——— سچ کہیو ذرا بھلا ہوا کیا

خوش لگتے تھے ہنستے بولتے تم ——— اب رہتے ہو کیوں خفا ہوا کیا

کچھ خیر نظر نہیں ہے آتی ——— مائل کہیں دل ترا ہوا کیا

جس بات پہ ہم کو ہنستے تھے تم ——— در پیش وہ ماجرا ہوا کیا

اجمل مرنے کو میرے سن کر ——— بولا وہ، سنا، بھلا ہوا کیا

کس بے دلی سے ہائے کٹی یہ تمام رات ——— ادھر سے تھا سوال ادھر سے جواب تھا

معلوم نہیں دل کو ستایا کن نے ——— اس آبلے کو ہائے دکھایا کن نے

چھوٹا تھا خیال عشق مدت سے مجھے ——— پھر فتنۂ خواب بیدار جگایا کن نے

تک واسطے خدا کے اے خواب مت مچل ہو ——— پایا ہے وصل کی شب ہم نے خدا خدا کر

میں دیکھ آنکھوں میں طوفان خوں ہوا یاراں ——— مگر کہ ٹوٹ گیا میرا آبلہ، دل کا

نہ نالہ و نہ فغاں و نہ آہ حسرت ناک ——— گیا کدھر نہیں معلوم قافلہ دل کا

آنسو تھمتے مرے نہیں تھمتے ——— کس طرح کی جھڑی لگی اللہ

کیا کیجیے اپنا حال کس سے کہیے ——— کوئی نہیں داد رس کہ جس سے کہیے

کر قطع امید اب سبھوں سے اجمل ——— کہلاتے ہیں جس کسی کے اس سے کہیے

جا کر اس در پہ ہمہ سائی کیجے ——— اور خوب سی اس سے آشنائی کیجے

کیا بات اگر وہ اپنی باتوں پہ لگے ——— اجمل واللہ پھر خدائی کیجیے

پھرنا موہوم پہ ہر سو کب تک ——— یہ ہو وہ تلاش اور تگاپو کب تک

آنے کا نہیں ہاتھ وہ زنہار اجمل ——— جوں فاختہ بے فائدہ کو کو کب تک

۵ پیر میاں، اضطراب خلف شاہ قبول عالم الہ آبادی از تلمیذان حضرت بیتاب نوجوانی بود خوش فکر و ظریف طبع، عاشق

مزاج۔ از جودت طبیعت خود را در اندک زمانہ در شعر و شاعری بمرتبہ اعلیٰ رسید و استادان این فن را در حیرت و اضطراب انداختہ کتب درسی بخدمت حضرت بیتاب تحصیل نمودہ در ایام تحصیل ہوای عشق در دماغش جا گرفت و از تحصیل باز داشت شعر ریختہ بسیار بدیہہ برجستہ پر مضمون میگفت۔ افسوس پرخ کجرو نگذاشت کہ نشو و نما یابد در عین شباب گل وجودش بسموم اجل افسردہ گشت و اشعار آبدار صفحۂ روزگار بطریق یادگار بماند۔ این چند اشعار از آن نوشتہ شدہ۔

جو تو یونہی آنکھیں دکھاتا رہے گا — تو حسرت بھرا جان جاتا رہے گا
مرے جی کا دشمن قیامت ہے یہ دل — موئے پر بھی مجھ کو دکھاتا رہے گا
محبت کیا تھا میں یہ جان تجھ سے — مرے دل سے دل کو ملاتا رہے گا
جو یہ جانتا میں تو کاہے کو ملتا — کہ یوں جی مرا لے کے جاتا رہے گا

عشق میں جو رکھے قدم خون جگر سے دمبدم — چشم رہے ہمیشہ نم آہ و فغاں کیا کرے
جب وہ رشک ماہتاب آیا نظر پر اضطراب — دل کو نہیں ہے کچھ بھی تاب دیکھیے کیا خدا کرے

نزع کی حالت میں یوں کل کہتا تھا بیمار عشق — جان آخر کھو گیا یہ ہے عزیزاں کار عشق
دل کا گر سودا نہ کرتے ہم پری رویاں کے ساتھ — تو قیامت تک نہ ہوتا گرم یہ بازار عشق
یار کے کوچے میں مجھ کو دیکھ کرتے اضطراب — میں کہا اک شخص نے کیا ہے تجھے آزار عشق
یہ جواب اس کو دیا میں ہو کے نالاں درد سے — پوچھتا کیا ہے اے ناداں دیکھ لے آثار عشق
چشم تر اور خشک لب اور رنگ زرد اور اشک سرخ — یہ تو ظاہر ہے مرے چہرے سے سب اطوار عشق

تمہارے لطف سے سب اے صنم ہوئے محظوظ — پہ ٹک کبھی نہ ذرا ایک ہم ہوئے محظوظ
نہ دن کو کل ہے نہ شب چین، عشق میں تیرے — یہ جیسا ہم نے کیا ویسے ہم ہوئے محظوظ
جب اضطراب، کیا قتل، یار نے مجھ کو — یہ دیکھ کر کے رقیباں ستم ہوئے محظوظ
میں بسکہ زندگی اپنی سے تنگ آیا تھا — ہزار شکر ہوا دور غم ہوئے محظوظ

۶ ۔ شیخ نجم الدین عرف مبارک، آبرو تخلص مہر سپہر سخندانیست، نجم برج شیریں زبانی وجودی مبارک دی محافل سخن را آبرو بود، و اشعار دلپذیرش عاشقان را سرمایۂ گفتگو۔ متوطن از گوالیار از فرزندان حضرت غوث گوالیری است۔ در ابتدائے جوانی در دار السلطنت شاہجہان آباد مشق سخن بخدمت سراج الدین خاں آرزو کردہ و در میدان سخنوری کوس یکتائی نواختہ۔ این چند اشعار از اوست۔

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسما ہوا — جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

وباطنی پایۂ بلند دارد، در شعر و شاعری نیز مرتبۂ والا مجتہد است. دیوان فارسی مرتب دارد و گاہ گاہ خیال ریختہ ہم میکند۔ ایں چند اشعار ریختہ از نتائج طبع شریف ایشاں بود قلمی نمودہ۔

نہ پوچھو مجھ سے کہ تیرا کہاں بسیرا ہے — تمام رات ہے اور اس گلی کا پھیرا ہے

عشق پھیرا پنے پر ایسا تو نے — ہائے اے دل یہ کیا کیا تو نے

کیوں ہوتے نہیں ہو واہوا کیا — سچ کہیو ذرا بھلا ہوا کیا

خوش لگتے تھے ہنستے بولتے تم — اب رہتے ہو کیوں خفا ہوا کیا

کچھ خیر نظر نہیں ہے آتی — مائل کہیں دل تر ہوا کیا

جس بات پہ ہم کو ہنستے تھے تم — در پیش وہ ماجرا ہوا کیا

اجمل مرنے کو میرے سن کر — بولا وہ، سنا، بھلا ہوا کیا

کس بے دلی سے ہائے کٹی یہ تمام رات — ادھر سے تھا سوال ادھر سے جواب تھا

معلوم نہیں دل کو ستایا کن نے — اس آبلے کو ہائے دکھایا کن نے

چھوٹا تھا خیال عشق مدت سے مجھے — پھر فتنۂ خوابیدہ جگایا کن نے

تجھ کو بسطے خدا کے اے خواب مت مخل ہو — پایا ہے وصل کی شب ہم نے خدا خدا کر

میں دیکھ آنکھوں میں طوفان خوں ہوا یاں — مگر کہ ٹوٹ گیا میرا آبلہ، دل کا

نہ نالہ و نہ فغاں و نہ آہ حسرت ناک — گیا کدھر نہیں معلوم قافلہ دل کا

آنسو تھمتے مرے نہیں تھمتے — کس طرح کی جھڑی لگی اللہ

کیا کہیے اپنا حال کس سے کہیے — کوئی نہیں داد رس کہ جس سے کہیے

کر قطع امید اب سبھوں سے اجمل — کہلاتے ہیں جو کسی کے اس سے کہیے

جا کر اس در پہ ہمہ سائی کیجے — اور خوب سی اس سے آشنائی کیجے

کیا بات اگر وہ اپنی باتوں پہ لگے — اجمل واللہ پھر خدائی کیجے

پھرنا موہوم پر بہ ہر سو کب تک — یہ ہو دہ تلاش اور تگاپو کب تک

آنے کا نہیں ہاتھ وہ زنہار اجمل — جوں فاختہ بے فائدہ کو کو کب تک

۵۲۰ پیر میاں، اضطراب خلف شاہ قبول عالم الہ آبادی از تلمیذان حضرت بیتاب نوجوانی بود خوش خط ظریف طبع، عاشق

مزاج۔ از جودت طبیعت خود را داند ک زمانہ در شعر و شاعری برتبہ اہل رسید و استادان این فن را در حیرت و اضطراب انداخت کتب درس بخدمت حضرت بیتاب تحصیل نمودہ در ایام تحصیل ہوای عشق در دماغش جا گرفت و از تحصیل باز داشت شعر یکنہ بسیار بدیہہ برجستہ پر مضمون میگفت۔ افسوس چرخ کجرو نگذاشت کہ نشو و نما یابد در عین شباب گل وجودش بسموم اجل افسردہ گشت و اشعار او بصفحۂ روزگار بطریق یادگار بماند۔ این چند اشعار از آن نوشتہ شدہ۔

جو تو یونہی آنکھیں دکھاتا رہے گا — تو حسرت ہمارا جان جاتا رہے گا
مرے جی کا دشمن قیامت ہے یہ دل — موئے پر بھی مجھ کو دکھاتا رہے گا
محبت کیا تھا میں جان تجھ سے — مرے دل سے دل کو ملاتا رہے گا
جو یہ جانتا میں تو کاہے کو ملتا — کہ یوں جی مرا لے کے جاتا رہے گا

عشق میں جو رکھے قدم خون جگر سے دبدم — چشم رہے ہمیشہ نم آہ و فغاں کیا کرے
جب وہ رشک ماہتاب آیا نظر پر اضطراب — دل کو نہیں ہے کچھ بھی تاب دیکھیے کیا خدا کرے

نزع کی حالت میں یوں کل کہتا تھا بیمار عشق — جان آخر کھو گیا یہ ہے عزیزاں کار عشق
دل کا گر سودا نہ کرتے ہم پری رویاں کے ساتھ — تو قیامت تک نہ ہوتا گرم یہ بازار عشق
یار کے کوچے میں مجھ کو دیکھ کر تے اضطراب — یوں کہا اک شخص نے کیا ہے بھتے آزار عشق
یہ جواب اس کو دیا میں ہو کے نالاں درد سے — پوچھتا کیا ہے اے ناداں دیکھ لے آثار عشق
چشم تر اور خشک لب اور رنگ زرد اور اشک سرخ — یہ تو ظاہر ہے میرے چہرے سے ہیں اطوار عشق

تمہارے لطف سے سب اے صنم ہوئے محظوظ — پہ اک کبھی نہ ذرا ایک ہم ہوئے محظوظ
نہ دن کو کل ہے نہ شب چین، عشق میں تیرے — یہ جیسا ہم نے کیا ویسے ہم ہوئے محظوظ
جب اضطراب، کیا قتل، یار نے مجھ کو — یہ دیکھ کر کے رقیباں ستم ہوئے محظوظ
میں بسکہ زندگی اپنی سے تنگ آیا تھا — ہزار شکر ہوا دور غم ہوئے محظوظ

۶ شیخ نجم الدین عرف مبارک، آبرو تخلص مہر سپہر سخندانیست، بنم برج شیریں زبانی وجودی مبارک دی محافل سخن را آبرو بود، و اشعار دلپذیرش عاشقانرا سرمایۂ گفتگو۔ بتوطن از گوالیار از فرزندان حضرت غوث گوالیری است۔ در ابتدائے جوانی در دار السلطنت شاہجہان آباد شرف سخن بخدمت سراج الدین خاں آرزو کردہ و در میدان سخنوری کوس یکتائی نواختہ۔ این چند اشعار از اوست۔

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ رسما ہوا — جامہ گلے میں رات کا پھولوں لیا ہوا

اندازت زیادہ نیست ناز خوش نہیں — جو خال اپنی حد سے بڑھا سو برا ہوا

آبرو کے قتل کو کس کر کمر حاضر ہوئے — خون کرنے کو چلے عاشق پہ ہمت باندھ کر

تمہارے لوگ کہتے ہیں کمر ہے — کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں — یاں تک تو فن عشق میں کامل ہوا ہوں میں

دیکھو تو جان تم کو منواتا ہوں کب سے — بولو خدا کے واسطے تک لعل لب سے

پانی میں ڈوب آگ میں جل کر مرو پر ایک — عاشق نہ ہوں پکار کے کہتا ہوں سب سے

۲۷ خواجہ صاحب میر، الم خلف الصدق حضرت میر درد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، صاحب طبیعت عالیہ جامع صفات سنیہ متوطن شاہجہان آباد است. اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ دارد، از جودت طبع خود علم استادی برپا ساختہ و سابقان میدان سخنوری را در انداختہ. طبع ظریف مزاج لطیف دارد. خاکساری و انکسار را شعار خود ساختہ. اکثر مستفیدان این فن برای استفادہ بخدمت وی حاضر می شوند. دہلی را جہت سیر دیار شرقی گذاشتہ چند روز عظیم آباد بود، از مولف درہمان دیار ملاقی جسمانی رو داد، بارہا در فقیر خانہ تشریف آوردہ. این چند اشعار از زبان ایشان بسمع رسیدہ بود، بر صفحہ قرطاس تسطیر نمودہ۔

حد ہو چکی ہے اب تو خاطر سے بھلا کہاں تک — ہم نے ہوس کو مارا مقدور تھا جہاں تک

بالفرض ایک دو دن لیت و لعل میں کاٹے — انصاف کیجے آخر گزرے گی یوں کہاں تک

میں کہاں تو کہاں یہ کہتے ہیں — کہ ہم آپس میں دونوں رہتے ہیں

ایک بوسہ تو مجھ کو دو صاحب — سنتے ہی منہ پھرا لیا صاحب

خبر نے ٹک اپنی بہت لگ چلا ہے — الم کیا ہوا کیوں دوانا ہوا ہے

میں پھروں کیوں نہ بیقرار ہوا — تجھ سے بدقول سے قرار ہوا

چل الم مجھ کو مت ستائے یوں — لگ چلا بہت یار عنار ہوا

کہاں تک کروں درگزر چشمکیوں کو — مری ران سن ہو گئی چل رے کیا ہے

نہ دل کو قرار بے قراری کے سبب — نہ چشم کو خواب اشکباری کے سبب

واقف نہ تھے ہم تو ان بلاؤں سے کبھو — یہ کچھ دیکھا سو تیری یاری کے سبب

۲۸ قزلباش خاں، امید۔ میر غلام علی آزاد در تذکرہ سرو آزاد آوردہ کہ اصلش از ہمدان است و نام اصلی او میرزا محمد رضا. در عنفوان جوانی از ہمدان باصفہان آمد بخدمت میرزا طاہر وحید اکتساب فوائد نمودہ، در عہد عالمگیر بادشاہ، نور اللہ مرقدہ بہ ہندوستان رسیدہ،

بعطائی منصب امتیاز پذیرفت و در عهد بهادر شاه بخطاب قزلباش خان سرفراز گردیده، در زمان محمد معزالدین بادشاه بتقریب نذر در برہانپور آمده محمد شہابا ناظمان آں دیار بخوبی بسر کرده. در ایام حکومت نواب آصف جاه رخصت زمین شریفین گرفت و بعد تحصیل زیارت مراجعت نموده، آصف جاه بدستور مورد الطاف ساخت چون نواب آصف جاه در سنه یکهزار و یکصد و پنجاه هجری قصد طلب شد قزلباش خان در رکاب نواب به شاهجهان آباد رفت و آن وقت در دار الخلافت بار اقامت گشاده و در سنه پنجاه و نه هجری جهان فانی را پدرود نمود.

خان من گشت سحر آفریں — رخت سفر بست ازیں خاکداں
سال وفاتش دل نالان من — یافته جاں داده قزلباشخاں

از و منقول است که روزی پیش ذوالفقار خان وزیر سکایتی از دست روزگار کرده گفت دنیا را بامید خورده اند گفتم پس چرا نواب صاحب بے من می خورند خان موصوف فیلسوف خوش خلق و رنگین صحبت یار باش بود و موسیقی هندی با وصف ولایت را بودن خوب میدانست و میگفت اینست مجمل کلام سرو آزاد مؤلف گوید که دیوان فارسی روئے مرتب بنظر آمده، شاعر زبردست و معنی یابست با وجود بیگانگت در زبان هندی درین زبان نیز گاهگاه طبع آزمائی میکرد. ایں دو بیت از و مشهور است.

در و دیوار سے اب صحبت ہے — یار بن گھر میں عجب صحبت ہے
تیری انکھیوں کو دیکھ ڈرتا ہوں — الحفیظ الحفیظ کرتا ہوں

۹/۱۲ میر زین العابدین آشنا، آشنای سخن بود و بوش راز بان آوران زیب و زین این فن می دانستند بحسن سیرت و سلامت روی مشهور آفاق بود و بخوش گفتاری و دوستی این کار معروف.

گر مجھ سے دوانے کو تم آزاد کرو گے — ویرانے میاں کتنے ہی آباد کرو گے

ایں چند بیت نیز بنام آشنا در سفینهٔ آشنای بنظر آمده. شاید ہمیں آشنا است یا آشنای دیگر که از احوال وی شناسائی ندارم.

جو کوئی چشم تر نہیں رکھتا — درد دل سے خبر نہیں رکھتا
کس طرح دل میں جا کروں اسکے — نالہ میرا اثر نہیں رکھتا

کبھی تو مہرباں ہو کر پکارے بت — کہ آخر ہم بھی ہیں بندے خدا کے

آشنا کیا بنے گی آستر کار — تجھ سے خانہ خراب کی صورت

آشنا وہ نہ ہوئیگا میرا — یاد رکھیو تو عاشقوں کی بات

۱۰/۱۲ میر محمد کاظم آواره برادر حقیقی میر زین العابدین آشنا است. جودت طبیعت بسیار داشت و اشعار پخته اکثری گفت و مضامین آواره و پریشان را بخوبی در سلک نظم زینت میداد.

اے عندلیب جا کے چمن میں کرے گا کیا　　باد خزاں سے سب گل گلزار جھڑ گئے

۱۱/۲۲ شاہ غلام یحییٰ، انصاف تخلص، از مریدان حضرت قدوۃ الابرار شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس سرہ، مرد بود قلندر مشرب و متوکل وضع، اوقات عزیز خود را در توکل عبادت بسر بردہ از کمال خلق و انکسار خلق را در دام ارادت خود آوردہ مزاج دریائی بہمرساند تا آنکہ بظرافت طبیعت قلیت طینت مشہور شدہ، بارہا می گفت کہ شاعران اگر انصاف را از دست ندہند یقین دانند کہ کیمیائی احیای اموات مضامین کردہ۔ غزل فارسی و ریختہ بسیار برجستہ و بدیہہ بسلک نظم می آورد و اشعار ہندی بطرز جدید کہ آنرا "عشق پیچہ" نام نہادہ بود بسیار بخوبی می گفت کہ بقبول طبائع ظرفا و عشاق می افتاد سخنہائے ظرافت آمیز و اکثر بالسنۂ ظریفان مذکور است اشعار ہندی و فارسی و عشق پیچہ او مشہور۔ گویند روزے برائے زیارت مزار پنجہ مبارک حضرت سید اولیاء علیہ السلام کہ در جونپور است و آنرا در جونپور مخصوص کردہ اند رفت وقتیکہ بدر خانہ زیارت مشرف شد بدیہہ دست برداشتہ ایں شعر فارسی گفت

چہ دیر است ای شفیع روز محشر　　کہ ایں دست تو و ایں دامن کوثر

لطیفہ: در ابتدائے عمل انگریز بعضے ملازمان ایشاں در باغیچۂ او آمدہ از راہ تعدی درختہائے چند بریدند۔ چوں ازیں خبر مطلع شد چند شعر بدیہہ گفت ازاں جملہ است۔

جا کہو عیسیٰ سے کیا تم مر گئے　　اپنے گدھے باندھو کھیتی چر گئے

در سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و ہفت در گذشت ایں چند اشعار از وست۔

واقف تھے ہم کہ عشق کے پیشے میں حسن نہیں　　پر کیا کریں کہ دیدۂ دل اپنے بس نہیں

ملک الموت ہم سے کیا پاوے　　جان میرا توصب حیدر ہے

لکھا ہے دام کی تنخواہ قسمت میں بلبل کی　　دیا سلطان گل نے جیب اے منصب ہزاری کا

دیکھا ہوں شاخ گل پر بلبل کا آشیانہ　　سب عاشقوں کو دیوے حق ایسا ہی ٹھکانا

برما کیا ہے دل کو تیری تنگ نے ظالم　　شاباش ہے بے گھر دا اچھا لگا نشانہ

میٹھے سے ایک پیالے ہوتے ہو تلخ اتنا　　دے کر دوی گالیوں کا ہم نے برا نہ مانا

از عشق پیچہائے او ہیبت تفنن طبع نوشتہ می شود۔

کاجی جی تم گردن مارو میں کیا دین چھپاؤں گا　　شیعہ سنی ملا جانے حق ہے سو فرماؤں گا

پوچھے جو نکیر اور منکر ان کا نام بتاؤں گا　　محشر کے دن خاک سے اٹھ کر علی علی گھر جاؤں گا

پکڑی گول اٹھنگا دامن حضرت میاں کہلاتے ہیں　　جو مرید فتوح لے آوے چھاتی تڑت لگاتے ہیں

خیر عافیت لڑکے سب جن کے میٹھے بول سناتے ہیں　　چکنی چکنی باتیں کر کے چکنے لفنے کہلاتے ہیں

۱۲/۴ شاہ ولی اللہ اشتیاق از اولاد امجاد مجدد الف ثانی بمصداق اسم خود ولی اللہ درویش خدا شناس با خلق و با حیا بود و مولد و مش سرسبز و منشا دی خاک دہلی پیوستہ اشتیاق ابہام در سر داشت، و اکثر معانی موہوم را منظوری ساخت کاش چاشنی طبع مشتاقانت۔

دو بالا ہو گی مخموری عبث آنکھوں کو ملتا ہے　　پیالہ اور بھی پی لے تبھی یہ دور چلتا ہے۔

۱۳/۴ میر جیون، افکار اصلش شاہجہاں آباد است، چوں در ولای اجداد خود کہ از روی دینداری اسلام واجب و لازمست پیوستہ بیقرار دل افتادہ بود۔ اکثر فکر میکرد۔ آخر صفای صحبت دیندہ ارادتش بجانب مطلوب کشید تا بزیارت شہد مقدس مشرف شد و بشرف قرآن خوانی بر مزار امام غیاث السنہ مفتخر و مباہی گردید۔ یک مطلع منتخبہ از و مشہور است۔ الحق مضمون تازہ و خوب یافتہ۔

علی کا بیاہ ایسا جگ مگا تھا　　شب عزا جس کا رتجگا تھا

۱۴/۴۴ محمد میر، اثر تخلص، برادر خورد حضرت میر درد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ انسانیست کاملہ نجوانیست عالم و فاضل، آثار سیادت از چہرہ اش ہویدا و انوار شرافت از بشرہ و ضع و شش پیدا کلامش اثر قبولیت دارد کہ در ہر دل تاثیر می کند سخنش نوشداست کہ ہوش از سر سامعان می برد۔ در صحبت سراپا برکت گرامی برادر خلوت نشینی است و اقتباس فوائد مینماید۔

میرے تئیں تو کام نہ تھا کچھ بتوں سے آہ　　پر دل کے ساتھ مفت ہی بدنام ہو گیا

میاں میں کیا کہوں اب اس سے آگے کو اپنی اکائی　　ترے یہ طور اور مجھ کو تبھی سے کام رہتا ہے

تجھ سوا کوئی جلوہ گر ہی نہیں　　پر ہمیں آہ کچھ خبر ہی نہیں

جو سزا دیجیے بجا مجھ کو　　تم سے کرنی نہ تھی وفا مجھ کو

ایسے کے خیر خواہ ہوئے ہم کہ جس کو آہ　　بد خواہ میں نہ فرق نہ کچھ خیر خواہ میں

دل سے جو چاہئے سو باندھیے بات　　میں تو واللہ کچھ کہا ہی نہیں

ہم نہیں بیدل دل اپنا پاس نہیں　　آہ اس کا بھی تم کو پاس نہیں

۱۵/۴ محمد یار خاں، امیر تخلص، ولد علی محمد خاں روہیلہ امیر امیر زادہ عالی خاندان یار باش شیرین زبان، گاہ گاہ از جودت طبع یک دو بیت موزوں می کرد و مشورۂ اصلاح با محمد قائم داشتہ۔

اس منہ سے الا کچھ نہ نکلا　　جز نالہ و آہ کچھ نہ نکلا

۱۶/۴۶ خواجہ امین الدین، امین تخلص وطن اصلی وی خطۂ جنت نظیر کشمیر است لیکن نشو و نمای وی در دیار شرقی شدہ در بلدۂ عظیم آباد بسر می برد۔ امانت و آن تشنہ آدابست دیانت و خوش خلق موصوف۔ در سلیقۂ زباندانی ممتاز است و در شیوۂ ادا بندی یکتاز، صاحب دیوان فارسیست

گاہ گاہی در زبان ریختہ ہم تمام آزمائی می کند۔

خورشید تا دیکھ کے منہ کانپ کے نکلا ـــــ مہ چادر مہتاب سے منہ ڈھانپ کے نکلا

نہ روک اے آستیں آنسو کو میرے ـــــ ترے یہ تھامنے سے تھم سکے گا

شاداب خط ہے اس کے لب آبدار پر ـــــ یا تاب گرد چاہ کے سرگیاہ سبز

ایک کو ایک دیکھ نہیں سکتا ـــــ کیا زمانے کو ہے انصاف

صاف اور درد کی تکرار سے کیا کام مجھ ـــــ جو مجھے دیتا ہے ساقی دیجے جاتا ہوں

سرو پر اپنے پھول مت قمری ـــــ ہم بھی اک نو نہال رکھتے ہیں

حال اپنا مجھے جو ہے کہنا ـــــ خواہ تم پوچھو خواہ مت پوچھو

چشم گریاں کی دیکھنا خوبی ـــــ مجھ کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبی

۱۷/۳۲ میر غلام علی ، اظہر جد بزرگوار ش ہمراہ تیمور شاہ در ہند آمدہ توطن گزیدہ۔ تولد او در شاہجہان آباد شدہ از بدو حالات ساکنان آں دیار رو بملک شرقی نہادہ از مدتے در عظیم آباد بسر می برد و طالبان این زبان را بکمال میرساند۔ در بلاغت و فصاحت مہارت کلی داشت و در عروض و قوافی غذاقت بے نہایت بہم سنوری در اطراف عالم رسیدہ، از شیرینی ادکام و زبان مستعان بہرہ مند گردیدہ و از شاگردان میر شمس الدین فقیر بود و اشعار فارسی اکثر بر طرز او میفرمود۔ از تلامذہ میر فقیر مثل او پرتو طبع نگرفتہ۔ بلکہ فی الحقیقت در ین فن اظہر من الشمس گشتہ میل طبیعتش اکثر بسوز و نظم فارسی بود، احیاناً در زبان ریختہ ہم طبع آزمائی کردہ و در سنہ یکہزار دیکصد و نود و دو برحمت حق پیوست۔

کروں صبح کب تک شب تار کو ـــــ بھلا یا مجھے، کیا کہوں یار کو

کھلیں غنچہ و گل کے گوش و زباں ـــــ سنیں جب ترے لب سے گفتار کو

نہ ہوگا مگر سیکڑے میں گذر ـــــ کہ باندھے ہے پھر شیخ دستار کو

میں دیکھوں تجھے اور تو غیر کو ـــــ کوئی گل کو چاہے کوئی خار کو

وفا آشنائی مروت ہے یہ ـــــ چلے راہ میں چھوڑ بیمار کو

خراماں تجھے دیکھ کبک دری ـــــ گیا بھول یکبارگی رفتار کو

ہما کو نہ دینا میرا استخواں ـــــ یہ تحفہ ہے اظہر سگ یار کو

جب گھر سے وہ مست خواب نکلے ـــــ سو فتنے سے ہمرکاب نکلے

ساقی نے قدح جہاں دھرا ہے — تا حشر وہاں شراب نکلے
دل ہجر سے آپ جل رہا ہے — آنکھوں میں کہاں سے آب نکلے
دل دشمن جاں بغل سے میری — جاوے کہیں اضطراب نکلے
جس بزم میں مہ رات کو کہ تو ہو — منہ دیکھو جو ماہتاب نکلے
اللہ رے مجھے دیکھ کے شیخ بولا — میخانے سے یہ شتاب نکلے

۱۹/۱۸ میر برہان الدین، آگہی، علم تواریخ و شعر شناسی مشاق، بعشق نظم شہید سید الشہدا علیہ السلام نہایت مشاق قدیم شاعر۔

نشتر نے بلبلوں کے کیا فلک پر سر اٹھایا ہے — کہ بادل بھی سیہ مست ہو کے پرچم آلیب
مجھے تھا دھیان زلفوں کا کہ وہ خورشید رو آیا — خدا نے غم کی راتوں میں خوشی کا دن دکھایا ہے

۲۰/۱۹ میر غلام حسن حسن تخلص، مظہر خوبی سخن و منظر جلوہ معانی، از شاگردان میر زا رفیع شاہدان معانی با حسن و جوہ بزیور الفاظ رنگیں ملی بندی سازد۔

خاک میں ہیں کس کی ملی آرزوئے دل — جو غنچہ یا کھلے ہے تو آوے ہے بوئے دل
بزم میں اس کی جو ہوتی ہیں کسی کی باتیں — دل دھڑکتا ہے کہ میر کہیں مذکور نہ ہو

۲۱/۲۰ انشاء اللہ خاں، انشا تخلص خلف رشید الحکما یا شاء اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ، انشا اللہ جوانیست بسیار خوش خلق و خوش ظاہر از حلاوت شیر بیانی آشنا و بلذت زبانداني بعش رسلہ انشای کلام و مرسلہ او طور ادای او لبسیار مضبوط۔ انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز فکرت وی رو بزیادہ خواہد بود۔ اصل آبا و وی خاک بخف اشرف است لیکن خورشید وجودش چوں مہر منیر از مشرق بنگالہ ظہور گرفت۔

منظور ہم کو جنگ کا ناحق جب ہوا — کیا آپ کا اجارہ ہے اس میں کہیں سبھی
بندہ اسے جب نظر پڑا ہے — بولا چل اٹھ، کدھر پڑا ہے
نالا ہی تجھے تو کھینچ لایا — رونے کا ابھی اثر پڑا ہے
ہوئے ہیں خاک سر راہ اسکی ہم انشا — بڑا غضب ہے جو یہ بھی فلک نہ دیکھ سکے
دیکھ کر کہتا ہے مجھ کو اور دی دشنام بھی — جب میں جھنجھلایا تو بولا واہ تیرا نام بھی
کچھ بہتیری ہی تنہا دشمن انشا نہیں — عشق و ہجر و تو جوانی گردش ایام بھی

۲۲/۲۱ نور خاں، آگاہ تخلص درویست از شاگردان واقف شاہ، دریشہ وہ قصہ خوانی و داستان سرائی بغایت آگاہ و زیرک۔

عبادت گاہ ہے محراب کعبہ ہر مسلماں کو — ہمارا سجدہ گہ محراب ہے اپنے گریباں کا

۲۲/۸ میر اعلیٰ علی، اعلیٰ تخلص ولد میر ولایت اللہ خاں، گاہ اعلیٰ علی نیز می آرد، صاحب ولایت سخن واقف رموز ایں فن، بمنقبت و مرثیہ نیز فکرش اعلیٰ است. گو وطن آبا و اجداد در سرزمین یونان است، لیکن تولد و در ہندستان شدہ۔

چمکنا برق کا منہ کا برسنا کیا کہے دیکھیں — یہ ہنسنے سے نہ چپ رہتا ہے روئے سے نہ ہم خالی
نہ جاوے دل سیتی اعلیٰ علی کے الفت ساقی — نہ ہو اس کی سیتی یہ شیشۂ دل ایک دم خالی
توڑیت زاہد نے کیوں مسجد یہ بتخانہ کیا — بت تو اک صورت بھی تھی اب صاف ویرانہ کیا

۲۳/۱۶ میر شیر علی، افسوس ابن علی مظفر خاں برادر زادۂ غلام علی خاں جوانی است. زبانش در میدان سخنوری مثل شیر ہندہ و فاتحن بیانش حاسدان را جگر دندہ، پدر و عم وی در بنگالہ کمال ثروت داشت افسوس کہ از ہندی فلک پلنگ فطرت بر وباہ بازی او را در شاخ گوزن افلاس آویختہ و بناخن کینہ جوئی رشتۂ اقتدارش گسیختہ اکنوں در بلدۂ لکھنؤ بسر میبرد۔

جب تلک بے عشق یار دیہ دل ناکام تھا — اپنے تئیں کیا چین تھے اور دل کو کیا آرام تھا

۲۴/۱۲ علی تقی خاں، انتخاب ولد اکبر علی خاں منگباشی شاہجہاں آبادی در وقت نواب صادق علی خاں از دہلی در مرشد آباد آمدہ از تجربہ دی شب انتظارش بپایاں رسیدہ و فراغت کلی یافتہ، ہنوز منتظر ترقیات بود کہ ناگہ در سنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد و سہ بر نواب برق افتاد و خرمن بود و ش باد فنا را آرزوی متیسلانش خاکستر ساخت. از آں زماں تا حال در مرشد آباد بسر میبرد۔

جلوہ گر کفر کہیں چمکے ہے اسلام کہیں — رخ نے کی صبح کہیں، زلف نے کی شام کہیں
جو دل غ ہے پہلو میں ہو فرمائش دل ہے — پنہاں نہ کرے پنبہ کہ آرایش دل ہے
بھر نظر جب تری پلکوں کو سیاں دیکھا ہے — دل کو آویختۂ نوک سناں دیکھا ہے
وقف ہے خانۂ دل قصد اگر اس کا ہے — کہو ناوک سے کہ آ بیٹھے یہ گھر اس کا ہے
جو ہیں بہار گل کی قفس تک خبر گئی — سنتے ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی
ہو نہ تار ہتا ہے داغ عشق شعلہ خو یہ مجھے — جوں کباب شیخ اس پہلو سے اس پہلو مجھے

۲۵/۲ احسن اللہ احسن در وقت فردوس آرامگاہ طرز ایہام را بہ حسن اطوار ادا می کرد۔

کھول کر بند قبا کو ملک دل غارت کیا — کیا مصار قلب، دلبر نے کھلے بندوں کیا
لام تعلیق کا ہے اس بت خوشخط کی زلف — ہم بھی کافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اس لام کے

۲۶/۲ شیخ صابر علی، اظہر از شاگردان میرزا مظہر جانجاناں بود و نیکبخت و سعادتمند، از اخلاق ازنامیۂ وی اظہر و چہرہ اش صفات پسندیدہ را مظہر در عنفوان جوانی کہ عین ایام کامرانی بود در بلای ناگہانی مرض فالج گرفتار شد. شاکر و صابر جہان فانی را بدرود کردہ۔

یہ خوش آتی نہیں ناصح تری تقریر مجھے
اس کے ملنے کی بتا دے کوئی تدبیر مجھے

جی نکلتا ہے مرا دیکھ بن اس شوخ کے ہائے
اس کی لا دیوے بلا سے کوئی تصویر مجھے

خود بخود پڑتی ہے پامیں مرے زنجیر اظہر
یاد آتی ہے جو وہ زلف گرہ گیر مجھے

دوانا سا ہا پھرتا ہے کیوں ہر دشت و صحرا میں
کبھو کھائے ہیں کیا اظہر کے تو نے استخواں سگ کہ

فصل گل آئی کیا چاہیے تدبیر مجھے
چلے صحرا کو نہ کرے کوئی زنجیر مجھے

۲۷ خواجہ امام بخش، امانی تخلص، صاحب امام حسین علیہ السلام است۔ اکثر مرثیہ می گوید۔ دیلمن جان سوز میخواند در ینولا در عظیم آباد بسر می برد و بنظم ریختہ محبت تمام دارد۔

اس حلق خشک کو کر آب تیغ سیتی تر
تتے تصدق سر میں جیا جیا نہ جیا

ہم نے اس مشق میں جب راہ بیاباں پکڑا
آبلے پاؤں پڑے کانٹوں نے داماں پکڑا

ہم نے چاہا تھا کہ دامن تیئں کر ڈالیں چاک
کیا کریں یار نے آدست و گریباں پکڑا

ہمارے دل کے ٹکڑے کر وہ ظالم پھر لگا کہنے
پڑا ہے کس کا یہ شیشہ یہاں ٹوٹا وہاں ٹوٹا

امانی ناخن تدبیر گھس گیا آخر
کھلی نہ تو بھی مرے بخت کی گرہ افسوس

۲۸ شیخ یزدان بخش، اختر تخلص، پسر شیخ جہانیار، ساکن کڑہ مانکپور، جوانیست نیک اختر و خوش اختلاط و گرم جوش و یار باش جہاں، ہوای سخن سرائی در سر دارد و مضامین تازہ تازہ میبندد۔ اکثر در عظیم آبادی باشد و مشق سخن از میرزا فدوی میکند۔

دے آبرو جہان میں ابر بہار کو
رحمت ہماری اس مژۂ اشکبار کو

اختر مجھے نہ پوچھے تو پھر پوچھے کون آہ
جیتا رکھے خدا مرے اس دوستدار کو

۲۹ شیخ احمد وارث آمدی تخلص نواسۂ شیخ اجمل چودھری سرکار زمانیہ متعلقہ سرکار غازی پور کہ بقوت جسمانی و زور آوری بزعم مردم آں ضلع وارث رستم دوراں بود۔ آن دافراسیاب پہلوان بودہ جوانیست بسیار قابل و زیرک و در فن سخنوری کامل و ذہین تانہ گو و شگفتہ رو و دلربا و دلدادہ صاحب مذاق و در سخن گوئی بمدی مشاق۔ شاعران آنديار و را باستادی یاد می کنند۔ نخست سنج زبان فارسی و ہندیست در ہر دو میدان یکتازی میکند صاحب تصانیف کثیر است۔ دیوان فارسی و ہندی مرتب دارد و تذکرۂ شعرای ہندی ریختہ نیز تالیف نمودہ۔ ایں چند اشعار از ہمان تذکرہ دزدیدہ شد۔

میخانے میں مطاولت جام کیجیے
پھر زندگی تلک سیتی آرام کیجیے

سیری نہیں ہے ایک دو گال سے مجھکو یار
دشنام کچھ تو اور بھی انعام کیجیے

ہنوز دل میں وہ مژگان سیاہ پھرتی ہے ——— کھٹکتی ہوئی تری کافر نگاہ پھرتی ہے

جب مرا سرو رواں طرف گلستاں نکلا ——— دیکھنے کے لیے گل چاک گریباں نکلا

روز ہی رنگ جھمکتا ہے ترا حسن شباب ——— خط نہ نکلا یہ مگر دستۂ ریحاں نکلا

جب ضعف سے تھی ہم نے رکھا گام زمیں پر ——— جوں نقش قدم رہ گئے ناکام زمیں پر

کہتا ہوں اسے جان تو کہتا ہے وہ قاتل ——— جاجان تری کون ہے میں دشمن جاں میں

یاں تک ہے مری آہ کی تاثیر ہوا پر ——— لٹکے ہے پڑی شعلے کی شبیہ ہوا پر

ہے کون ماہ و بسر بام جلوہ گر ——— خم ہو رہی سلام کو گردن ہلال کی

ان ظالم انکھڑیوں نے چشمک دکھلا کے یار ——— کافر ہمارے دل سے آرام لے گیا ہے

مالک عشق خبر لے کہ مرا یوسف دل ——— غرق چاہ زنخداں نہ ہوا تھا سو ہوا

پہنچنا ہی چشم کا ہر دم ہے کار آستیں ——— ساحل دریا ہے یارب یا کنار آستیں

نگہ کی تیغ ہوئی کس کی ہمنشین چمن ——— کہ خوں میں ڈوبی ہے یکدست آستین چمن

نہ میرے دل سے تو بھولے نہ مجھ کو یاد کرتا ہے ——— کوئی ظالم کسی پر اس طرح بیداد کرتا ہے

آرام و صبر و طاقت و ہوش و تواں چلے ——— اے ولولے بیکسی کہ مرے ہمرہاں چلے

لہرائی زلف تیری صبا نے جدھر میاں ——— بے اختیار ہم بھی ادھر موکشاں چلے

ہم سبھی جو حق ہے محبت کا ادا کرتے ہیں ——— گالیاں سنتے ہیں اور تجھ کو دعا کرتے ہیں

مژگاں سے کیا دلوں میں راہیں ——— بل بے کافر، تری نگاہیں

خار آکے جگر سے پار گزریں ——— اللہ اللہ دل کی راہیں

وہ پری جب بلائے گھر آئے ——— اپنے دل کی مراد بر آئے

ع میرزا عبدالقادر بیدل پیر میکدۂ سخندانی و افلاطون خم نشیں یونان معانی است، کرا قدرت کہ بر طرز سخن تراشی او تواند رسید و کجا طاقت کہ احدے کمان کلاش را بزور سخنوری تواند کشید قادر اندازان مضمار سخن رو بروی او خود را ہدف تیر ملامت ساختہ و زور آوران میدان این فن را زور بازو پیش بیدل بے یار ساختہ میر غلام علی آزاد در توصیفش گوید۔

رساند پایۂ معنی بہ آسمان ہنم ——— بلند طبع شناسد کلام بیدل را

اصلش از کرولاس است تولد ایشاں در بلدۂ عظیم آباد رو داده و در بلاد ہندوستان نشو و نما یافتہ و در بنگالہ بیشتر بسر

بردہ۔ آغاز شباب نوکری پیشہ بود، بعد آں بگوشۂ قناعت نشست و ترک ملاقات اغنیا کردہ می گویند کہ چوں نواب آصف جاہ در سنۂ یکہزار و یکصد و سی و دو بر کشور دکھن متسلط شد نام مطلب بمیرزا نوشت۔ میرزا در جواب وی ایں بیت بقلم آوردہ۔

دنیا اگر دہند نخیزم ز جای خویش　　من بستہ ام حنای قناعت بپای خویش

سوم صفر سنۂ یکہزار و یکصد و سی و سہ بعالم قدس خرامید و در صحن خانۂ خود واقعۂ شاہجہاں آباد مدفون گردید۔ در تذکرۂ شوای فارسی احوال وی مفصل مرقوم شدہ است۔ دو شعر ریختہ بنام او شنیدہ میشود۔ شاید تقریر گفتہ باشد۔

مت پوچھ دل کی باتیں وہ دل کہاں ہے میں ہوں　　اس تخم بے نشاں کا حاصل کہاں ہے میں ہوں
جب دل کے آستاں پر عشق آن کر پکارا　　پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے، میں ہوں

۳۱ حضرت شاہ علیم، بیتاب تخلص، ابن شاہ موسیٰ، نواسۂ حضرت شاہ خوب اللہ الہ آبادی قدس اللہ سرہٗ۔ معدن علوم و مخزن فیوض است۔ اکثر کتب فارسی و فوائد باطنی از جناب خال خود مولانا محمد ناصر افضلی نور اللہ مرقدہٗ استفادہ فرمود و متبع علیۂ خاص و عام است کہ زبانش اثری دارد، ہر کہ از وی رجوع آورد از علم ظاہری و فیوض باطنی فائدۂ کلی برداشتہ۔ طالبان علم برای اکتساب علوم از منازل در مدرسۂ وی آیند و شاگردانش در ثنای دم استادی میزنند حسن تقریر وی سخنوران را بیتاب می دارد و صفای تحریرش دانش مندان را در حیرت می اندازد۔ در فارسی حیرت تخلص می کند و در ہندی بیتاب۔ دیوان فارسی و ہندی وی مشہور است۔ ایں چند بیت از زادہای طبع شریف اوست۔

تدبیر کے اثر سے اب ہاتھ دھو چکا ہوں　　تقدیر میں مری جو لکھا تھا سو ہو چکا

عاشق کو کامیاب جو ہونا نہ تھا نصیب　　فرہاد سر پٹک چکا اور قیس رو چکا

مدت ہوئی کہ یار کو میری خبر نہیں　　کیا میرے آہ و نالہ میں اب کچھ اثر نہیں
اے بلبلو میں ایسے قفس میں اسیر ہوں　　روزن جہاں بجز مرے چاک جگر نہیں
آساں نہیں ہے گرم روی راہ عشق میں　　اوّل قدم میں شمع کے مانند سر نہیں

چشم بد دور عجب خوش قد و قامت ہو گا　　اب تو فتنہ ہے کوئی دن میں قیامت ہو گا

دل چھین لیا میرا بنارس کے بتوں نے　　اس وقت میں تو اے مرے اللہ کہاں تھا

نگیں کی طرز ہمیں کیا ہی خوب بھاتی ہے　　کہ ایک نام کی خاطر جگر چھداتی ہے

کچھ کہو دوستاں مجھے میں نے تو کچھ کہا نہیں　　عشق گناہ ہو تو ہو، اور تو کچھ کیا نہیں

نہ پوچھ اے بندہ پرور مجھ کو یاں کس سے علاقہ ہے　　میں وہ بندہ ہوں جس بندے کا صاحب تو ہی آقا ہے

نہ بگولا ہے نہ یہ گرد ہے ویرانی کی ——— خاک پھرتی ہے گی اڑتی کسی دیوانے کی

چھاتی کا سنگ ہو گیا آخر تپاں کا عشق ——— اتنا ہی کھود نا میرے لوح مزار پر

جب سے نظر پڑی مری اس نو بہار پر ——— یکبار آفت آ گئی صبر و قرار پر

نہ اپنے درد دل سے میں تجھے آگاہ کرتا ہوں ——— کروں کیا کچھ تو چل سکتا نہیں ہے آہ کرتا ہوں

اگر خاموش رہتے ہیں تو کب آرام ہوتا ہے ——— دگر فریاد کرتے ہیں تو وہ بدنام ہوتا ہے

آہ لب تک پہنچ نہیں سکتی ——— غم نے یاں تک کیا ضعیف مجھے

دل تو تم لے ہی چکے جی کو بھی پھر مانگو ہو ——— اتنے عاشق ہیں میاں جاؤں نہ کیا میں ہی ہوں

۲۸/۳۲ نیکچند بہار تخلص در چمن ستھوری بہار زیبان اوست و نہال معانی را سربزی از زبان اوست در تحقیق لغت فارسی چنداں مہارت داشت کہ در جیز تحریر نمی گنجد، کتاب مسمی بہار عجم تالیف نمودہ و در اکثر مواضع دخلہا بر سراج اللغۃ سراج الدین علی خاں آرزو و دیگر کتب لغت کردہ و رسائل در صنائع و بدائع و غیرہ علوم از نتائج طبع اوست گاہے بہ تخلص طبع شعر ریختہ ہم می گفت ازاں جملہ است۔

اے مردم کشی کا زد بیماروں نے کب پایا ——— غلط کہتے ہیں جو آنکھوں کے تئیں بیمار کہتے ہیں

جب سیتی اس سرو رعنا کا ہوا ہے جلوہ گاہ ——— سبز ہوں شمشاد اگتے ہے میرے سینے سے آہ

کنعاں میں ماہ مصر نے کب سلطنت کیا ——— کم ہو کوئی عزیز ہوا ہو وطن کے بیچ

شمع جس تمکیں سے جلتی ہے یہی منظور ہے ——— معتبر رکھتے نہیں عشاق پروانے کی طرح

کہتی ہے عندلیب گرفتار مجھ کو دیکھ ——— امید چھوٹنے کی نہیں اس بہار بیچ

۳۴/۱۸ دلاور خاں بیرنگ در شیوہ خوش کلامی یک رنگ و دلاور میدان جنگ بود و در اوائل یک رنگ تخلص میکرد۔ طبع سلیم و ذہن مستقیم داشت و بعنوان پہلوانی زمانہ را بسر میبرد۔ آخرش بسبب دلاوری خود مراحل مرگ پیمود و رخت خود را بسر اگر خاموشی کشود و راست۔

خط مرا اس نگار نے نہ پڑھا ——— کیا لکھا تھا کہ یار نے نہ پڑھا

۳۴/۱۲ میر صلاح الدین، پاکباز پسر سید کمال، نبیرہ سید محمد جمال۔ آثار صلاح و تقویٰ از ناصیۂ او ہویدا و پاکبازی و سیادت از چہرہ اش پیدا۔ اشعار خود را بخدمت میاں یکرنگ میبرد۔ اوقات عزیز را بتقویٰ و صلاحیت بسر می کرد۔

جلوہ تمہارے حسن کا نت ہے پہ ہم کہاں ——— تم تو سجن ہمیشہ ہوا فسوس ہم نہیں

مجھے درد و الم رہتا ہے نت گھیرے میاں صاحب ——— خبر لیتے نہیں کیسے ہو تم میرے میاں صاحب

کہاں تک دل جلے اور کب تلک چشموں سے آب آوے — مزا اس زیست کا کچھ نہیں اجل یارب شتاب آوے
کہاں بیدار ہیں میرے نصیبے پاکباز ایسے — کہ سر کو اس کے زانو پر رکھوں اور مجھ کو خواب آوے

جواب نہ مریے تو پھر انتظار میں مریے — خدا خزاں نہ دکھاوے بہار میں مریے

مؤلف ایں شعر بنام شخصے دیگر ایں قسم شنیدہ۔

فراق کیا ہے بلا وصل یار میں مریے — خدا خزاں نہ دکھاوے بہار میں مریے

شاید شاعر برائے حسن شعر مصراعش تبدیل نمودہ باشد یا تواردے رو دادہ واللہ اعلم۔

۳۵ شرف الدین علی خاں پیام در ضمون بندی شرف شاعراں و در معنی یابی فخر سخنوراں صاحب دیوان فارسی دیدہ است۔ اصلش از اکبرآباد لیکن بمد عمر در دہلی بسر بردہ ہما نجا پیام اجل رسید از نتائج فکر اوست

دل کے کج کلاہ لڑکوں نے — کام عشاق کا تمام کیا
کوئی عاشق نظر نہیں آتا — ٹوپی والوں نے قتل عام کیا

آج کوئی استادی کے قابل نہیں — حیف مجنوں مرشد کامل نہیں
کئی خطر ہیں عاشق کی راہ میں — شیر کا یاں ڈر ہے اور منزل نہیں
عشق کے دریا میں ڈوبتا جا پیام — دیکھ میں کہتا ہوں یاں ساحل نہیں

۳۶ بسمل ندانم بسمل کیست و از کجا است از شعرای متقدمین معلوم میشود۔

ہائے اس دیوانے دل نے کام ہی ایسا کیا — آپ تو بدنام تھا اور مجھ کو بھی رسوا کیا

۳۷ میر احسن اللہ بیاں تخلص، بیان سخن با حسن و جوہ میکرد و حسن صورت و خوبی سیرت اشتہار داشت وطن اصلی وی اکبرآباد است اشعار خود را بخدمت میرزا مظہر می گزرانید چنانچہ بشاگردیش افتخار می کند و می گوید۔

کیا کیجیے بیاں اس کے وجود اور قدم کا — طاقت نہ زباں کی ہے نہ مقدور قلم کا
بندے سے ثنا حضرت استاد کی کیا ہو — مظہر ہے خداوند کی اس شان اتم کا

ایں چند اشعار از وست۔

کیدھر ہے کہاں ہے خوش دل تو — ہم سے بھی کبھو تو آشنا تھی

تیغ چڑھ اس کی سان پر آئی — دیکھیں کس کس کی جان پر آئی

کیا زلف میں اس شوخ کے تھی دیکھی صبح — یا شام سے ہوتی ہے کسی شب کی صبح

میں زلف کو تک ہاتھ لگایا کہ وہیں ——— ہمسایہ پکارا کہ ہولی کب کی صبح

رسوا ابھی سے کرتے ہو اے چشم تر مجھے ——— آنا ہے اس کی بزم میں بار دگر مجھے

اب ہجر میں کہتا ہے کہ تھا وصل میں آرام ——— نالاں ہی بیاں میں نے تو دیکھا نہیں تب بھی

عرش تک جاتی تھی یا لب تک بھی آسکتی نہیں ——— رحم آتا ہے میاں اب مجھ کو تیری آہ پر

کہنا تو صاف منہ پر مروت سے دور ہے ——— آوے گا ایک روز میری جان کام خط

مشہد پروانہ کیوں روشن نہ ہووے دہر میں ——— جس کی بالیں پر تمامی شب کھڑی ہوتی ہے شمع

قاصد تجھے حق رسائی اس تک جو دے ——— یہ کہہ کے غبار اس کے دل سے کھو دے

ایسا ہی برا حال بیاں کا دیکھا ——— ظالم جو کبھی دیکھیے تو تو بھی رو دے

۳۸ شیخ عبدالوہاب بیگ وطن اصلی وی دولت آباد دکن است و در شاعری کامل ایں فن مشق سخن در خدمت ولی دکنی نمودہ قادر وہاب او را در اندک زمانہ دولت سخن موہبت کردہ ولیعہد کاملان سخنوری گردانیدہ۔

عشق میں کیا تاب ہیگی اس دل بیتاب کو ——— برقرار آتش اودر دیکھا اسی سیماب کو

برسے ہے ابر رحمت ساقی کدھر ہے مینا ——— ہنگام بادہ خواہی جواب نہیں تو پھر کب

جاتا ہے وہ کہ جس سے تھا لطف زندگانی ——— آتی اجل ہماری جواب نہیں تو پھر کب

۳۹ بیچارہ احوال ایں بیچارہ بسمع نرسیدہ لاچار بہیں قدر اکتفا نمودہ شد از کلامش معلوم میشود کہ دکنی نژاد است از آں بیچارہ است۔

پی سے جدا ہونا نہ تھا چاہا خدا کا یوں ہوا۔ ——— جز صبر کچھ چارہ نہیں بیچارہ ہو رہنا پڑا

۴۰ میر زلے بنیاد تو جوانی بود شوخ طبع و بیباک بحالت افلاس گرفتار دریای خرد سالی و الف ہمراہ لشکر وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم وارد الہ آباد شدہ باگرامی برادر دام ظلہ العالی ربطے بہم رسانیدہ اکثر بہ ملاقات می آمد و اشعار طبعزاد خود می خواند۔ جنگنامہ احمد شاہ درانی با فوج مرہٹہ در زبان ریختہ بطور گفتہ بود کہ باستماع آں ہوش از سر سخنوراں میرفت۔ آخر بہ تلاش روزگار بہ دکن رفت۔ بعد از آں احوالش معلوم نیست کہ چہ شد۔ وقت تحریر ایں تذکرہ شعرا از اشعار ریختہ او بخاطر نبود۔ ایں چند ابیات از مخمس او کہ در تعریف ایام ہولی و بہار رنگ آمیزی آں گفتہ بود بقید قلم آوردہ شد۔

اب سب سہیلیاں تو لگیں گلنے ہولیاں ——— لانے لگیں گلال کو بھر بھر کے جھولیاں

منہ پر ابیر مل کے یہی بولی بولیاں ——— ہولی کے کھیلنے سے مسکتی ہیں چولیاں

آ دیکھ بے بہار کہ کیا ہی مچا ہے رنگ

کوٹھے پہ آج ماہ جو بیٹھا ہے بے حجاب — کہتے ہیں لوگ رات کو نکلا ہے آفتاب
سب عیش ساتھ سازہے ہم شیشہ شراب — اور قمقموں کی مار ہے پیارا ہے بے حجاب

لڑکوں کا آج چاروں طرف ہی ہجوم ہے — گاتے بجاتے پھرتے ہیں گلیوں میں دھوم ہے
یہ غلغلہ نہیں ہے گویا شور روم ہے — ہولی کو کھیلنے کا جہاں میں رسوم ہے

بنیاد تیرا یار جو بیٹھا ہے ہمکنار — اور اس کی دونوں آنکھوں میں آیا نشہ کا تار
باغ جہاں میں یار نہ ہوگی ایسی بہار — دن میں ہزار بار تو کر شکر کردگار

بنیاد تو چھپاوے ہے لیکن یہ عشق ہے — مانند بوئے مشک چھپایا نہ جائے گا

۲۱ محمد اسمٰعیل بیتاب درویش بود شاگرد میاں یکرنگ بسیار مزاح مربوط و طبع مضبوط داشت۔ در شاہ جہاں آباد روزی بخانہ جعفر علی خاں میرفت کہ از پشت اسپ بر افتاد و دستش شکست بیماری دو سہ ماہ کشید آخر بہموں بیماری وبیتابی رحلت نمود۔

تڑپ کر مر گئی بلبل قفس میں — پڑی تھی ہاتھ سے کس ظالم کے بس میں

۲۲ بینوا، در وقت محمد شاہ بادشاہ شخصے بود چوں تخلص خود بینوا ظریف طبع و خوش ادا۔

بینوا ہوں زکوٰۃ حسن کی دے — او میاں مالدار کی صورت

۲۳ سیوک از بیتاب گویند بسیار کشیدہ مزاج و کم گو دیر آشنا و خلوت جو بود۔ تاب اختلاط و گرم جوشی نداشت و تابش سخن گرم او را بیتاب می ساخت۔

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی آرام سے ہم — پھنس گئے قید قفس میں جو چھٹے دام سے ہم

۲۴ میر جبار علی بسمل تخلص ساکن سرکار چنار گھر گڑھ مضافات صوبۂ الہ آباد مرد لیست جامع فضائل و بہرہ خوبی ہا کامل۔ آبداری سخن باے شوق آمیز و کد لہاے عاشقاں را بسمل میسازد و حلاوت کلام ملاحت آمیز و کہ آتش عشق در دل سامعاں می اندازد۔

جی دھڑکتا ہے جلے دامن نہ میرے ماہ کا — آسماں تک ہے اٹھا شعلہ ہماری آہ کا
رہتا ہے داغ دل ہی سے روشن تمام شب — محتاج نہ یہ کلبۂ احزاں چراغ کا
نہ پوچھ مجھ سے مرے دل پہ عشق کیا لایا — جو کچھ کہ لایا سو لایا غرض بلا لایا
جب مئے عشق نے ظہور کیا — شیشۂ دل کو چور چور کیا
دلدار ترا ہوا دل آزار — دل آہ تو چارۂ دگر کر
تو ہو مجھ پاس یہ نصیب کہاں — تو کہاں اور یہ غریب کہاں

اگر تو ہی نہ ہوئے جان مجھ پاس　　مجھے پھر زندگی سے کام کیا ہے

۳۵ بیدار ایں بیت آبدار از دست ما سوا آں از ہیچ احوال و اشعار و دیباچ بیدار مفصل اخبار خبردار نکردہ

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو　　کیا بجو لب نے ہر سنگ خجالت لعل و مرجاں کو

۳۶ مفتی محمد برکت اللہ خلف مفتی قدرت اللہ جوانیست خوش گو و ذکیو و در علم تحصیل مہارت وافی دارد و در رسیلۂ نوشتنویسی دست کافی۔ در خدمت مولوی جمال الدین عظیم آبادی شاگرد مولانا برکت الہ آبادی قدس اللہ سرہٗ کہ در بلدۂ عظیم آباد ذات وی در قناعت و توکل از مغتنمات است تحصیل کتب درسی نمودہ چوں پدرش از عارضۂ پیری گوشہ نشین برگزیدہ کار افتا بوی رسیدہ۔ مدتے زمانہ را بہ فراغبالی و خوشحالی بسر بردہ۔ آخر در سنہ یکہزار و یکصد و نود و سہ برای استفسار مقدمۂ ورثۂ شہباز بیگ نامی کہ صاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ آں بلدہ در بارۂ او بہ استصواب داستنای اہل شرع انہ فعال نمودہ بودند ہمراں دیگر افتا پناہاں حضور طلب صاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ کلکتہ شدہ تا حالت تحریر رقیم آبدہ دانۂ آں بلدہ پایندہ است۔ از میر شورش شنیدہ ام کہ ایں ہر دو بیت از دست۔

بے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا　　ہاں تجھ کو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

ساقی ہو اور شراب ہو اور ہو گیا ہ سبز　　اور تو ہو پھر تو کیوں نہ ہو بخت سیاہ سبز

چوں قصۂ ورثۂ شہباز بیگ محل عبرت اہل روزگار است ایں جا بہ تقریب ذکر از آں زبان خامہ گذشت اکنوں شرح آں ناگزیر افتاد۔ شہباز بیگ تورانی بود کابلی نژاد مدتے در رسالۂ ترک سواران انگریزی یکہ سوار بود چوں اکثر در جنگہا کارہای نمایاں از و بظہور آمد صاحبان انگریز کہ قدر شناس مردان نبرداند۔ آخر آخر بعطای انعامات و اضافۂ علوفہ و بخشش مکانات جاگیر سرفراز فرمودند تا آخر کار ترک روزگار نمودہ در عظیم آباد توطن برگزیدہ و بتجارت مشغول شدہ جمعیت فراواں پیدا کردہ و مکانہای شاہانہ تیار نمودہ و پسر برادر اعیانی خود بہادر بیگ را از وطن طلبیدہ مختار خانۂ خود ساختہ خود بہ تماشا بینی و عیاشی مشغول شد و قضا را برائے ازدیاد اشتہا و قوت شہوت نفسانی سیماب خوردہ بود زیاں کرد و یک بیک زباں بند گردید۔ در ہموں حالت اجلش در رسید۔ بہادر بیگ کہ مختار عاملات او بود با صاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ عظیم آباد و قاضی مفتی آں بلدہ ساختگی کردہ و ہزار ہا روپیہ کارسازی دادہ خود بہ ترکہ او بلا شرکت غیرے قابض متصرف شد و زنش را با دیگر متعلقانش بیدخل کرد۔ خواجہ زکریا نامی کہ با شہباز بیگ قرابتے داشت از بیدخلی خود حیراں شدہ، بہ نامہ تمام ماوقع شہباز بیگ بتمام زوجہ او ظاہر ساختہ۔ زنش را ترغیب نالش و تحریک فریاد داد ولکن در کوسل ۲ کونسل ۲ و عدالت عظیم آباد بسبب نافتن کارپردازان آں جا کسے بداد او نہ رسید مضطرب شدہ، عازم کلکتہ گردید و در کلکتہ رسیدہ در عدالت بادشاہی مستغاث شد۔ ہر چند صاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ کلکتہ از خوف استنفاف حاکمان کوسل ۲ کونسل ۲ عظیم آباد و اظہار بیدادشاں دانستہ و ایقاع ایں قضا کوششہا نمودند و لیکن صاحبان عدالت اصلا التفات نفرمودند بہمت طلب بہادر بیگ و قاضی افتا پناہاں و دیگر شاہداں زمان دادند۔ مؤلف در آں حین بعزم کلکتہ وارد

عظیم آباد بود که این حکم رسید، عجب تخلل و قرار بر اهل شهر رو داد. از عمده‌ای شهر کسانیکه بر کاغذی طرفین مهر و گواهی فرموده بودند در آن زمان موت خود را از حیات خوشتر می داشتند بمقتضای

توان خلق فرو بردن استخوان درشت ولی نه حکم بدرد چون بگیرد اندر ناف

قدری زر نقد که در وقت کارسازی بیدست رنج بدست افتاده بود و بی تامل بتصرف آن مبادرت کرده در مکافات آن دادن جانرا به دادن زر تاوان ترجیح میدادند. آخر کار صاحب کلان کوسل عظیم آباد تا گزیر بهادر بیگ رابع افتاپناهان و شاهدان نادره ضابطه داده روانه کلکته نمود. الغرض عجب اتفاق رو داده بعضی از گواهان که بروزگار و برای نان شب محتاج بودند این طلب بسبب بدست آمدن زر نقد و تقرر مایانه نعمت غیر مترقبه دولت عظمی دانسته شاد و برنیکه مایه دار و در ناز و نعمت گرفتار بودند و شب و روز عیش و نشاط بسر می بردند. این سفر را بدتر از موت پدرود و خول سقر انگاشته داد بیداد میدادند. عجب روزگار برای وکلا و گواهان بهم رسید. کسیکه محتاج علوفه پنج روپیه بود برای مایانه صد روپیه انکاری نمود. چون این مردم خوف جان و زوال حرمت از شامت کردار خود در پیش نظر داشتند قضارا قاضی محمد سعدی که بانی این قضا و سرگروه افتاپناهان بود شب و روز دلبدهٔ مرشدآباد یک بیک بمرگ فجایات خود را از وطنه این بلانجات داده و دیگران بکلکته رسیدند. مؤلف برمقارن این حال وارد کلکته شده و عجب هنگامه برپا دیده. سوای صاحبان عدالت بادشاهی همه صاحبان انگریز بمعه علمای اسلام بطرف بهادر بیگ بودند و روایتهای عجیب و غریب برای اثبات حقیقت بهادر بیگ و ابطال کوانذ زنش برمی آوردند لیکن هیچ سود نه کرد. صاحبان عدالت کوانذ زنش معتبر نموده ترکه شهباز بیگ بوی رسانیدند و بهمت زنیکه بهادر بیگ در وقت خود خرج نموده بود اسباب و اجناس و زر آنچه در کلکته و عظیم آباد بود بیع کنانیده بزنش بخشیدند و خانهٔ سنقی برکت و سفق غلام مخدوم را نیز بجهت اثاث البیت آنچه یافتند فروخته داخل ترکه نمودند و برای ادای مابقی زنیکه از و بحرج آمده هر سه را در زندان نمانده کلکته نگاه داشته، هر چند دوستان وی سعی و رسائی نمودند بجائی نه رسید. در تیولا شنیدم که سرگذشت این قضا بولایت رفته است و انتظار رسیدن حکم آن جا دارند تا آمدن فرمان از سرکار کمپنی برای هر یکه علوفه مقرر نموده که بخاطر جمع باشند باید دید چه حکم رسد و چسان خلاصی در نصیب شان میشود تفصیل این داستان دفتری می خواهد، لیکن این قدر هم جهت اهل بصیرت کفایت می کند فاعتبروا یا اولی الابصار.

بترس از خدا و میازار کس ره رستگاری همین است و بس

۴۴ میر عبدالحی تاباں از باغ نوجوان ثمری بود بسیار بامزه و از نخل زندگانی شگوفه بود بسیار تر و تازه. گویند تا حال بهبودی شاعرم اختلاط خوبصورت خوش خلق پاکیزه سیرت معشوق عاشق مزاج در فرقه شعرا از عدم بظهور نیامده. خورشید سیادت از ناصیهٔ وی تاباں بود و آثار نجابت از بشرهٔ او درخشان. افسوس که سموم مرگ میوهٔ نارسیدهٔ وجودش از شاخ زندگی بخاک عدم انداخته. آخر آخر کار اول شباب بود اینقدر مداومت شراب نموده که ملاقات همه یاران موقوف شده. اکثر دوستانش کز زدا دیر فتند مست دریافتند چون هفت هشت

اگر تو ہی نہ ہوے جان مجھ پاس　　مجھے پھر زندگی سے کام کیا ہے

۴۵ بیدار ایں بیت آبدار از دست ما سوای آں از ہیچ احوال و اشعار وی ما بیدار مفصل اخبار خبردار نکردہ

صفا الماس و گوہر سے فزوں ہے تیرے دنداں کو　　کیا تجھ لب نے ہیرنگ نجالت لعل و مرجاں کو

۴۶ مفتی محمد برکت اللہ خلف مفتی قدرت اللہ جوانیست خوش گو و نیکخو در علم تحصیلی مہارت وافی دارد و در رسایۂ خوشنویسی دست کافی۔ در خدمت مولوی جمال الدین نظم آبادی شاگرد مولانا برکت الہ آبادی قدس اللہ سرہٗ کہ در بلدۂ عظیم آباد ذات وی در قناعت و توکل از مقتضات است تحصیل کتب درسی نمودہ چوں پدرش از عارضۂ پیری گوشہ نشین برگزیدہ کار افتا بوی رسیدہ۔ مدتے زمانہ را بہ فراغبالی و خوشحالی بسر بردہ۔ آخر در سنہ یکہزار و یکصد و نود و سہ براے استفسار مقدمۂ شہباز بیگ ابن کرصاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ آں بلدہ در خواہر استصواب واستفتاے اہل شرع انفصال نمودہ بودند ہمراں دیگر افتا پناہاں حضور طلب صاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ کلکتہ شدہ تا حالت خبر در قید آب و دانۂ آں بلدہ پیداست۔ از سیر شورش شنیدہ ام کہ ایں ہر دو بیت از وست۔

بے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا　　ہاں تجھ کو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

ساقی ہو اور شراب ہو اور ہو گیاہ سبز　　اور تو ہو پھر تو کیوں نہ ہو جنت سیاہ سبز

چوں قضیۂ ورثۂ شہباز بیگ محل عبرت اہل روزگار است ایں جا بہ تقریب ذکر از آں بزبان خامہ گذشت اکنوں شرح آں ناگزیر افتاد۔ شہباز بیگ تورانی بود کابلی نژاد مدتے در رسالۂ ترک سواران انگریزی کہ سوار بود چوں اکثر در جنگہا کارہاے نمایاں از و بظہور آمد صاحبان انگریز کہ قدر شناس مردان نبرداند۔ آخر آخر بعطاے انعامات و اضافۂ علوفہ و بخشش مکانات جاگیر سرفراز فرمودند تا آخر کار ترک روزگار نمودہ در عظیم آباد توطن برگزیدہ و بتجارت مشغول شدہ جمعیت فراواں پیدا کردہ و مکانہاے شاہانہ تیار نمودہ و پسر برادر اخیافی خود بہادر بیگ را از وطن طلبیدہ و مختار خانۂ خود ساختہ خود بہ تماشا بینی و عیاشی مشغول شد و قضا را بر اے از زیادہ اشتہا و قوت شہوت نفسانی سیماب خوردہ بود از یاں کردو یک بیک زباں بند گردید۔ در ہموں حالت اجلش در رسید۔ بہادر بیگ کہ مختار معاملات او بود با صاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ عظیم آباد قاضی مفتیاں آں بلدہ ساختگی کردہ و ہزار ہا روپیہ کارسازی دادہ خود بہ ترکہ و بلا شرکت غیرے قابض متصرف شد و زنش را با دیگر متعلقانش بیدخل کرد۔ خواجہ زکریاے کہ با شہباز بیگ قرابتے توسل داشت۔ از بیدخلی خود بیماں شدہ، بہ نامہ تمام ملوکہ شہباز بیگ بنام زوجہ و وظاہر ساختہ۔ زنش را ترغیب نالش و تحریک فریاد داد ولکن در کوسل ۲ کونسل ۲ و عدالت عظیم آباد بسبب اتفاق کارپردازاں آں جا کسے بداد وے نہ رسید مضطرب شدہ، عازم کلکتہ گردید و در کلکتہ رسیدہ در عدالت بادشاہی مستغاثی شد۔ ہر چند صاحبان کوسل ۲ کونسل ۲ کلکتہ از خوف استخفاف حاکمان کوسل ۲ کونسل ۲ عظیم آباد و اظہار بیدادشاں دانستہ و ابقاے ایں قضا کوششہا نمودند و لیکن صاحبان عدالت اصلا التفات نفرمودند بہمت طلب بہادر بیگ و قاضی افتا پناہاں و دیگر شاہداں زبان دادند۔ مؤلف در آں حین بعزم کلکتہ وارد

عظیم آباد بود که این حکم رسید عجب تخلل و قرار بر اهل شهر رو داد. از عمده های شهر کسانیکه بر کاغذی طرفین مهر و گواهی فرموده بودند در آن زمان موت خود را از حیات خوشتری داشتند بمقتضای

توان بخلق فرو بردن استخوان درشت ولے شکم بدرد چوں بگیرد اندر ناف

قدری زر نقد که در وقت کارسازی بدست رنج بدست افتاده بود و بی تامل بتصرف آن مبادرت کرده در مکافات آن دادن جان را به دادن زر تاوان ترجیح میدادند. آخر کار صاحب کمان کوس عظیم آباد ناگزیر بهادر بیگ رابع افتاپناهان و شاهدان زاده را داده روانه کلکته نمود. الغرض عجب اتفاق رو داده بعضی از گواهان که بروزگار بر ای نان شب محتاج بودند این طلب بسبب بدست آمدن زر نقد و تقرر ماهیانه نعمت غیر مترقبه دولت عظمی دانسته شاد و بر نیکه سایه دار و در ناز و نعمت گرفتار بودند و شب و روز در عیش و نشاط بسر می بردند. این سفر زاید تر از موت پدرود و خول سقر از نگاشته داد بیداد میفرمود. عجب روزگار بر ای وکلاء گواهان بهم رسید. کسیکه محتاج علوفه پنج روپیه بود بر ماهیانه صد روپیه انکاری نمود. چوں این مردم خوف جان و زوال حرمت از شماست کردار خود در پیش نظر داشتند قضارا قاضی محمد سعدی که باقی این قضاوسرگروه افتاپناهان بود شب دو روز دبلدهٔ مرشد آباد یک بیک بمرگ فجاءات خود را از ورطه این بلانجات داده و دیگران بکلکته رسیدند. مؤلف بر مقارن این حال وارد کلکته شده و عجب هنگامه برپا دیده. سوای صاحبان عدالت بادشاهی بهمه صاحبان انگریز بمنزلهٔ طمای اسلام بظرف بهادر بیگ بودند و روایتهای عجیب و غریب برای اثبات حقیقت بهادر بیگ و ابطال کوائف نشر برمی آوردند لیکن هیچ سود نه کرد. صاحبان عدالت کوائف نشر معتبر نموده ترکه شهباز بیگ بوی رسانیدند و بهمت زیکه بهادر بیگ در وقت خود خرج نموده بود اسباب و اجناس و را آنچه در کلکته و عظیم آباد بود بیع کنانیده بر نش بخشیدند و خانهٔ منفی برکت و منفی غلام مخدوم را نیز بمنزلهٔ اثاث البیت آنچه یافتند فروخته داخل ترکه نمودند و برای ادای ما بقی زیکه از و بحرج آمده هر سه را در زندانخانه کلکته نگاه داشته. هر چند دوستان و کسی ربانی نمودند بجائی نه رسید. در تیولا شنیدم که سرگذشت این قضا بولایت رفته است و انتظار رسیدن حکم آن جا دارند و تا آمدن فرمان از سرکار کمپنی برای هر یک علوفه مقرر نموده که بخاطر جمع باشند باید دید چه حکم رسد و چسان خلاصی در نصیب شان میشود تفصیل این داستان دفتری می خواهد لیکن، این قدر هم جهت اهل بصیرت کفایت می کند فاعتبروا یا اولی الابصار.

بترس از خدا و میازار کس ره رستگاری همین است و بس

۴۶ میر عبدالحی تاباں از باغ نوجوانی ثمری بود بسیار بامزه و از نخل زندگانی شگوفه بود بسیار تر و تازه. گویند تا حال همچو وی شاعر گرم اختلاط خوبصورت خوش خلق پاکیزه سیرت معشوق عاشق زاج در فرقه شعرا از عدم نظیر نیامده. خورشید سیادت از ناصیه وی تاباں بود و آثار نجابت از بشرهٔ او درخشان. افسوس که سموم مرگ میوهٔ نارسیدهٔ وجودش از شاخ زندگی بخاک عدم انداخته. آخر آخر که دل شباب بود این قدر مداومت شراب نموده که ملاقات همه یاران موقوف شده. اکثر دوستانش که نزد او میرفتند مست می یافتند چوں هفت هشت

روز از دولت حیات او باقی مانده بود یک مرتبه توبه کرده بهمه آشنایان خود رقعه نوشت که عزیزان من توبه کردم شما شاهد و خبرگیران من باشید چرا که شراب بسبب کثرت استعمال موافق مزاج من شده بود از گذاشتند معلوم میشود، غافل از احوال من بودن از عقل بسیار دور است آخر الامر همان شد که گفته بود۔ مولد و مدفن او در شاهجهان آباد است۔

قد حلقہ کماں اسی حسرت میں ہو گیا ـــــ تیر ہدف کبھی نہ ہماری دعا ہوئی

تیرے غم سے نہاں ہاں تک ہے مجھ کو ـــــ ادھر بات کہنا ادھر بھول جانا

ترے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے ـــــ تجھے بے مروت مروت کہاں ہے

تو بال کھول نہایا تھا ایک دن اب تک ـــــ ہر ایک موج کو ہے پیچ و تاب دریا میں

نہ چھوڑا میں جنجھلا کے تار گریباں ـــــ رہے تا نہ گردن پہ بار گریباں

جو ناخن کے بند قبا کھولتے تھے ـــــ سو مشغول ہیں اب بکار گریباں

بہے اشک از بسکہ آنکھوں سے میری ـــــ لب جو ہو لبے کنار گریباں

مرنے کے سے تو نہیں کچھ مرے آثار ہنوز ـــــ رحم کر رحم کہ جیتا ہے یہ بیمار ہنوز

۲۸ سید امام تصور ساکن نارنول اشعار خود را بخدمت حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ گذرانیدہ از بندے در الہ آباد بمدارۂ آنحضرت قدس اللہ سرہٗ مع اہل و عیال خود استقامت دارد۔ مردیست سپاہی پیشہ لیکن زمانہ با او موافقت نمیکند در تصدیعات گرفتاری باشد۔ بعد تحریر تذکرہ تصور برفاقت مؤلف از الہ آباد برام نگر بنارس آمدہ و مدتے در سایۂ صحبت من فارغ البال گزانیدہ، آخر بمرض تپ محرق گرفتار شدہ خرچ او ہ اش کہ ملازم راجہ چیت سنگھ بود باستماع بیماری وی آمدہ بخواہش تمام بخانہ بردہ، آخر الامر در آخر ماہ شعبان سنہ یکہزار و یکصد و نود و پنجم کہ سانحہ فرار بر راجہ و متوسلانش افتادہ تصور را طاقت گریختن و ہمراہ رفتن متصور نبود ناچار او را در میرزاپور کہ مسافت دو کروہ از رام نگر باشد تصور آن کہ در آں جا بہ آرام خواہد بود، گذاشتند، قضا کار ہموار و رقضا دامنگیر او شدہ در عین ہنگامۂ گیر و دار و گریز و فرار راہ دار القرار گرفت ہموں جا او ابناک سپردند۔ ایں چند اشعار او کہ در غیبت بنظر درآمدہ بود۔

صیاد تو ہمیشہ دل آزار ہی رہا ـــــ نالے سے بلبلوں کو سروکار ہی رہا

آنکھوں نے اشک خوں سے تو رسوا کیا مجھے ـــــ دل دام زلف پیچ گرفتار ہی رہا

جب تک کہ کام یار کا جور و جفا نہ تھا ـــــ دل جور و ظلم سے کسی کے آشنا نہ تھا

مسجد میں جا کے سر کو پٹکتا ہے تو عبث ـــــ اے شیخ بتکدے میں مگر کیا خدا نہیں

۴۴ میر عبداللہ تجرد اشعار خود را بخدمت سید عبدالولی گذرانید زادگاہش دکن است وطبعش مائل این فن آبادہ توکل و تجرد بسر می برد۔

تجھ میں لطف ہے سو ملک کو خبر نہیں　　خورشید کیا ہے اس کی فلک کو خبر نہیں

۴۵ صلاح الدین تمکین جوانی بود صاحب تمکین از صلاح وتقوی بدرویشی میگذراند ہمیشہ در شاہجہان آباد بسر میبرد۔

حسن اور عشق کو جس روز کیا ایجاد کیا　　مجھ کو دیوانہ کیا تجھ کو پریزاد کیا

۴۶ حسین علی خاں تحسین تخلص مخاطب بخطاب مرتضی رقم خاں خلف میر محمد باقر خاں شوق سید گردیزی است بزرگان وی در وقت بابر بادشاہ از گردیز بہندستان آمدہ در کڑہ مانکپور قیام ورزیدہ و پدر وی از عہد طفولیت در دہلی بخدمت اورنگ زیب عالمگیر بمنصب سہ ہزاری وجاگیر سرفرازی یافتہ۔ در شعر فارسی صاحب دیوان بود و در عالم خوشنویسی عدیم المثال بخصوص در خط شکستہ نستعلیق آمیز موجد و واضع الاصل شدہ گوی سبقت از خوشنویسان عصر ربودہ و در فنون سپاہ گری و علم تیر اندازی صاحب کمال بود۔ ہرگاہ فرخ سیر بادشاہ بدست سادات بارہہ گرفتار شدہ از ضعف سلطنت و برہمی سررشتۂ آداب خاندان تیموریہ خانہ نشین شدہ در سن نود و پنج سالگی۔ آخر سلطنت محمد شاہ در شاہجہان آباد بجوار رحمت ایزدی پیوست۔ وی سلمہ اللہ تعالیٰ از عطای الٰہی در عنفوان شباب بکمالات ظاہری و باطنی سعادت اندوز شدہ بسبب انقلاب زمانہ از دہلی برآمدہ، مدتہا در خدمت ناظمان بنگالہ بعزت و اعتبار تمام نشو نما یافتہ در ابتدای عمل انگریز از مردم ہندوستان اول از ملازمان کمپنی انگریز کہ بخدمت بادشاہ ہند امتیاز منصب وجاگیر حاصل کردہ او بود۔ در فن خوشنویسی خط نستعلیق مہارت تمام دارد و در انشا بہ مہارت دستگاہ کلی صاحب تصانیف فارسی است: سوانح قاسمی و انشای تحسین و ضوابط انگریزی جلد سوانح طبع دوم محل تحسین سخنوران است و موقع آفرین زبان آدمان۔ سوای کتب فارسی نسخہ نوطرز مرصع مشتمل بر قصہ چار درویش بعبارت ہندی تالیف نمودہ بلا تصنع سحر کردہ موجد این ایجاد نادرہ غیر دوز از وقت آدم تا ایندم احدی نشدہ واقع کہ ہندی را با فارسی بہ خوبی ترصیع نمودہ، با مؤلف بسیار صحبت دارد شیریں زبانی او غنچہ ہای افسردہ خاطر ہای پریشان را بہ شگفتگی می آرد و خوش بیانی او زنگ ہای غموم و ویراں آشفتگی و شیفتگی میرباید۔ در لطیفہ گوئی و حاضر جوابی عدیم المثال است در گرم اختلاطی و یار باشی شش دریں عصر نا ممکن، بلکہ محال از اشعار یختۂ وی این چند شعر غیر منتخب باو بود تحریر مینماید، و من بعد چند فقرہ از کتاب نوطرز تسطیر میکند۔

شیشہ ہے بے شراب کا جس دل میں تو نہ ہو　　کس کام کا وہ گل ہے کہ جس گل میں بو نہ ہو

گل کیوں کہ تیرے مصحف رو پر نظر کرے　　شبنم سے جب تلک اسے پیلے وضو نہ ہو

تصویر کے ورق سے اسے کم نہ جانیے　　جس بزم میں بتاں کی تری گفتگو نہ ہو

قصیدہ در مدح نواب وزیر الممالک بقلم آوردہ این چند بیت ازان است۔

اگر مداد ہو دریا اور ہوں قلم اشجار
نہ لکھ سکے کوئی اس کے کمال کا طومار

اور اس کی ہمت عالی کی کیا کروں تعریف
ہوا ہے عرصۂ دنیا کا جس سے گوہر بار

چمن زمانے کا شبنم سمیتی ہے محروم
اگر نہ اس کی سخاوت کا ہو سحاب بہار

نہیں کا نام زمانے سے ہو گیا مفقود
زبان فیض سمیتی لفظ ہست ہے دربار

تماشا یہ ہے کہ وہ ہمت کم سے واقف نہیں
یہ فضل حق ہے کہ ہو ہمت اور ہو بسیار

جو اس کے مطبخ عالی کو پوچھو مجھ سے
تو کیا کہوں کہ زیادہ ہے وہ ز حد شمار

یقین ہے حاصل ہندوستان نہ ہو کافی
اگر ہو اس کے معارف کے واسطے دکار

غرض کہ جس کا ہو تحسیں جناب اس درجہ
کروں میں وصف کو اس کے کہاں تلک اظہار

کہ جس پہ مہر درخشاں دمیں ہوں ذرہ مثال
خدا کے واسطے وہ ہے کہاں ہے کیا مقدار

اگرچہ کام خوش آمد کے کرنے کا ہے ننگ میں
ولے قسم ہے مجھے اپنے دین و ایماں کی

کہ بے مبالغہ کہتا ہوں اس کو میں صد بار
نہیں زمانے میں ایسا جاہ و حشم شکوہ

مرے نواب کا ثانی کوئی سپہ سالار
خدا کرے اسے تب تک سلامت اور قائم

کہ جب تلک ہے سرسبز دہر کا گلزار

آغاز کتاب نوطرز مرصع

دیباچۂ ثنائے خداوند ذوالجلال
ایسا نہیں کہ لکھ سکے اس کا کوئی کمال

منشی کے ہو رہا ہے قلم کا جگر شگاف
شاعر کی اس کی حمد میں ہوئی زبان لال

مقدور نہیں کہ نام محمد کا میں لکھوں
پہنچے ہے کس کا نعت مبارک پہ کچھ خیال

لولاک جس کے حق میں خدا نے کیا نزول
ہے دین کے چمن میں وہی سرو نونہال

پیچھے سے نعت حضرت خیر البشر کے میں
کرتا ہوں وصف شیر خدا مظہر کمال

نازل ہوئی ہے نادعلی جس کی شان میں
تحسیں کو اس کی مدح کے لکھنے کی کیا مجال

بہتر ہے یہ کہ آل عبا پر پڑھوں درود
من بعد داستان کا لکھنا کروں خیال

ہر چند فارسی کے بھی کہنے کی دستگاہ
رکھتا ہوں لیک اس کی سمجھ ہے بہت محال

اس واسطے کہ یخنی کی طرح خوب ہے جو فہم میں ہر ایک کے آوے میرا مقال

اوپر دانشوران شیریں بزم درایت و فراست کے اور عاقلان صاحب مجمع انجمن بلاغت و متانت کے مخفی و پوشیدہ نہ ہے کہ عاجز ترین خلق اللہ میر محمد حسین عرف آغا تخلص تحسین مخاطب بخطاب مرصع رقم بعد علت والد بزرگوار حضرت میر محمد باقر خاں صاحب متخلص شوق کے کہ تمام ممالک ہندوستان میں نزدیک ارباب کمال کے کمالات دینی و دنیوی کے شہرۂ آفاق تھے، اور واقعی یوں ہے کہ بیچ میدان تشریح و توصیف ذات اس مفرد کائنات کے سر دوں بال آہوئے قلم کا اوپر صفحہ مخمل افلاک چراگاہ سفیدۂ کاغذ کے جلوہ نمایش کا پا کر نافہ ریز بہار عرصہ تحریر کا نہیں ہو سکتا۔ اگر ذات فائض البرکات ان کی کے تئیں طغرائے منشور فراست عالم کا یا عنوان مثال بے مثالی کا کہوں بجا ہے۔ ایزد تعالیٰ غریق رحمت کا کرے۔ مزاج اپنے کے تئیں اوپر مطالعہ قصہ ہائے رنگین کے اور لکھنے افسانہ ہائے شیریں کے ہر دم مصروف رکھتا تھا؛ اتفاقاً ایک مرتبہ بیچ وفاقت نواب مبارز الملک افتخار الدولہ رکن السلطنت جیرلیں اسمٹ بہادر صولت جنگ سالار افواج انگریزی کے درمیان کہ دریائے گنگ کے سواری بجرہ مورچھل کے سفر کلکتہ کا پیش آیا لیکن بسبب مسافت دور و دراز کے بعضے وقت طبع فارغ البال دل کی خفگی مکان کی سے بیچ قفس کشتی کے رکھتی، اوقات شغل قطع منازل کا ایک عزیز سراپا تمیز کہ بیچ وفاقت میری کے فرد وار حلقہ محبت و اخلاص کا اوپر گردن کے رکھتے تھے۔ مندلیب زبان کے تئیں بیچ داستان سرائی حکایت عجیب و غریب کے اوقات خوش کرتے چنانچہ ایک روز بلبل ہزار داستاں اس حکایت دلفریب کے تئیں بھی بیچ گلزار گفتگوی کہانی کے ترنم کیا جو ہر ایک صدائے ترنم اس کی کے بے اختیار دل کو بھاتی تھی کہ سننے سے تعلق ہے۔ طاؤس نگارین خیال کا بیچ باغ خاطر کے یوں جلوہ ہوا۔ گرچہ پیشتر دو تین نسخے از قسم انشائے تحسین ضوابط انگریزی و تواریخ فارسی وغیرہ کے ہیں۔ لیکن مضمون اس داستاں بہارستاں کے تئیں ہی بیچ عبارت رنگین زبان ہندی کے لکھا چاہیے۔ کیوں کہ آگے آگے سلف میں کوئی شخص موجد اس ایجاد تازہ کا نہیں ہوا۔ اور یہ کہ جو کوئی حوصلہ سیکھنے زبان اردوئے معلیٰ کا حاصل کرے واسطے علم مجلس کے لسانی زبان ہندستان کے بیچ حق آدمی کے خراد کندۂ ناتراش کے تئیں ہے۔ چنانچہ چند فقرے بیچ تفنن طبع کے شروع داستان اول میں نوکریز خامہ عجز نگار کے کیے۔ در صفت فیض آباد گوید: سبحان اللہ ہر صفحہ اس صحیفہ فیض کا برائے خود یک گلشن ہے۔ کہ ہر طرف تختہ تختہ بہار خط و خال شاہداں زریں لباس کے بیچ اس کے رونق افزائے دیدۂ نظارگیوں کے ہو رہی ہے۔ اور ہر کوچہ اس بلدۂ خاص الخاص کا علیحدہ علیحدہ یک گلبن ہے کہ ہر سمت رنگ برنگ گلزار حسن و جمال موشگافان گلگوں قبا کہ فروغ بخش چشم تماشا بینوں کی ہوتی ہے۔ وسعت چمن قطع پوں کی اگر ملاحظہ کیجیے تو لذت قطع سیر بہشت کی گوشہ خاطر سے فراموش ہو جاوے اور جو رفعت محراب ترپولیہ کی دیکھیے تو شاپردازی بہار ارتفاع کا پنجہ قوس و قزح کیسی زبان دل کی خاموش ہو جائے۔ واقعی کہ شہر کیا ہے کہ ایک طلسم تماشائے قدرت الٰہی کا ہے۔ ایزد تعالیٰ اس دارالامن کے تئیں ہمیشہ رونق سواد دیدۂ ہفت کشور کا رکھے۔

زبس ہونے طراوت سے واں کیاہے گذار — عقیق رنگ بدل کر ہے سبز مرد وار
کماں فیض طراوت سے بر سر ہر سنگ — شرر کے تخم سے جمتا ہے واں درخت انار
اگر اس طرف سے صبا ہو کے باغ میں جاوے — درخت خشک وہیں سبز ہو کے لاوے بار
ہے بے مبالغہ گر ساکنان جنت سے — کرے جو سیر کوئی اس دیار کا گلزار
یقین جانو دل میں زبس تماشا ہے — بطور دیدۂ نرگس کے ہو رہے سرشار
جو خوب غور سے دیکھا چمن میں قدرت کے — تو شک خندہ ہے اس قطعۂ زمیں کی بہار
کبھو نہ اس کو گزندِ سپہر سے ہو ضرر — جسے ہے سکن و ماوا کے واسطے یہ دیار
شہ پناہ کی خوبی کا گر بیاں کیجے — کتاب خوب میں جدول کا جیسے ہو سنگار
شجاعت گرچہ کی صفت مجھ سے گر کوئی پوچھے — قلعے کی شکل زمیں پر ہو فلک کو قرار
خدا نے جب کیا شہ البلاد فیض آباد — کہ سب صفت میں یہ موصوف ہے بعز و وقار
غرض میں کر نہیں سکتا ہوں اس کی کچھ تعریف — کہ ہے وہ زینت ہندوستاں بہ نقش و نگار

آغاز داستاں بیچ سرزمین فردوس آئین ولایت روم کے ایک بادشاہ تھا۔ سلیمان قدر فریدون فر، رعیت نواز و عدالت گستر، آئندۂ حاجات بستہ کاران بخشندۂ مرادات امیدواراں۔ فرخندہ سیرنام، اشئہ شوارق فضل ربانی کا و شعشعہ بوارق فیض سبحانی کا ہمیشہ اوپر بوج پیشانی کے لمعان و ضو افشاں رہتا، لیکن شبستان مرو و دولت اس کی کا فروغ شمع زندگانی کے سے قطعہ فرزند ارجمند سے بے روشن نہ رکھتا تھا، اس سبب سے ہمیشہ غنچہ خاطر مبارک اس کے کا باد سموم اس فکر دلخراش سے افسردہ رہتا اور اصلا گل عشرت اس کے کا شدت حزن و غم والم سے بہار شگفتگی کی نہ دکھاتا۔ لیکن فرورۂ بہ امید اس کے کہ شاید نقش بند طراز آفرینش کی دستیاری قلم قدرت کی سے شکل اولاد کی اوپر صفحۂ روزگار کے ثبت کرے گاہ گاہ فرخندہ سیر بیچ حریم حرم تعظیم کے کہ خاک پاک اس کے تئیں کحل الجواہر دیدہ قدوسیاں کا کہا چاہیے کہ قدم رنجہ فرما کے شب پردہ نشیناں حریم حرمت اور ہودج گزیناں تتق عفت سے جو کوئی مقبول خاطر اشرف والا و پسند طبع ارفع و اعلیٰ کے ہوتی ساتھ اس کے داد معاشرت و مباشرت کی دیتا۔ قصہ کوتاہ۔ ایک روز خورشید برج خلافت کا بیچ آئینہ محل خاص سپہر اساس کے کہ فردوس بریں بھی تماشائے تعمیر اس کے سے عرق انفعال اوپر چہرے کے کھینچے، ساتھ ایک بدر منیر اوج عفت کے مانند ماہ مشتری کے قرآن السعدین تھا۔ اتفاقا اس عرصے میں نظر مبارک بادشاہ کی طرف ایک آئینے کے کہ مقابل مکان عشرت گاہ کے نصب کیا تھا۔ جا پڑی جو سن شریف اس کا قریب پچاس سال کے پہنچا تھا۔ وقت مشاہدۂ جمال مہر تمثال اور معاینۂ صورت تمال اپنی کے دیکھتا کیا ہے کہ ایک موے سفید درمیان ڈاڑھی سیاہ کے مانند

سہیل ستارے کے بیچ آخر شب تاریک کے کہ واقعی اس نشان کے تئیں ختم عرکا کہتے ہیں نمودار ہوا۔

بس دیکھتے ہی آنکھوں کو یرقان ہوگیا　　یا لگ ہوا کہ ہوگیا ہر استخواں زرد

پر اس وقت وہ ابر نیسان آسمان عصمت و کرامت کا طوعاً و کرہاً موتی مقصود کے تئیں بیچ صدف آرزوئے مدت دراز لقائے زیبا طلعت کے پرکر کے بعد فراغت غسل کے اس مکان سے اٹھ کر طرف خانہ باغ کے متوجہ ہوا اور اپنے دل میں غور کیا کہ ہر اول لشکر خزاں بہار عمر کا ساتھ فوج بیشمار گلریزی گلزار طاقت و توانائی کی شمشیر برہنہ موے سفید کی کہ برہمزن صف جوانی کی بے لے کر مقابل ہوا اور امید زندگانی کی بالکل منقطع ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ باغبان قضا و قدر کے تئیں بیچ روز اول کے گلشن تمنائے دل کی کے تئیں گل مراد کے سے نوبت بنیں نشی کہ بعد میرے حدیقۂ سلطنت کے تئیں سرسبز کرکے بہار افزا ہو۔ در بیان آمدن درویش وقت شب در باغچہ با امید وصال معشوق: سبحان اللہ بیچ تعریف نور افشانی بہار چاندنی اس رات کی کہ شب برات عاشقوں کی کہا جاتا ہے ماہتابی وہاں کی شعاع زباں کی سے روشنی بیاں کی بلند نہیں کر سکتی۔ ایک طرف فراش ماہتاب کے تئیں شامیانہ چاندنی کے تئیں اوپر جوترۂ خیابان باغ کے رونق افزاے خاطر عاشقوں کا کر رکھا تھا۔ اور ایک طرف مشاطہ جوبیا کے تئیں شاہد آبشار کے تئیں زیور رنگین الماس پہنا کر جلوہ سراے دل مشتاقاں کا کر رکھا لیکن جب تک کہ وہ مہتاب سپہر حسن و لطافت کی جلوہ بخش دیدۂ منتظر کی نہ ہوئی تھی بمضمون اس کے کہ:

گل بے رخ یار خوش نباشد　　بے بادہ بہار خوش نباشد

گلزار بیچ خاطر میری کے خار تھی اور لیلۃ القدر بیچ خیال میرے کی شب تار۔ اس وقت فی البدیہہ حضرت تحسین صاحب کی بے اختیار زبان میری سے دوریز ہوئی۔ غزل

کس مزے کے رنگ سے بن بن کے آتی ہے بہار　　حسن کو اپنے عجب سج سج دکھاتی ہے بہار

چاندنی ہے سیر ہے اور بادۂ گلرنگ ہے　　گر نہیں ساقی تو کس کافر کو بھاتی ہے بہار

ماہتابی کی مزے میں حیف وہ مہتاب نہ　　ہائے اس کے ہجر میں کیا مفت جاتی ہے بہار

جھومتی جھکتی جھلکتی جھلجھلاتی چاندنی　　چاندنی کے رنگ میں دل کو لبھاتی ہے بہار

واہ واتحسیں نپٹ یہ مصرع موزوں ہوا　　جو وہ گل رخ پاس نہ کس کو خوش آتی ہے بہار

شکر بدرگاہ حق مقلب القلوب کے کہ کشش دل بیتاب کی تئیں اوپر دل اس ماہ رو کے جنبش دی۔ بعد ایک لمحہ کے وہ ماہ شب چہاردہم رونق افزاے حدیقہ فردوس سراے کی ہوکر اوپر مسند زیبنت نقرئی کے جلوہ آرا ہوئی۔ واہ ری واہ جس وقت وہ قمر طلعت داخل باغیچہ نخوت و زینت کے ہوئی، عطر گلاب رفسارۂ زیبناے شب ماہتاب کا تقویت بخش دماغ تماشا بینوں کا ہوکر زینت آراے بزم

کامرانی کا ہو گیا اور یوسف عکس بیاض نگینہ ہائے الماس اُنہ کا اوپر خاتم مینا رنگ سبزۂ زمین ریاض آئین کے زیب افزائے دیدۂ نورانی کا ہوا۔

کن نے کیا خرام چمن میں کہ اب صبا — لاتی ہر بوے ناز سے بھر بھر کے جھولیاں

نو عروسان شب کے دیبا فرش چاندنی کے لباس فقرہ سے بہار افروز بزم دل فریبی اور دلربائی کی تھیں اور ماہ نسترن کے اوپر بساط چمن کے خلوت میں ہمیں سے رونق اندوز خوبروئی کی تھی۔

جو ہیں آئی بزم میں وہ ماہ رو سیمیں عذار — ہو گیا مہتاب پرکھا اور ہی نور آشکار
کیا قیامت نکل تھی مہتاب جس کو حسن کو — دیکھتا تھا دور سے آنکھ اپنی کے تئیں پھاڑتا
کیا کروں تعریف اس کی نعت کی پوشاک کی — موج دریا میں کہیں ہو ساہ تاباں کی بہار
زیور الماس میں دیکھا جسے نور جمال — ماہ کی ہو وے جھلک جوں درمیان آبشار
واقعی کیا سے ہے تحسیں کہ کچھ کہنا نہیں — جب میسر ہو کہیں اس جی سے کر دیجو نثار

در توصیف روشنی و آتش بازی گوید: از روی انصاف کہیے تو تماشے کے عالم میں وہ رات نہ تھی گویا شب برات تھی۔ اگر چراغاں کی کیفیت کا ذکر کروں تو دل مانند مثل سرابستان ارم کہ تجلی بخش دیدۂ بصیرت ارباب ذوق کا ہو جاوے اور کنول کی چمن کی روشنی کا بیان کیجیے تو غنچہ دل کا مانند گلریز کی ہوائے محبت اس کی سے گل کی صورت میں پنکھڑی پنکھڑی ہو بھر جاوے۔ ایک طرف انار کے جھاڑ ذی مانند جھاڑ درخت انار کے گلہائے آتشیں سے صحن باغ کے تئیں گل انار کر رکھا تھا اور پیچھے کے گلدستہ ذی گلدستہ شقائق و ریاحین کے تئیں روشن کشتے سو اس کی جگر حسرت کو داغ داغ کر دیا۔ ہوائی ذی اپنی بلند پروازی کی روبرو ہو کے تئیں ذی بال و پر کر رکھا اور پٹاخوں ذی اپنی غرش کی آگے بادل کی گرج کو صم بکم کر دیا۔ ہت پھول کی پھول کا جو لطف کہوں تو بے شائبۂ تکلف جس طرح کرن پھول خورشید کا بیچ بناگوش عروس صبح کے جھلکتا ہے اور چھلجڑی کی گل فشانی کا جو ذکر کروں تو ذی تصنع جیسے قمر کی نوشہ کے مکھ پر کرن کی جوت کی مقیش کے سہرے میں جھلملاہٹ کی موتی کی سی لڑی جھلکتی ہے۔

۵۲ شجاعت خاں، ثابت، نبیرۂ شیر افگن خاں، شجاعت او در میدان زبان آوری از ابیات او ظاہر میشود۔

زنداں میں یوسف سا ساہ — واہ زلیخا تیری چاہ

۵۳ مفتی غلام مخدوم ثروت خلف مولوی جمال الدین عظیم آبادی پدر بزرگوار او مدتی در خدمت حضرت شاہ عالم بہادر بادشاہ غازی بکمال ثروت و جاہ بسر میبرد و سر آمد علمائے حضور بود۔ وقت حدیث خوانی ہمنشیں آں قدوۃ السلاطین میشد۔ چوں بادشاہ از الہ آباد نہضت فرمود و لے بسبب بیماری کہ از چندی عارض شدہ بود در الہ آباد متوقف شد آخر ہمو نجا رحلت

حق پیوست، در قدم رسول مدفون گشت۔ نفی غلام مخدوم نیز در ایام قیام بلدۂ الٰہ آباد در خدمت پدر شرف اندوز بود و تحصیل علوم دین مینمود۔ چوں از حضور بخدمت افتاء عظیم آباد افتخار یافت راہی آں ضلع شد و در آں بلدہ بدرس و استخراج مسائل بسری برد۔ قضا را از دو سال بحسب انقلاب روزگار در بلدۂ کلکتہ در قید آب و دانہ گرفتار است۔ اصل وطن وی موضع پھلواریست متعلقات آں بلدہ۔ در فن شعر و شاعری مہارت کلی دارد و گاہگاہ طبع آزمائی می نماید۔

آتی ہے مجھے یاد تری زلف مسلسل ——— جب دیکھتا ہوں ابر کی تصویر ہوا پر
ہے آئینے میں عکس ترے خط کا یوں نمود ——— پانی کے بیچ جوں نظر آوے گیاہ سبز
رد فے سے میرے ہو گئی مژگاں تمام سبز ——— باراں سے جس طرح ہوے بستاں تمام سبز

۵۴ شہاب الدین ثاقب مرد بود درویش طبع و متوکل و صلح میاں مردم در توکل اظہر من الشمس ساطع و در تواضع اشہر از شہاب ثاقب بود، شاگرد میاں آبرو ست چند ے شعر خود را در خدمت سراج الدین علی خاں آرزو ہم میگذانید این دو بیت از و بسمع رسیدہ۔

قتل کا کس کے ہے اب قصد تمہارے دل میں ——— کیوں کر کھنچے ہو میاں سان پہ تلوار کے تئیں

۵۵ شاہ غلام مرتضیٰ جنون ابن حضرت شاہ تیور الٰہ آبادی قدس اللہ سرہٗ از خاندان عالیشانست۔ پدر بزرگوار وی علوم عقلی و نقلی بنیظیر بود۔ در عبادت و ریاضت قرب المثل او ہم مثل پدر پیوست در توکل بسری برد و ہرگز ملاقہ معاش قبول نکردہ۔ کتب درسی را در خدمت مولوی محمد برکت الٰہ آبادی نور اللہ ضریحہ کہ امام علمای زمان و مقتدای فضلای دوراں بود تحصیل نمودہ در حین اکتساب مابین اقران و اماثل خود در جودت طبیعت و جودت انتقال ممتاز بود۔ تا آنکہ جنون در دماغش راہ یافت و از تفصیل باز داشت من بعد عارضۂ ضعف بصر لاحق گشت۔ پس قطع طریق آمد رفت نمودہ در انزوا نشست تا حال در آں مامن فارغ البال نشستہ متوجہ احوال طالبان کمالست۔ در اضافۂ فتوح غیبی و افادۂ فیوض لاریبی اشتغال دارد۔ اکثر تصانیف نظم و نثر وی در تصوف و بیان وحدت است گاہگاہ غزل فارسی در ریختہ ہم میفرماید۔ این اشعار ہندی وی وقت تحریر مخطوط رخاطر بود نوشتہ شد۔

کہیو خدا سے اے ملک الموت جا کریوں ——— دیتا نہیں ہے جی کو جنوں شاہ کیا کروں
کہتا ہے سب تو ہجر میں کٹ گئی ہماری عمر ——— دیکھا نہ روز وصل کا اے آہ کیا کروں
آیا خدا خدا کے جو باریں پہ نزع میں ——— آنکھیں الٹ گئیں مرے اللہ کیا کروں

آفت جان ہو گئی آخر یہ بینائی مجھے ——— جو بلا کہیے سو ان آنکھوں نے دکھلائی مجھے
کوئی کہیے سیتی اور کوئی دیر سے پہنچا ——— کبھی جس پہ تری مہر و بھی خیر سے پہنچا

جنوں کا یاں تلک ہے گرم بازار　　کہ پتھر بھی نہیں سنتا کہ خریدار

۵۶/۲ میاں جگن جگن تخلص، خالہ زادۂ شیر افگن خاں است اشعار خود را شاید بخدمت تقی، میگزراند من رباعیٔ خوب ازو ست۔

اس دل مریض عشق کو آزار ہی بھلا　　چنگا ہو تو ستم ہے، یہ بیمار ہی بھلا

۵۷/۲ میر شیر علی جرأت ردیف بود جری و شیر بیشۂ سخنوری در شاہ جہاں آباد تحصیل کتب متداولہ نمود بمقتضای جودت طبیعت گاہگاہے شعر ہم می گفت آخر از دار الخلافت رخت اقامت بدکھن کشید باز بر حالش اطلاع نہ گردید کہ تا کجا رسید۔

نہ اپنے چھوٹنے کی کس طرح تدبیر میں رہیے　　بہار آئی ہے کیوں کر خانۂ زنجیر میں رہیے

۵۸/۲ میر مظہر علی، جذبؔ عظیم آبادی کلامش مظہر جذبۂ محبت است و بیانش منظر غلبۂ مودت ازو ست۔

ہے جنوں کا زور طوفاں ان دنوں　　میں ہوں اور میرا گریباں ان دنوں

۵۹/۵۲ میاں محمد روشن ہوشؔ برادر خرد محمد عابد دل کہ ہر دو برادر از صلب حسینت راد ناگزیں ابراہیم خلیل از آزر ظاہر شدہ حق تعالیٰ ہر دو برادر را توفیق تحصیل سنات رفیق گردانید و چراغ وجود ایشاں را از روغن انکسار و تواضع روشن کردہ و آب و گل ایشاں بہوش شعور و بیداری بمیوہ گشتہ از جور و خاکساری قبول خاطرہا و نفیع و شریف شدہ ہر دو برادر در عظیم آباد بسر میبرند۔ و ہر یک بہرۂ وافی در شیوۂ طالب علمی دارند و نصیبی کافی در سلیقۂ تیر اندازی و دستکاری و در انصاف فضائل اوصاف قرین یکدگر اند۔ بنام ذکر ہر دو یکجا آوردہ۔ باید دانست کہ بیدینی پدر بیدیں باعث فخر و نام آوری پسر دیندار است، نہ موجب ننگ و عار ابراہیم خلیل را از بت پرستی پدر چہ خلل و پسر نوح را از ایزد شناسی اصل چہ شد بقول جامی۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی　　اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزی نیست

اشعار جوشش در جوشش دلہائے مشتاقاں چوں خورشید روشن است در روشن بیانی و در دل خاص و عام برہن دیوان اشعار وی مرتب است لیکن وقت تالیف نزد مؤلف حاضر نبود۔

کس طرح سے اوصاف ہو خلاق جہاں کا　　قدرت نہ قلم کی ہے نہ مقدور زباں کا

۶۰/۱۸ قلندر بخش جرأتؔ تخلص شاہ جہاں آبادیست لیکن نشو و نما در فیض آباد یافتہ بخشش الٰہی شامل حال اوست۔ سخن قلندرانہ می گوید و در وادی پسر و بن سخنوری بجرأت می پیوست۔

روشن ہے اس طرح دل ویراں کا داغ ایک　　اجڑے نگر میں جیسے جلے ہر چراغ ایک

۶۱/۱۲ شیخ محمد حاتم، حاتمؔ از شاہ جہاں آباد است ہمطرح میاں آبرو گویند قلندر مشرب و دیر آشنا بود و رعونت خود نمائی بمدد داشت۔ میر تقی در نکات الشعرا آوردہ کہ حاتم ہیچ نمانداردہ، اما در یافتہ نمیشود کہ ایں کبر و گردنکشی او از چہ راہست بسبب

شاعری کہ ہم چوں من دیگر نیست یا دضع خود چنیں ساختہ است مولف گوید کہ ما را ایں چہ کار شاعر بسیار خوب و پسندیدہ بود۔

مثال بحر موجیں مارتا ہو ۔۔۔ یا ہو جن فی اس جگ سو کنارہ

ہجر کی زندگی سو موت بھلی ۔۔۔ لوگ سب مل کہیں وصال ہوا

گر عدو میری بدی کرتا ہو خاص و عام میں ۔۔۔ میں اسے رسوا کروں گا باندھ کے دیواں کے بیچ

مارا ہو سنگدل نے دکھا مجھ کو سرخ رنگ ۔۔۔ تعویذ مجھ مزار کا لازم ہو رنگ سرخ

خاطر میں تو لاتا نہیں تو پاہ کسو کی ۔۔۔ ڈرتا ہوں نہ لگ جاوے تجو آہ کسو کی

۲۸ محمد باقر حزیں شاعر ریختہ و صاحب دیوانست، بسیار طبیعت موزوں و دل محزوں داشت، غنچہ استعداد وی از فیض صحبت و اثر تربیت میرزا مظہر شگفتہ بود چنانچہ خود می گوید۔

ای حزیں شکر کہ ہو مصحف ارباب جنوں ۔۔۔ فیض سو حضرت مظہر کہ یہ دیواں میرا

زادگاہش شاہجہان آباد سموم خزاں حوادث ازاں جا رخت توطن برداشت، در گلزار بنگالہ چوں بلبل ہزار داستاں آشیاں گزیں شدہ۔ نغمہ سرائی می کرد۔ ناگاہ از عشق رعنا جوانے نار غم واندوہ بر جگرش خلیدہ و از جلوہ عشق کارش بر سوائی کشیدہ در عین آشفتگی گل بیہودہ وی از باد فنا بر باد گردید۔

اس بے وفا کے عشق میں کچھ مجھ کو بس نہیں ۔۔۔ پاؤں تلک بھی ہاے مرا دسترس نہیں

کیا کیا گزرتی ہوگی دلوں پر قفس کے بیچ ۔۔۔ ان بلبلوں کا وای کوئی داد رس نہیں

اتنا تو صبر دے کہ فغاں ضبط کر سکوں ۔۔۔ آخر یہ میرا دل ہے الٰہی جرس نہیں

کس کس مزے کی دھوم مچائی تھی پر کسال ۔۔۔ جاتی ہو اب بہار، حزیں، ہاے بس نہیں

خوب بوجھا ہو مزہ عشق کی رسوائی کا ۔۔۔ معتقد جی سو ہوں اب دل کی میں دانائی کا

ہم کمر یار کی سنتے ہی رہے تھے لیکن ۔۔۔ ہرگز اس بات کا ہوتا نہیں اثبات ہنوز

آتی ہے تو بہار دھڑکتا ہو جی کہ وای ۔۔۔ پھر شور و شر کریگا یہ خانہ خراب دل

کچھ کٹی ہجر میں کچھ وصل میں گریاں گزری ۔۔۔ کیا مری عمر کی اوقات پریشان گزری

مجھے کہتا ہو تیرا دل کہاں ہو ۔۔۔ قیامت شوخ میرا بدگماں ہو

۲۹ محمد علی خاں حشمت از شاگردان غنی بیگ قبول شاعر بود با حشمت و قابل مرحمت شعر ریختہ را بآئین شائستہ بیان می کرد۔ و آخر الامر در جنگ قطب الدین خاں فوجدار مراد آباد کہ با پسران محمد علی خاں رو بہ یلہ رو دادہ بود شربت شہادت پیشہ از دست

خط نے ترا حسن سب اڑایا　　یہ سبز قدم کہاں سے آیا

۶۴ محتشم علی خاں حشمت سید صحیح النسب سپاہی پیشہ و است اندیشہ بود۔ گوہر اصلش از بدخشاں و لعل رنگین خیالش بنایت رخشاں طبع ارجمند و فکر بلند داشت۔ از بدخشاں در دہلی آمدہ در نیلپورہ سکونت گرفت بہ حشمت و فراغت زیست می کرد بوسعت تمام اوقات می گزراند ہموبنافوت کرد۔

بہار آئی دوا ذی کی خبر لو　　اگر زنجیر کرتا ہو تو کر لو

نکہت گل نے چھپایا کس زندان کے بیچ　　پھیر زنجیر کی جھنکار پڑی کان کے بیچ

۶۵ مراد علی، حیرت ساکن مراد آباد اشعارش حیرت افزای بینندگانست نمرادر سائی شنوندگان۔

کہاں ہو شیشہ ی محتسب خدا سمجھ　　مری بغل میں جھلکتا ہو آبدل کا

۶۶ خواجہ حسن، حسن ابن خواجہ ابراہیم حیرۂ خواجہ کھماری درویش خوش خلق و متواضع و حسن خلق مجسم حسن۔ ادا ہی دی پسند خاطر شاعرانست و لطف فکر رسا ہی دی مقبول طبع سخنورانست۔

دل دلاسوں سے کری نہ بیقراری بیشتر　　خانۂ ماتم میں ہو پہ ہی زاری بیشتر

۶۷ میر حید رعلی، حیران تخلص اصلش دار السلطنت دہلیست از چند ہی در لکھنؤ می باشد۔ جوانیست گرم اختلاط، یار باش رنگین طبع، خوش معاش، در عالم سپہ گری بسر میبرد، و گاہگاہ بطبع آزمائی میکند و قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر در زمین سنگلاخ چاروں ایک بنظم آوردہ تازہ مضامین رنگین بآئینہ جلوہ دادہ کہ سامعان را حیران می سازد و از سرمدعیان ہوش میرباید آغازش اینست

جگر و جان و دل و سینہ ہم چاروں ایک　　شور و بے تابی و اندوہ و الم چاروں ایک

بیٹھو جس دن سے تری راہ میں سمجھو تب سے　　بوریا خاک و نمد سم چاروں ایک

مشرق اور غرب جنوب اور شمال اے غافل　　جستجو میں پڑی کرتے ہیں ہم چاروں ایک

صوفی و زاہد و ترسا و برہمن پیارے　　بندگی کرنے میں تیری ہیں ہم چاروں ایک

نہ کتابت نہ ملاقات نہ وعدہ نہ پیام　　جی جلانے کو ہمارے ہیں یہ غم چاروں ایک

تو ہی جب پاس نہیں ہے تو ہمارے نزدیک　　ہستی و نیستی و شادی و غم چاروں ایک

آپ کے دل میں جو کچھ آوے سو کیجے یاں تو　　ہو گئی جور و ستم لطف و کرم چاروں ایک

کل کہا میں نے میرے گھر چلیے　　اس میں کچھ کم نہ ہوگی محبوبی

سن کے تیوری بدل کے کہنے لگا　　رسم و راہ ادب تو سب ڈوبی

مجھ سے کہتا ہے میرے گھر چلیے ——— دیکھیو اختلاط کی خوبی

یوں پھونک کے بھسمت کیا دل کے نگر کو ——— اے سوزِ جگر آگ لگے تیرے اثر کو

باتوں پہ تیری ہم تو اے رشکِ ماہ بھولے ——— دینا نہ تھا تجھے دل کیا کیجو آہ بھولے

تم نہ آئے پر تمہاری راہ ہم دیکھا کیے ——— دل پہ دکھ گزرا کیے اور آہ ہم دیکھا کیے

یہ کب کہتا ہوں میں جو تم نہ لے آرام جان جاؤ ——— مرا دم نکل لے پھر جہاں چاہو تہاں جاؤ

لگا جو رات کہنے حال میں، غصے سے یوں بولا ——— بھر آتی ہے نیند اب کہہ چکے تم داستاں جاؤ

نہیں جاؤ گے جیتے جی گلی سے یار کی ہم تو ——— اگر جانا ہو تم اے طاقتِ تاب و تواں جاؤ

۶۸/۴۲ جعفر علی، حسرت، پسر ابوالحیہ عطار باشندہ لکھنؤ از خوش گویان روزگار است نازیبا شان اینہا از مضامین رنگین اشعارش موجب رشک و حسرت ہمچشمان اوست و آئین نازنین آدابش سبب حسد و حیرت ہم صحبتان وی۔ از پیشتہ اصلاح سخن از راہ دیوانہ گرفتہ۔ اکنوں بے باکانہ از و انحراف ورزیدہ۔

برنگ آبلہ ہر دانہ یہ کیا زندگانی ہے ——— کہ جس کے پاؤں پڑتے ہیں اسی کے سر گرانی ہے

میر غلام حسن در تذکرہ خود آوردہ کہ در ہندستان ہم است کہ برای پوشیدن پستان اکثر زنان دامن از گریباں کشند۔ در آں مقدمہ می گوید۔

شاید اس دامن میں پیارے خون بے تقصیر ہو ——— تیرا دامن آج کیوں تیرا گریباں ہو گیا

مؤلف گوید مصرع اول را بے وجود بے تکی با مصرع ثانی ہیچ مناسبت نیست و لطف لفظ کہ پسند خاطر ظریفاں باشد حاصل نمیشود۔ وقت تحریر بدیہہ مصرعہ خاطر رسید کہ صفای آں بر سامعاں پوشیدہ نماند۔

کچھ تو ہو اس میں پھپھولے کہ تو کیا تقصیر ——— تیرا دامن آج کیوں تیرا گریباں گیر ہو

۶۹/۴۲ میر منور حیران تخلص، ساکن بلدۂ عظیم آباد مرد خلیق و آشنا پرست پیوستہ در تلاش معانی رنگیں و مضامین دلنشیں حیراں می بود۔ در ہموں شہر درگذشت زوست۔

دیکھتا داغ ہے کوئی ترے سینے کا ——— ہاتھ ملتا ہے یہ بیمار نہیں جینے کا

کیا جانیے کریگا کس کس کو اب دوانا ——— اے جان ہر گھڑی کا تیرا یہ مکرانا

کیوں لیا تھا دل مرا او کیوں کیا تھا آشنا ——— گر ستانا ہی تجھے اے بیوفا منظور تھا

کیا تجھ کو مری آنکھوں نے سوا ——— کوئی اب کیا مجھے۔ سوا کرے گا

ملے ہے بے طرح غیروں سے جا جا ۔۔۔ خدا جانے وہ ظالم کیا کریگا

بس انتظار وعدہ و پیغام ہو چکا ۔۔۔ تو آ نہ آ ہمارا تو اب کام ہو چکا

مشہد پہ ہمارے وہ کہیں آن نہ نکلا ۔۔۔ مرنے کو موئے جی کا یہ ارمان نہ نکلا

خوش قداں دل میں تک خیال کریں ۔۔۔ جس کو چاہیں اسے نہال کریں

جانتے ہیں جواب پاویں گے ۔۔۔ اے فلک تجھ سے کیا سوال کریں

الٰہی ہوئی ایسی کیا بات ہم سے ۔۔۔ خفا ہو گیا بے وفا رات ہم سے

نکالا یار نے جب روبرو سے ۔۔۔ رہا پھر کام کیا ہم کو کسو سے

۲۸ میر غلام حسن حسن تخلص صاحب تذکرۂ شعرای یختہ، ماحصل احوال و کرکہ خود در تذکرہ آوردہ است اینست کہ وطن آبا و اجداد ہرات است پدرش در شاہ جہان آباد آمدہ بسبب جوہر قابلیت در امائل واقران ممتاز گردیدہ، تولد او در دہلی شدہ، از صغر سن میلان طبیعت بسوی سخن آرائی داشت. اصلاح سخن از میر ضیاء الدین ضیا تخلص گرفتہ، لیکن طرز و کرگذاشتہ بر طریق حضرت میر درد و مرزا رفیع و میر تقی گذشتہ در آغاز جوانی بہت تلاش معاش در لکھنؤ و فیض آباد رسیدہ از اتفاقات حسن در سرکار نواب سالار جنگ کہ قدر شناس سخنوران ست سررشتۂ روزگار بہم رسانیدہ. میگوید کہ تا ایں مدت قریب بہفت وہشت ہزار بیت بنظم آوردہ. واللہ اعلم بالصواب. مطلع سرزلوانش ایں است۔

گر کیجے رقم کچھ تری وحدت کے بیاں کا ۔۔۔ تو چاہیے خامہ بھی اسے ایک زباں کا

جس طرح حیراں ہو کوئی روے حیراں دیکھ کے ۔۔۔ دل پریشاں ہو گیا زلف پریشاں دیکھ کے

حسن مت یاد کر ان صحبتوں کو ۔۔۔ سدا یکساں نہیں رہتی کسی کی

کہنے کی ہیں یہ باتیں کس بن نہیں گزرتی ۔۔۔ پر ایک جان تو ہے جس بن نہیں گزرتی

کچھ ہو نہ ہو، ولے ہو تیرا خیال دل میں ۔۔۔ اس بن نہیں گذرتی اس بن نہیں گزرتی

جان و دل ہیں اداس سے میرے ۔۔۔ اٹھ گیا کون پاس سے میرے

مصرعہ ثانی ایں مطلع با مصرعہ مطلع علی ابراہیم خاں خلیل توارد یافتہ۔

اڑ گئے کچھ حواس سے میرے ۔۔۔ اٹھ گیا کون پاس سے میرے

الحق مصرعہ اول ایں مطلع از مصرعہ اول حسن حسن ادا کی است۔

۲۹ کلو جام، جام تخلص جامیست در شاہ جہان آباد متصل مدرسۂ غازی الدین خاں دکان سخن تراشی را گرم کردہ از الفاظ

رنگین شاہدان مضامین را بند نمودہ سرگرم دلربائی ساختہ و سخنان خوش آئین را آب و رنگ تازگی بخشیدہ بکیوت نظم آراستہ موبمو از ناخن پا تا سر آئینہ رویان خیال را از لآلی حسن ادا در جلوہ گری آوردہ و کاکل پریشان معانی تازہ را بدست کاری خود شانۂ تدبیر زدہ بروغن خوش گوئی چرب نمودہ لیکن غلغلۂ سخن گوئیش نشتر دل سخنوران است و دبدبۂ زبان آوریش ناخن گیر جگر زبان آوران شدہ۔ شاگرد میرزا رفیع سودا است، ہرچند نباضی می کند اما تا حال رگ ریشۂ سخن در نیافتہ و مرہم گفتگویش موجب التیام جراحت عیبجویان نشدہ بقول شخصے۔

استرہ ہرچند دم تیز یافت　　موستر دمو نتواند شگافت

بلی حجام برای سترتراشی شاید بجہت سخن شناسی ارذال اگر فنون و علوم کامل برآیندہ اشراف در چشم مردم ناقص و بی اعتبار نماید و امر ازیں چہ کار:

شعر نیکو پسر نیکو را　　معتقد باش ز ہر کس باشد

ہر دم نظر آتے ہیں نئے یار تمہارے　　ہم جی چکے گریہ ہی میں اطوار تمہارے
یہ جی میں تمنا ہے کہ ان آنکھوں سے پوچھوں　　بچتے نہیں کس راہ سے بیمار تمہارے
مت بند قبا کھول کے گلزار میں جاؤ　　ہوتے ہیں ابھی گل گلے کے ہار تمہارے
اس کاوش مژگاں کو گلہ مجھ سے عبث ہے　　اے آنکھو یہ بوسے ہوئے ہیں خار تمہارے
ٹھہریں مہ و خورشید کہاں نظروں میں میری　　ہم نے تو عیاں دیکھے ہیں رخسار تمہارے
اس شوخ کے کوچے میں نہ جایا کرو صبام　　اک دن کہیں پھن جاویں گے بھیا تمہارے

تم جو ہم سے نہ ملو گے تو ضرر کیا ہوگا　　ہم اس غم میں اگر جاویں گے مر کیا ہوگا
کیسے رخساروں کے لیتا ہے مزے خوباں کے　　بہتر اس سے کوئی صبام ہنر کیا ہوگا

پس اگرچہ تذکرۂ فضائل محامد و محاسن ہمیں برادر قبلہ گاہی، مظہر فیوض الٰہی مولائی و استادی، مولوی خیر الدین محمد الٰہ آبادی المتخلص بحسرت دریں تذکرہ مناسب نبود چہ آنجناب کمتر التفات بجانب بند و حشیان مضامین ریختہ دارد، لیکن بنا بر شاگردی و غلامی کہ مؤلف را قطع نظر از برادری در آں حضرت متحقق است، دل بیزبان گوارا نکردہ کہ ایں تذکرہ کہ اول تالیف ایں بیچارہ ان است از احوال حیرت افزایش خالی باشد، گواز ذرہ در وصف آفتاب چہ آید۔

چہ نسبت ذرہ را با مہر انور　　نیاید از خذف توصیف گوہر
اگر خواہم کہ باشد آبرویم　　ہمیں گویم کہ من شاگرد اویم

نہ شا گردم غلام کمترینم　　بگرد خامۂ او خوشہ چینم

لیکن بر گاہ و بیگاہ برخی از حالات آں ستودہ صفات در تحریر کشیدہ ایں مجموعہ را نیب آرایش می بخشم باید دانست کہ تولد و سلمہ اللہ تعالیٰ در عشرۂ اولیٰ شہر صفر شیازدہ صد و شصت و پنج است بمقتضای ایں مقدمہ سالیکہ نکوست از بہارش پیدا است یگانہ در عہد طفولیت مزاجش بلہو و لعب چنانچہ طرز طفلانست مائل نبود تا آنکہ از بزرگان آگاہ دل او را خطاب مولوی می کردند چوں بمکتب خواندن شروع نمود طبع عالیش بمجرد بود کہ سبق طفلان مکتب بمجرد شنیدن از بر میکرد و قصائد و رباعیات کہ یکبار کسی میخواند در ذہن او جائی گرفت و سبق ناخواندہ مثل خواندہ بیان میکرد و پیوستہ شوق اکتساب و فوائد و تمنای ادراک صحبت اکابر و اماجد در مکمن سینہ متمکن می کرد و ہمیشہ خواہش خواندن کتب عربی اظہار میساخت از سنین عمرش چہارده گذشتہ بود کہ روزی قدوۃ الواصلین شاہ غلام قطب الدین مصیب و جناب اعلم العلماء مولانا محمد حسین محزوں قدس اللہ اسرارہما بہ ملاقات پدر بزرگوار مدظلہ العالی تشریف فرما شدہ بودند اتفاقاً جناب مولانا بجانب وی اشارہ فرمودہ آب طلبیدند چوں باین سعادت سرفراز شدہ حضرت مصیب از طریق امتحان و انبساط فرمودند ایں قدر کہ کردہ برای ما بیاید از اندروں خانہ بیرہ ہائے پان تیار کنانیدہ آورد۔ آنحضرت متبسم شدہ فرمودند کہ چہ طلبیدہ بودم گفت پان چرا کہ دریں جا ہیچ از آب نبود کہ از آں کم کردہ می آوردم پس دانستم کہ مطلب شریف آنست کہ از لفظ آب کہ آنرا در ہندی پانی گویند یاد کم کردہ بیارم ہر دو بزرگوار بر رای وی آفریں کردند مولانای محزوں از جودت طبیعت وی محظوظ شدہ از حضرت قبلہ گاہی دریافت فرمودند کہ ایں فرزند خود را بمن دہند تا وی را تعلیم نمایم چرا کہ تربیت پذیر است و شوق تحصیل علوم دارد چوں ایں سخن بہترین آرزوی قبلہ گاہی بود دعا و ملتمس مقبول نمود از آں روز ملازم خدمت آنحضرت شدہ از فوائد علوم ظاہری و فیوض ریانات باطنی آنچہ باید و شاید در ازمنۂ قلیلہ اقتباس فرمود۔ کتب تحصیلی مرتب گذرانید و از حکم شریف وی بر مسند افادہ نشستہ بدرس و تدریس طالبان علم اشتغال نمود۔ ہنوز عطش طلب در لب و دہان داشت و اشتہای اکتساب فوائد از معدۂ خاطرش نرفتہ کہ آں سرچشمہ فوائد نامتناہی و مائدۂ نعمت الٰہی را فلک کجرو از ایں عالم برداشت و بر روی طالبان فوائد ابواب حسرت کشاد پس جناب برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ جہت تحصیل دو سہ کتاب کہ از مطولات ضروری کہ باقی بود دہنپور جلوہ فرما شدہ در خدمت مولانا محمد عسکری کہ از مشاہیر زمان بود تا عرصۂ کیساں اکتساب نمود۔ در آں حین ہمدہ دوازدہ طالب علم از خدمت شریفش اکتساب و استفادہ مینمودند۔ آں جناب جزو ممتاز ہر یکے می گرفت۔ در آں ایام از سال وفات پدر بزرگوار بست سال گذشتہ بود کہ جناب اقدس الٰہی او را باین عطیۂ عظمیٰ مفتخر و مباہی ساخت۔ بعد معاودت از دہنپور بوطن مالوف سید بتدریس طالبان علم مشغول شدند ناگاہ از سرچشمۂ چشم ہمشاں بدیں عارضۂ ضعف بصارت لاحق گشتہ۔ در آں باقی تدریس شغل دارتی و تدریس نمود بعد دو سال چند ماہ کہ

آں عارضہ دفع شدہ تفرقہ تنگی معاش افتاد در جہت تلاش مایحتاج خیال سیاحت در خاطر آوردہ فرض با آنہمہ بی التفاتی و پریشانی خاطر آنقدر استعداد ادراک مقاصد و یاد فوائد مطالب در آنحضرت دیدہ می شود کہ در ایں زمانہ از ہیچ احدی شنیدہ نشدہ آنجناب صاحب تصانیف عربی و فارسی است از جملہ کتابہا فارسی کتاب مظہر الغرائب است در مناقب علی ابن ابی طالب علیہ السلام و کتاب وسیلۃ النجات و الوصول، شرح مثنوی معراج القبول گلزار اسرار در لطائف ابرار و کتاب خوارق قادریہ کہ برای حضرت بادشاہ تالیف نمودہ و کتاب لطائف الابرار در مباحث طرفادی اہل سنت و امامیہ و کتاب تحفۃ المجالس در ذکر آثار سلاطین، و سوای ایں ہمہ مسودہای بسیار اند تفصیل ایں موجب تطویل است۔ اگرچہ انتساب قطرہ بدریا عین بی ادبی است و اقتباس سہا از ماہتاب غایت بوالعجبی لیکن بنا بر نسبت غلامی کہ سابق گفتہ ام اگر در ذکر مکارم اخلاق و محاسن اوصاف آنحضرت مبالغہ نمایم شاید مردم خردہ گیر بخودستائی حمل نمایند گفتار ایں بیمقدار را گزاف دانستہ زبان اعتراض کشایند ناچار از اطناب اجتناب نمودہ عمل بریں قول نمودہ آنجا کہ عیانست چہ حاجت ببیان است" از جناب قدس الٰہی تمنا دارم کہ پیوستہ در سایہ عاطفت عالی بسر برم و نفس قدسیم را با قالب عنصری پیوند است از دیدہای مفتون دیدارش روز سیاہ غارت دیدہ نبینم و ہمیشہ ملازم قدمتش باشم۔ آمدم بر سر مطلب کہ آنجناب را با وجود شوق سخن و قدردانی سخنوران رغبت شعر گوئی نیست۔ میفرمایند کہ در اوائل حال ہوای شعر گوئی در سرم جا گرفت، تا چند غزل فارسی دیگر گفتم و در ہای معانی تازہ را بآئین شائستہ در سلک نظم منتظم او تعالیٰ مرا بمدد اثر قبول نخشید کہ پسند خاطر سخنوران کامل بلکہ محل حسرت دانشمندان و اہل دل شدہ چوں ایں خبر بحضرت استاد رسید، مرا طلبیدہ فرمود شنیدہ ام کہ تو شعر میگوئی بالفرض اگر خواہی گفت از فلاں و فلاں کہ مشاہیر شعرا ہستند برتر خواہی شد شعرای ایں زمانہ را بمدد مبتذل ساختہ اند اگر تلاش کنی در ایں شہر ہزار اباشاعر بر آیند کہ دم شاعری میزنند اگر تلاش مولوی و عالم کنی برای نام بیش یکی یا دو بہم نرسد پس چرا از تحصیل علم تساہل نمودہ در فکر شعر اوقات خود ضائع و پریشان می کنی۔ پس قسم خوردم و از آں روز شعر بقصد نگفتہ ام، مگر بحسب اتفاق و ضرورت محل و مقام و آنہم مصرعی و بیتی از خاطر سر بر نزند در ایام خردسالی آنجناب روزی در محفل یکی از دوستانش کہ دم از سخنوری میزد ایں مطلع از نتائج طبع خود خواند۔

بسکہ دم از صفا زند موی بموی تو ۔۔۔ آئینہ آب میشود رو برو ی تو

و گفت کہ رو برو ی بسیار سخنوان خواندم از کسی ایں قسم مطلع بہم نرسید بمجرد اطلاع بریں مطلع فی الفور مطلع دیگر از طبع او انشاء فرمود۔

ای مہ و مہر منفعل رو بروی تو ۔۔۔ شاہ و گدا بہ جستجو کوبکوی تو

اہل مجلس بمشاہدہ ایں جودت طبیعت زبان بہ تحسین کشادند و شاعر نیز از روے انصاف بکمال وصفای ایں مطلع کہ بایں زودی چوں مہر منیر از مطلع طبع صفایش سر بر زدہ اعتراف نمود و مثنوی مناجات کہ در آخر کتاب مظہر الغرائب در یک جلسہ

قریب صد بیت گفته و در های مضامین رنگین را به آئین تازه در سلک نظم سفته، اکنون که تذکرهٔ تعریف مثنوی مذکور تقریباً در میان آمد دل مشتاق به ترقیم آن دریں تذکره رغبت میدهد. اولاً ابیات چند از آن تسطیر مینمایم من بعد از اشعار ریخته آنچه بخاطر دارم به تحریر درآرم.

بادشاها به سید دوسرا — احمد مجتبیٰ شفیع ورا
بعلی ولی وصی رسول — هادی راه دین زوج بتول
حق آن بضعهٔ رسول خدا — که بود فخر مریم و حوا
بحق آن امام اهل صفا — حسن مجتبیٰ شهید جفا
به حسین که گشته است شهید — برضای تو از سپاه یزید
بطفیل امام دین باقر — منبع علم اول و آخر
بهر آن سرّ حضرت سبحان — جعفر صادق آیت ایمان
حرمت شاه دین امام ورا — کاظم الغیظ حضرت موسیٰ
برضای رضا امام کبار — که رضامندی تو داشت شعار
به تقی بادشاه متقیان — آن به تقویٰ پناه متقیان
از برای نقی نقاوهٔ دین — سرور سروران ملک یقین
بحق عسکری محیط کمال — مجمع علم و فضل و جاه جلال
به امامی که گشته است نهان — بهر اتمام حجت یزدان
آنکه چون ختم انبیای کبار — هست ختم ائمهٔ اطهار
که مرا در ولای آل نبی — گلعذاران باغ مطلبی
خاص در حب حیدر کرار — در حیات و ممات ثابت دار
تا که روحست حاکم تن ما — نشود دیو نفس رهزن ما
نه برم التجا بدرگه کس — فضل تو باعث رفاهم بس
وقت تنگی و بیکسی و فتور — حال درماندگی و عجز و قصور
که بهر شوکت و شیخت و شان — بجوی هم کمی خرند در آن

مینماید رخ چو بدر منیر — سرور اولیا امیر کبیر
تا من زار خوشدل و شاداں — روکروی بینم و سپارم جاں
هم زرنج سوال گور مرا — برهاند شبهنشه دوسرا
در قیامت که دار و گیر بود — بکنم دامن امیر بود
چون که در زمرهٔ زیانکاراں — حاضر آیم خسته و حیراں
یک طرف سر زبار عصیاں خم — یک طرف چشمها ز حسرت نم
در پس من موکلات عذاب — ایستاده در انتظار خطاب
من سراسیمه حال تنگ تباه — نا امید از نجات خویش و رفاه
ناگهاں شافع گنهگاراں — در قیامت قسیم نار و جناں
میرسد بر سرم ز لطف کمال — برهاند مرا ز بیم و بال
دست من گیرد و نجات دهد — از بهشت برین برات دهد
زاں جماعت مرا بروں آرد — در مجبان خویش بشمارد
ملکا گرچه من گنهگارم — چون بر افضال تو نظر دارم
بکن این دعوتم قبول قبول — بطفیل رسول و آل رسول

مناجات در جناب امیر کبیر

سرور اسید اولی خدا — شافع عاصیاں بروز جزا
صفدر بادشاه کون و مکاں — قبلهٔ دین و کعبهٔ ایماں
خانه زاد خدا و نفس رسول — مرشد جبرئیل و زوج بتول
مطمطق راهبت یار و ظهیر — خلق را هادی و بشیر و نذیر
کعبه از مولد تو یافت شرف — از وجود تو گشت حق بطرف
از درت بهره در صغیر و کبیر — در جنابت رجوع میر و فقیر
بر مطیعان و منکران یکساں — ابر احسان تست فیض رساں
روز محشر بوقت تنگی جاں — مجرماں را ز حکم تست اماں

قریب صد بیت گفته و در های مضامین رنگین را به آئین تازه در سلک نظم سفته، اکنون که تذکرهٔ تعریف مثنوی مذکور تقریباً در میان آمد دل مشتاق به ترقیم آن دریں تذکرهٔ رغبت میدهد. اولاً ابیات چند از آن تسطیر مینمایم من بعد از اشعار ریخته آنچه بخاطر دارم به تحریر درآرم۔

بادشا با بسید دوسرا	احمد مجتبیٰ شفیع ورا
بعلی ولی و صی رسول	بادی راه دین زوج بتول
حق آن بضعهٔ رسول خدا	که بود فخر مریم و حوا
بحق آن امام اهل صفا	حسن مجتبیٰ شهید جفا
به حسین که گشته است شهید	بر ضای تو از سپاه یزید
بطفیل امام دین باقر	منبع علم اول و آخر
بهر آن سر حضرت سبحان	جعفر صادق آیت ایمان
حرمت شاه دین امام ورا	کاظم الغیظ حضرت موسیٰ
بر ضای رضا امام کبار	که رضامندی تو داشت شعار
به تقی بادشاه متقیان	آن به تقویٰ پناه متقیان
از برای نقی نقاوهٔ دین	سرور سروران ملک یقین
بحق عسکری محیط کمال	مجمع علم و فضل و جاه و جلال
به امامی که گشته است نهان	بهر اتمام حجت یزدان
آنکه چون ختم انبیای کبار	هست ختم ائمهٔ اطهار
که مرا در ولای آل نبی	گلعذاران باغ مطلبی
خاص در حب حیدر کرار	در حیات و ممات ثابت دار
تا که روحست حاکم تن ما	نشود دیو نفس رهزن ما
نه برم التجا بدرگه کس	فضل تو باعث رفاهم بس
وقت تنگی و بیکسی و فتور	حال درماندگی و عجز و قصور
که بهم شوکت و شیخت و شان	بجوی هم کمی خرند در آن

مینماید رخ چو بدر منیر — سرور اولیا امیر کبیر
تا من زار خوشدل و شاداں — روکه بینم دسپارم جاں
هم زرنج سوال گور مرا — برهاند شهنشه دوسرا
در قیامت که دار و گیر بود — بکنم دامن امیر بود
چون که در زمرهٔ زیانکاراں — حاضر آئیم خسته و حیراں
یک طرف سر زبار عصیاں خم — یک طرف چشمها ز حسرت نم
در پس من موکلات عذاب — ایستاده در انتظار خطاب
من سراسیمه حال تنگ تباه — ناامید از نجات خویش و رفاه
ناگهاں شافع گنهگاراں — در قیامت قسیم نار و جناں
میرسد بر سرم ز لطف کمال — برهاند مرا ز بیم و وبال
دست من گیرد و نجات دهد — از بهشت برین برات دهد
زاں جماعت مرا بروں آرد — در محبان خویش بشمارد
ملکا گرچه من گنهکارم — چون بر افضال تو نظر دارم
بکن این دعوتم قبول قبول — بطفیل رسول و آل رسول

مناجات در جناب امیر کبیر

سرور سید اولی خدا — شافع عاصیاں بروز جزا
صفدر بادشاه کون و مکاں — قبلهٔ دین و کعبهٔ ایماں
خانه زاد خدا و نفس رسول — مرشد جبرئیل و زوج بتول
مطلق راهیت یار ذوالمهیر — خلق را هادی و بشیر و نذیر
کعبه از مولد تو یافت شرف — از وجود تو گشت حق بطرف
از درت بهره در صغیر و کبیر — در جنابت رجوع میر و فقیر
بر مطیعان و منکران یکساں — ابر احسان تست فیض رساں
روز محشر بوقت تنگی جاں — مجرماں را ز حکم تست اماں

نظری کن به بی نصیبی من | رحم فرما بر آن غریبی من
گرچه من سر بسر گنهگارم | عاصیم عاجزم تبه کارم
در همه حال غیر فسق و فجور | از من زار نامده بظهور
وقت در لعب و دیو مناهی رفت | کشتی عمر در تباهی رفت
چه شود گر کشی بوقت محن | قلم عفو بر جرائم من
تا که باشیم زنده در دنیا | لطف تو باد یار و یاور ما
هم بوقت فراق روح زتن | تو شوی باعث خلاص من
بر سرم چون نسیم مرگ وزد | خاک من تا بکربلا برسد
در جوار خود ای ولی خدا | ساز بهر حسین مدفن ما
در زمان سوال گور مرا | دستگیری کن ای خدا
در صف حشر یا امام کبار | خواهی از حق شفاعت من زار
زاهدان را شفیع گردیدن | عابدان را بلطف بگزیدن
بغلامان خود عطای جنان | نیست پیش تو هیچ کار گران
کار باشد شفاعت آن کس | که شده صرف عمر او به هوس
نه نموده ادای صوم و صلوة | نه گهی میل سوی حج و زکوة
جز دغلبازی و زیان کاری | نیز غمازی و دل آزاری
هیچ گاهی نکرده فعل حسن | شد اوقات او بدرد و محن
آن گنه کار روسیاه منم | بخت برگشته و تباه منم
نیست جز معصیت بضاعت من | خواهش دیو نفس طاعت من
گر تو خواهی شفاعت من زار | از خداوند قادر غفار
همه قدر شفاعتت دانند | شافع عاصیان ترا خوانند
گر ز اندازه پا بروں کردم | عرض مطلب ز حد فزوں کردم
لیک فضلت پناه من باشد | لطف تو عذر خواه من باشد

چوں جنابت سپہر احسان است　　ابر از ہمت تو حیران است
بخشش بیکرانست کار ترا　　از عطائے کم است عار ترا
پیک ہمیں بریں گماشتہ ام　　آرزوئے عظیم خواستہ ام
حل ایں مشکلات بد پایاں　　نیست پیش تو ہیچ کار کلاں
بیحد از حق درود یا مولیٰ　　بر رواں تو تا ابد بادا
ہم بر ارواح اہل بیت تو باد　　صلوٰۃ و سلام بے اعداد

ایں چند اشعار ریختہ از نتائج خاطر او ست کہ بتقریبے بود و بالفعل در صفحۂ سینہ منقوش ماندہ۔

کہلا دیں گے کس کے یار تجھ بن　　اور کون کریگا پیار تجھ بن
حال شب ہجر کیا کہیں یار　　ہم رہتے ہیں بیقرار تجھ بن
پتھر یہ کٹے سر اور سر پر پتھر　　رہتا ہی یہ کاروبار تجھ بن
اس حسرت دل بلے کا پیارے　　کوئی نہیں غمگسار تجھ بن

۴۳ میرزا محمد حسین حسینی تخلص پسر آغا حسین اصفہانی حوانیست بسیار قابل و اہل دل مزاج موافق خود و خدمت فقرا بسر بردہ و از فیض صحبت صاحبان کمال نصیبہ برداشتہ در علم طبابت دست دارد و در فن تکسیہ علمی قدر آرد و در وضع سپہگری بسر میبرد۔ واقعات متعلق روایات محزن عقاسات شہادت حضرت سید الشہداء علیہ السلام ملخص میخواند کہ از ہوش از سر ساماں میبرد۔ پدرش ہمراہ نادر شاہ بدہلی آمد چوں سلطان بعد بنیط و نسق مراجعت بطرف ولایت کرد و کی از اثنای راہ باز بصوب دہلی برگشت و آنجا متاہل گشت۔ میرزا محمد حسین ہمونجا متولد شد چوں بسال بلوغ رسید ہمراہ پدر در الہ آباد متوطن شد۔ پدرش در الہ آباد رحمت حق پیوست و از چندے در رفاقت وزیر الممالک آصف الدولہ بہادر بسر میبرد۔ باگرامی برادرم دام ظلہ بغایت مربوط است۔ وقت تحریر یک شعر و کہ مضمون خاطر بود نوشتہ شد:

حسینی بتوں سے ہرگز نہ ملیو　　یہ کافر ہیں ان سے نہ اسلام ہوگا

۴۴ ہیبت قلی خاں حسرت مرشد آبادی در عہد نواب سراج الدولہ ناظم بنگالہ عرض بیگی و مختار سوال و جواب سرکار او بود۔ فراغت و عمدگی بمرتبہ داشت و امداد از ہیبت او یار ای سرکشی نداشت۔ بعد شہادت نواب کہ فلک کجرو بانواع کجبازی کردہ و مصائب نادیدنی مبتلا ساخت۔ اکنوں در مرشد آباد بحسرت تمام می ایام عمر خود را بسر میبرد و طبع بسیار موزوں و رسا دارد۔ گاہ گاہ فکر یختہ و غزل میگوید صاحب دیوانست۔ استفادۂ سخن از میرا قر حسین نمودہ و خواہر میر موصوف نیز بوکد خدا شدہ مدتے در صحبت

میر بسر برده و از فیض صحبت وی بایں رتبہ رسیدہ۔

جب حیدر یتی روشن ہوا سینہ میرا ۔۔۔ ہو گیا در نجف دل کا نگینہ میرا

ہے جھوٹ کہ حسن کا تھا بانی یوسف ۔۔۔ رکھتا تھا کہاں یہ نوجوانی یوسف

یہ کہنی کی باتیں کہ یوں تھا وہ یوں تھا ۔۔۔ واللہ نہ ہوگا تیسرا ثانی یوسف

زلف و رخ یار دیکھتا ہوں ۔۔۔ کیا لیل و نہار دیکھتا ہوں

غیروں سے مل کے آنا ہم کو تو بھول بیٹھا ۔۔۔ اے آشنا کسی کے اے آشنا کسی کے

میرا آنا ہے وہ قاتل سپاہی ۔۔۔ مجھ تو سر خرو کیجو الٰہی

۵۹ محمد شاہ، حاضر تخلص درویش است متوطن زمانیہ اکثر در خدمت صاحبان فضل و کرامت باطنی و ظاہر حاضر شدہ و در فیض صحبت بزرگان و سخنوران بفیض باطنی و ظاہر ماہر گشتہ۔ حضوری خدمت سراج الدین علیخان آرزو و لالہ تندرام خوش گو نیز دریافتہ و از صحبت شان فیض یافتہ و در فن شاعری حضور تمام دارد و دقائق و رموز سخنوری را چنانچہ می باید حل کردہ، صاحب زبان فارسی دریختہ است۔ ایں چند اشعار از وست۔

صبح اٹھ ظالم قیامت کر گیا ۔۔۔ دور سے صاحب سلامت کر گیا

ایسا خدا کرے تو دوا کسی کا ہو ۔۔۔ رسوا ہم اپنے ساتھ تجھ کو بکو کریں

تیری صورت سوا نہ تھا کچھ اور ۔۔۔ آئینے میں تلاش کر دیکھا

شب کو خورشید رو نکل بیٹھا ۔۔۔ ماہ و پروین نثار ہوتے ہیں

۶۰ علی ابراہیم خان خلیل جامع اصناف کمال و شاعر عدیم المثالست ازاں ابراہیم خلیل نارآذری گذار شدہ و ازیں ابراہیم خلیل گلزار سخنوری رونق و بہار پذیرفتہ۔ مولدش موضع شیخپورہ نواحی بلدۂ عظیم آباد است و نشو و نمایش مرشد آباد۔ در وقت نواب مہابت جنگ بمرشد آباد آمدہ و سامان از ثروت و جاہ بہم سانیدہ و در ایام حکومت نواب عالیجاہ میر محمد قاسم خاں بہ اعلیٰ مراتب حشمت و جاہ رسیدہ و سرآمد سرداران سرکارش گردید چوں نیر طالعش در عروج بود روز بروز بمعارج دولت صعود مینمود تا در خانۂ نواب مظفر جنگ نائب ناظم بنگالہ مفتاح مدار المہام گردید، لیکن از برہمی اطوار روزگار جفا کار مدتیست کہ خانہ نشیں گشتہ و باوجود خانہ نشینی مرجع خلائق است طبعش بس موزوں و رساست و فکرش از حد قافی یاب و عقد کشا۔ شیریں زبانی او سامعاں را حلقہ بگوش می سازد و خوش خلقی و زباندانی او از سرشکراں ہوش میربا ید نظمش در سلک فصاحت منتظم و جواہر نثرش بنہایت کامل العیار و مستحکم۔ مدتیست کہ در پے تالیف تذکرۂ شعرای متقدمین و متاخرین کمر سعی بر میاں بستہ و تذکرۂ مجامع الشعرا نامش نہادہ، لیکن بلند حوصلگی

رسانے وی قانع بر حاصل نیست پیوستہ نعرہ ہل من مزید بگوش میرساند لہذا تا حال آغازش بہ انجام نرسیدہ و ابتدائیش صورت انتظام نپذیرفتہ۔ در سنہ یکہزار و یکصد و نود و دو ہجری کہ مؤلف بعزم کلکتہ وارد مرشد آباد شدہ از سبق مرتبکہ باوی بود اکثر از ملاقاتہایش انبساط خاطر محزون و پریشان و انشراح طبیعت افسردہ دیران حاصل میشد چوں ایں فقیر در آں زمان در پی تالیف حالات شاعران زبان ریختہ بود از دوستان آں دیار شنیدہ کہ وی در ضمن تالیف تذکرہ محافل الشعرا تذکرہ شعرای ریختہ نیز ترتیب دادہ و اشعار اساتذہ چیدہ و پسندیدہ دراں درج آں آبدار درج نمودہ؛ حالات وی نیز مشروحاً با اشعارش در آں مندرج است، بخواہش تمام در خدمتش وی استدعای آں تذکرہ نمودم تا از آں حالات اساتذہ کہ از حالات شاں بما خبر نرسیدہ خصوصاً احوال دیرا از تالیف وی استخراج نمایم لیکن خداوند بخاطرش چہ خطور کرد و ہمت رسایش چرا قصور نمود کہ ابا و انکار آورد۔ کرار ارشاد فرمود کہ بعد ترتیب پریشان ما ختم واللہ اعلم بعد تحریر تذکرہ در ماہ رجب المرجب سنہ یکہزار و یکصد نود و پنجم ہجری کہ نواب عماد الملک گورنر جنرل مسٹر ہشتین بہادر جلادت جنگ بعزم تسخیر ممالک مغرب از کلکتہ نہضت فرمودہ وقت جلوہ افروز شدن بلدۂ مرشد آباد خانموصوف را بصد اکرام و اعزاز بہمراہی خود سرفراز نمودہ۔ چوں راجہ چیت سنگھ از شامت کردار و اعمال خویش از ملک خود اخراج شدہ عدالت دیوانی آں ملک بمعہ عدالت فوجداری بوے تفویض نمودہ بعنایت خلعت ــــ فاخرہ مختاری و حکمرانی بلدۂ بنارس دیرا مباہی ساختہ اکنوں در آں ضلع مرجع خاص و عام و ملجای انام آں مقامست اینچند اشعار از زبان دوستانش در بلدۂ عظیم آباد بسمع رسیدہ بود بقید قلم آوردم۔

خلش رکھتا ہی جی سے دل مرا جوں خار پہلو میں
ہوا رکھنا اب اس دشمن کا کیا دشوار پہلو میں

دل پر درد ہو جس کا اسے آرام مشکل ہی
یہ سچ ہے، کیوں کہ سووے جس کے ہو بیمار پہلو میں

وہ مرجا ذکی جا ہی جس جگہ ایسی قیامت ہو
کہ بیٹھا ہو رقیب اور اس کی ہو دلدار پہلو میں

لہو رونے سے میرے تر ہوا جیب و بغل آخر
خلیل آنکھوں کی ہاتھوں ہو گیا گلزار پہلو میں

قاتل مرا جی ہی تیرے کینے سے گیا
زخم اتنے لگے بھوکہ جینے سے گیا

ٹانکے بھرتے ہی بھرتے چھاتی بھر گئی
آخر سینہ ہمارا سینے سے گیا

اٹھ گیا کون پاس سے میرے
اڑ گئی کچھ حواس سے میرے

خزاں نے کس ستم سے باغ سارا صاف لوٹا ہی
کہ ذ بلبل کا گھر باقی ہے نہ گل ہے نہ بوٹا ہی

پیچتا ہوں میں دل سوختہ خاشاک کے مول
مال بے آب ہے یہ کاش بکے خاک کے مول

یکجا نہیں دل کہ کہیے واں ہی
دیوانہ کہاں جہاں تہاں ہے

اے اشک نہ کہہ تو آشکارا — منہ پر نہ چڑھے جو کچھ نہاں ہو
منزل نہ کرے جو کوئی ابد تک — وہ اشک کا میرے کارواں ہو
نالہ مرا سن گلی میں پوچھا — بیرحم ترے کس کا یہ فغاں ہو
لوگوں نے کہا خلیل ہوگا — بولا کہ وہ اب تک یہاں ہو
کوچے سے شتاب اس کو نکالو — دروازے پہ میرے کوئی ہاں ہو

اک بوسہ کی مجھ کو تجھ سے رخصت نہ ملی — اور عرض کروں سو مجھ کو جرأت نہ ملی
لوگ آگئے دو میں جو اکیلا جو ملا — ملنے کو ملا پہ دم کی فرصت نہ ملی

۴۵ بنگالی الاصل خوشدل منشی ٹھاکرداس صغیر مسکینت کہ در بنگالی نژاد است در عظیم آباد بفراغبالی و خوشحالی زیست میکند در انشاپردازی و زبان آوری دستے دارد و در سخن سرائی و اطلاسازی مہارتے قطعہ زدست۔

خوشدل میں اپنے یار سے پوچھا جو ایک روز — تیرے قدم کو ہاتھ مرے مہرباں لگے
سنتے ہی اتنی بات کے غصہ سے بھوں چڑھا — بولا کہ ذرا ادب کو کوئی ہو وہاں لگے

۴۶ گھاسی رام خوشدل از شاہجہانباد است۔ در فیض آباد خوش دل در کارمرانی مشغول می باشد۔ بسبب موزونی طبع فکر شعر ہم میکند میر حسن در تذکرہ خود این دو شعر بنام او نوشتہ۔

تو جو چاہے کہ رہے حسن پہ مغرور سدا — یہ غلط ہے نہیں رہنے کا یہ دستور سدا

۴۷ محمد یار خاکسار عرف کلو از خدام درگاہ قدم شریف شاہجہانباد است تخلص پیر و دیار گرچہ خاکسار تخلص میکند لیکن خود را بسیار دور میکشد و از سفلگی آبروی ریختہ را یختہ۔ مؤلف گوید مردم پیشہ این خاکسار را شعار عیب جوئی را شعار ندارد و از شعار آبادش کار است۔ از خوت و گرنہ کش او چہ کار۔ الحق اشعارش بسیار دلچسپ معلوم می شود از دست۔

کیا ہو حاصل مجھ ناصح مرے سمجھانے میں — آہ جوں شمع ہے بات مرے مر جانے میں

رونے سے خاکسار کے سوا نہیں کوئی — اس خانماں خراب کو چپکا نہ کرے

۴۸ خادم علی خان خادم خلف احمد علیخان ساکن عظیم آباد از اقربا و اولاد ابراہیم خلیل جوانیست باتمکین و حیا آشنا پست و بلند یار نادم فقر و ابتلای زیاد و شعر فہمی طبعش بسیار۔ ساست و دو مضمون بنده بسیار آشنا۔ اگرچہ مؤلف او را ندیده است لیکن تعریف او از زبان دوستان بسیار شنیده و غائبانه باو محبت دارد بقول شاعر۔

آنکس کہ ترا ندیده باشد — نادیده بجا دیده باشد

رات دن فرقت میں اس کی اس قدر نالا کیا
آسماں نالے سے اس کے آسیا زیر و زبر تھا

پاک کب آلودگی اپنے سے زاہد ہو سکی
مثل طفل اشک تر دامان مادر زاد تھا

یار جا پہنچے اپنی منزل کو
ہم رہے باندھتے ہی محمل کو

دم کو لیتے بھی نہ دی فرصت
آفریں ہر ہماری قاتل کو

۹۵ سید حیدر علی خادم ولد سید نظام الدین متوطن بیرہوم کہ از متعلقات صوبہ مرشد آباد است، ولیست بسیار خلیق و خادم فقرا و در نساخی مہارت کلی و در رسالہ عبارت نویسی دستگاہ وافر دارد خود می گفت کہ پدرم از خوف مرہٹہ با اہل و عیال بطرف کوہ کہ متصل آن دیار است رفتہ تولد من ہمونجا بظہور آمد۔ آخر مادرم در ہمون ایام بہ رحمت خدا پیوست۔ پدرم چون بوطن اصلی برگشت در صدد پرورش من کمر ہمت بربست چون خانہ نشینی اختیار کردہ بایمہات کہ داشت در تصرف آورد و آخر ناچار شد مرا بفرزندی نعمت خاں افغان کہ صاحب جمعیت بود دادہ در پی تلاش معاش رفت من در سایہ شفقت خان مذکور پرورش یافتم و بسبب فرط محبت بایزید خاں نام مرا مشہور ساخت۔ پس بدولت او رسیدم تا بحد کہ رسیدم۔ در تولد او در خدمت نواب سید الملک اسد اللہ خاں کہ از مشاہیر روزگار است بسر میبرد۔ با مولف محبت دارد و در تعلیم او تخلص میکند و اکثر مرثیہ جناب سید الشہدا علیہ السلام گفتہ است شعر فارسی و ریختہ خوب میگوید از دست

آب خنجر ہو ترا جب تشنہ کامی کی دوا
منتظر رہتے ہیں تیری قتل کی جلاد ہم

کس کو تیں گردوں دو دنیا میں کیا ہیں کامیاب
لیکن اس کو فیض سے اک رہ گزر ناشاد ہم

باغباں کے ظلم سے تھی گلشن ہستی کو ہیچ
مثل بلبل روز و شب کرتے رہے فریاد ہم

منتظر دیدار کے بیٹھے ہیں کئی مدت سے ہم
رہگزار اوپر ترے اے قامت شمشاد ہم

فصل گل میں جبکہ ہو دی گرم بازار جنوں
طرز نالے کی کریں گے بلبلو ایجاد ہم

شکوۂ دشمن بیاں کرتے ہیں جا کر دوست کو
دوست جب دشمن ہو جاوے کس سے جا کر داد ہم

۹۶ خواجہ میر درد میر میدان سخنوریست و خواجہ دوجہان بر تری، نامور سرگشتگان وادی ایمن و دستگیر از پا فتادگان راہ سخن بہ مرہم درد دردمندان، گرمکشای عقدۂ مستمندان، در طائفہ شعرای ریختہ عمدا اشخاص و در اعوان و اقران خود خاص الخاص خاندان عالیشان دارد۔ بزرگان وی از قدیم متوطن شاہجہان آباد اند پدر وی حضرت میر محمد تقی میر امام مقتدای خاص و عام مرجع جمہور انام بود و وی ہم در علم ظاہر و باطن و اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ قدم بقدم والد ماجد خود است۔ اشعار فارسی ہم میگوید لیکن بسیار خاطرش اکثر در بند و شیان مضامین ریختہ۔ دیوان ہندی وی مشہور بین الجمہور است۔ لطیفہ: شخصے نقل میکرد کہ روزے وی و سلام اللہ تعالیٰ بطریق گل گشت و سیر بجانب گلستان رفتہ بود در مجمع احباب متصل خیابان جلوہ فرما شدہ در عین انبساط و اختلاط اتفاقاً نظر

شریفش بر درختہا گل افتادہ دید کہ بعضے گل پژمردہ شدہ و برخے رو بہ شگفتگی آوردہ، شادابی و افسردگی غنچہ و گل دیدہ آغاز و مآل خود بخاطر آوردہ اختیار از کف داد و بر کشید نعرہ مستانہ و مدہوش برخاست و ایں دو بیت بندہ بان گذرانید و بیہوش۔

کیسی تو کوں بھلاوت ہے اور کیسی کی سکھ پاوت ہے — یہ جلوہ اری در و ہیں کچھ اور سیں دکھلاوت ہے
کلیاں من میں سوچت ہیں جب پھول کوئی کملاوت ہے — جادن وا پریت گیو سو وادن موپر آوت ہے

ایں چند اشعار از تتابع طبع شریف اوست۔

ہم جانتے نہیں ہیں ای درد کیا ہے کعبہ — جیدھر پھرے وہ ابرو ادھر نماز کرنا
جگ میں کوئی نہ تک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنستے ہی رو دیا ہوگا
شیخ کعبہ ہو کے پہنچا ہم کنشت دو دیر سے — درد منزل ایک تھی تک راہ ہی کا پھیر تھا
جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہو پائی — ایک بھی ہم سے ملاقات نہ ہو پائی
ای درد بہت تو نے ستایا مجھ کو — بیدرد بہت تو نے ستایا مجھ کو
ایک تنہ جاں تھا سو کیا تیر نثار — لے درد بہت تو نے ستایا مجھ کو
جوں شمع رو رو تی ہی گزری تمام عمر — تو بھی تو درد داغ دل اپنا نہ دھو سکا
اندازہ ہی سمجھ میر دل کی آہ کا — زخمی جو کوئی ہوا ہو کسی کی نگاہ کا
نہ ملے یار سے تو دل کو کب آرام ہوتا ہے — وگر ملے تو مشکل ہے کہ تو بدنام ہوتا ہے
نہ خانۂ خدا ہے نہ یہ بتوں کا گھر — رہتا ہے کون اس دل خانہ خراب میں
ہم کس ہوس کی تجھ سے فلک گفتگو کریں — دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں
آنکھوں کی راہ ہر دم اب خوں ہی رواں ہے — جو کچھ ہے میر دل میں منہ پر مرے عیاں ہے
آنکھوں کی کشمکش میں کہوں دیکھیو نہ ٹوٹے — تار نفس ہے اک دل وابستہ میرا جاں ہے

۸۵ محمد فقیہ دردمند شاعر بود۔ دردمند قبہ تلاش معانی دلپسند مستند شاگرد و منظور نظر میر ناظر چنانچہ خود میفرماید۔

غافل مباش منظر از احوال دردمند — لعلیست او کہ در گرہ روزگار نیست

مولدش دہلی است از دہلی ہمراہ نواب غلام حسین خاں فرزند نواب اعظم خاں در عظیم آباد آمد و مدتی در خدمت میر وحید قدس سرہ بتحصیل علم نمودہ بعد تغیری نواب ہمراہ دگر باز بدہلی رفتہ متاہل شد باز ہمراہ نواب موصوف بعظیم آباد آمد و مسکین اختیار نمودہ دہموں جا رحمت خدا پیوستہ وقت تحریر ازو چند اشعار یاد بود نوشتہ شد۔

ازبسکہ حیا دوست ہو وہ مایۂ ناز — اس طرح پہ ہو اس کے سخن کی پرواز
غالب کی زباں سے جوں نکلتی ہیں حرف — پر کان تلک نہیں پہنچتی آواز

کیا ہم کو ڈراتا ہے شمشیر و سپر بستہ — جی دینے کو بیٹھے ہیں اب ہم بھی کمر بستہ

اینچند اشعار از ساقی نامہ اوست۔

پڑا اس کی قدرت کا ازبسکہ دھوم — لیا ہاتھ قدرت کا صانع نے چوم
ارے ساقی اے جان فصل بہار — یہی تھا ہمارا و تیرا قرار
ہمارد بسر دی کہ یہ فصل تھی — فراموش کردی کہ یہ فصل تھی
تری جان کی ہوں غنیمت ہوں میں — سلیقوں میں ظالم قیامت ہوں میں
مرا عقل میں کون انباز ہو — ارسطو مرا اک دوا ساز ہو
فلک چرخ مارد گا گر صد ہزار — نہ لاوے گا مجھ سا کوئی روبکار
ازو خط الموصفت ہو یہ بہار — کہاں یہ نشاط و کہاں یہ نگار
نپٹ نقش بر آب ہو یہ جہاں — ٹک اک موج میں ہم کہاں تم کہاں
نہ یہ ہو نہ یہ باغ رہ جاوے گا — جدائی کا پر داغ رہ جاوے گا
لگن میں پڑا ایک پروانہ رات — یہ کہتا تھا اربابِ مجلس کے ساتھ
کہ اس بزم پر و بال کی عرض ہو — کہ ابلاغ اس کا ہمیں فرض ہو
مرا شمع سے یہ سند لیا کہو — اسے خوب سمجھا کے ایسا کہو
یہی تھا لکھا میری قسمت میں جان — قیامت تلک ہجر وصل ایک آن
جو تجھ کو مرا خوش یہ آتا ہو حال — تو مجھ کو شکایت کا کب ہو مجال
سراپا مرا گرچہ آتش میں ہو — سعادت مری نیری خواہش میں ہو
وہی کر تو جس میں ترا کام ہو — ولیکن نہ اتنا کہ بدنام ہو
یہ کہہ کر کیا کام اپنا تمام — ہوا زندگانی کا روز اس کی شام
جو کوئی عشق میں اس ادب سے مرے — خدا آپ اس پہ رحمت کرے

۸۴ داؤد دیگر، داود از تربیت یافتگان سیاں عزلت است و شیریں کلامی او مثل ترانۂ داؤدی دل متمعان را موم میکند۔

نمیدانم از کجا است. شعری دلچسپ از و یاد نبود بر همین یک بیت کرا و شهور است اکتفا کرده۔

زلف دل بر سی مجھ کو سو دا ہی　　لوگ کہتے ہیں تجھ کو سو دا ہی

۸۵/۶ کرم اللہ خاں، در و ہمشیرہ زادہ عمدۃ الملک امیر خاں، انجام بود کلامش از چاشنی در و خالی نیست. بسیار خوش فکر و عاشق مزاج بود سخن را از آغاز تا بہ انجام بہ آئین عمدہ می آراست۔

عشق کی آگ لگی ہر مری اب جان کے بیچ　　شمع ساں جل کے بجھونگا ابھی اک آن کے بیچ
میں دوانا ہوں ترا مجھ کو نہ مارا ے ظالم　　قتل مجنوں کا پڑھا ہی کہیں قرآن کے بیچ
یہ دو آنکھیں ہیں جو دریا سی بہتی تھی خراج　　اب تو نم بھی نہ رہا دیدۂ گریاں کے بیچ

۸۶/۱۰ شیخ غلام احمد دوست ساکن رگنۂ بہار وقت قیام بلدۂ عظیم آباد اکثر برای ملاقات مؤلف می آمد دوست یک رنگ دریافتہ می شد، اشعار طبعزاد دلچسپ و شوق انگیز می خواند از دوستانش شنیدہ ام کہ وی با یکی از ہندو بچگان ماہ رخسار تعشق داشت و قطع سررشتۂ تعلق از ہر دو نمودہ از آستانہ اش دوستی بہم رسانیدہ اکثر در محفل وی بسر میبرد یارش باوجود غرور و سرکشی با وی سر ساختگی و دوستی دارد۔ راست گفتہ اند۔

چوں جذبۂ عشق صادق افتد　　معشوق بود کہ عاشق افتد

کریں کیوں کر کہ آئیں دوست اس سو دے صبا بانہ　　کہ جس کو آئینے میں دیکھ اپنا منہ حجاب آوے

مری چھاتی کو زخموں پر نہ دے ای چشم ترپانی　　کہ مرہم جس کو ہو در کا اس کو ہے ضرر پانی
ہوا ہی لخت دل سو جب سو خالی یہ مرا سینہ　　بہی ہی ساتھ سیل اشک کے ہو کہ جگر پانی
جو دریا میں گرا عاشق کا آنسو سو ہوا موتی　　وگرنہ اس تجلی کا رکھے ہے کب اثر پانی
خدا حافظ تجھ اے دوست تو اس طرح رو تا ہو　　کہ ہوتا ہی جگر فولاد کا بھی دیکھ کر پانی

۸۷/۸ فضل علی دانا بفضل الٰہی دانای زمان و مقبول سخنوران است. شاگردیان مضمون و از امداد و فکر مضمون تازہ میکند و وحشیان مطالب رنگین را بہ آئین رنگین در دام تسطیر میکشد۔ در مرشد آباد درین والا لباس درویشی بسر میبرد۔

دانا یہی کہیگا گو اس میں اس کا سر جا　　معبد فرنگیوں کا یارب ہمام گر جا

۸۸/۹ رای سرب سکھ دیوانہ مردیست عامل پیشہ و درست اندیشہ وقتیکہ نواب شجاع الدولہ بہادر مرحوم رای کرپا یال را صوبہ داری الہ آباد تفویض فرمودہ وی ہم بخدمت میر بخری ہا مور بود۔ در آں ایام اکثر اوقات اتفاق دیدنش میشد۔ بسیار لسان و خوش تقریر است و در شیوۂ یار باشی بینظیر۔ ارادہای عظیم و عزمہای رفیع در مجالس اظہار میکرد و در فن شاعری خود را بسیار دور میکشید سخنوران

سلف و خلف کمتر ذرا می پسندید، لیکن این اثر تخلص ویست که حق تعالیٰ بفحوای الاسماء منزلۃ التسمیہ وی را مرتبت ساختہ باین ہمہ دیوانگی شخص خوبست اگر بزبان فارسی دکمتر بزبان ریختہ طبع آزمائی میکند از دست۔

دل ہی کہ تیری تیغ کی آگے سپر نہ جائے ۔۔۔ رستم کو کیا جگر ہی جو یہ وار اچکا نہ جائے

۸۹/۲ محمد عابد دل برادر گرامی محمد روشن بخوشش صاحبدل و مرد کامل است بی نیاز دبی ریا، عابد با اثر عاشق مزاج و با خطر چوں ہر دو برادر در اتصاف اوصاف عدیل یکدیگر اند ذکر حالات یکی از بیان اوصاف دیگری مستغنی میسازد۔

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد ۔۔۔ طبیعت را ملال انگیز باشد

ہوئی جب دل میں پیدا گرمی آہ و فغاں پیدا ۔۔۔ بزنگ شمع ہر مو سے لگی ہونے زباں پیدا

گریزی آج کا وعدہ نہ کیا ہوتا ۔۔۔ اب تک دل مضطر نے کیا کیا نہ کیا ہوتا

دنیا میں خوشی کی، دل کیا قدر سمجھتے ہم ۔۔۔ خالق نے اگر غم کو، پیدا نہ کیا ہوتا

کوئی دیکھ سکتا ہی کافر زمانہ ۔۔۔ مری جبہ سائی ترا آستانہ

مرتا ہی ابر اس مژۂ اشکبار پر ۔۔۔ کھاتی ہی شمع گل جگر داغدار پر

ان لبوں سے کہیں کہ کام نہیں ۔۔۔ آتی بھی تو نمک حرام نہیں

قیامت ہی ظالم ترا بار بار ۔۔۔ یہ گھبرا کے کہنا کہ گھر جائیں گے

بیزار اس قدر جو ہوئے میرے نام سے ۔۔۔ فرمائیے قصور ہوا کیا غلام سے

سمجھا تھا میں کہ ہوویگا آرام گور میں ۔۔۔ یاں بھی نصیب کا وہی چھاتی پہ سنگ ہی

سیکھا دنیا میں وضع خاکساری مور سے ۔۔۔ جیتے جی پیدا کرائے دل آشنائی کور سے

۹۰/۲ محمد مستعد ذہن ساکن دہلی مرد مستعد صاحب ذہن بود در عین جوانی در گذشت از دست۔

باتیں ہماری راست انھوں نے نہ جانیاں ۔۔۔ کیا کیا بتاں کے جی میں بھی ہیں بدگمانیاں

۹۱/۲ ذوق شاہ ذوق مرد است رند مشرب و آزاد مذہب نمیدانم کہ متوطن کجاست لیکن در لکھنؤ ہمراہ رسالۂ رکسواران نواب آصف الدولہ بہادر میباشد و شوق شعر گفتن و معنی جوئی دارد۔

جس جس سے تو نے ظالم آنکھیں لڑائیاں ہیں ۔۔۔ کوچے میں ان کی لاشیں سب ڈھیر پائیاں ہیں

رحمت سیاہی زادی اس تیر و بانکپن پر ۔۔۔ ابرو کی خوب دو دو سیفیں چلائیاں ہیں

خوشا احوال ان کا جو کہ پہنچے اپنی منزل پر ۔۔۔ ہمیں تو ضعف ہی چلنا اب اک فرسنگ مشکل ہی

قدم جب عشق میں رکھتے ہیں بسم اللہ کہتے ہیں　　متاع دل کو اپنے فی سبیل اللہ کہتے ہیں

۹۲/۱۴ منشی آسا رام ذوق تخلص متوطن غازی پور از بدو شعور بنوکری منشی گری در عظیم آباد می گذراند ذوق شعر گوئی در ذات طبعش جاگرفته و شوق معانی نبوئی در خزینهٔ سینهٔ وی متمکن گشته. در نیو لاد رکلکته است. در ایام قیام آں بلدہ باستماع اوصاف گرامی برادرم دام ظلہ بذوق شوق تمام شرف اندوز ملازمت شده بود مرد بسیار درست فہم و نیک سیرت بنظر آمد. شاگرد آمد مرا فزود است چنانچه بشاگردیش علم افتخار می افرازد می گوید.

کیوں نہ ہو شعر کا رتبہ مرا ذوق بلند　　قدوی ہو کر کہا قدوی کا استاد کیسا تھ

ایں چند شعر بطریق یادگار بقید رقم مؤلف گذرانیده.

دل تو کہو ہے آنکھوں نے مجھ کو کیا خراب　　آنکھیں کہیں ہیں دل ہی نے ہم کو دبا دیا

بگڑا کسی کا کچھ نہیں اے ذوق مفت میں　　دونوں کی مٹی خاک میں ہم کو ملا دیا

مت نکل اشک مری دیدۂ تر سے باہر　　طفل آوارہ قدم رکھے ہے گھر سے باہر

آفریں ذوق تجھے شوق کے معنی یہ ہیں　　جان جاتی ہے اور ذکر ہے دیدار ہنوز

باغ دنیا میں اسے مجھ یا رو　　نہ غرض گل سے ہے نہ خار سے کام

دل پر داغ کی کروں ہوں سیر　　نہ خزاں سے کچھ نہ بہار سے کام

بن تیرے تو ہم حور سے بھی جام نہ لیں گے　　جنت کا تری کوچہ نشیں نام نہ لیں گے

باتوں سے تسلی نہیں ہونے کی ہماری　　مر جائیں گے پر منت پیغام نہ لیں گے

آگاہ اگر جور سے تیرے ہوتے　　تو کاہیکو اس طرح دل اپنا کھوتے

یہ دل کی لگی بری ہے ظالم ورنہ　　کس واسطے جوں شمع اتنا روتے

۹۳/۱۶ رستم علی، رستم مرد سپاہی. پیشه و بسیار شوخ مزاج و ظریف طبع بود. در الہ آباد اشعار خود را در خدمت شاہ عالم بیتاب سلمہ اللہ تعالیٰ میگذرانیده و در فن شاعری کوس رستمی می نواخت و سخنوران زور آور را در تحریر می انداخت. شنیدم کہ آخر جہت تلاش روزگار عزیمت دکھن نمود و آں جا در سرکار یکے از راجہ ہا نوکر شده، چندیں در نگذشته بود کہ از بوقلمونی روزگار ہوای عشق پسر وی کہ بحسن صورت یکتا ز زماں بود در سرش جاگرفت و فریفتهٔ حسن و جمال و شیفتهٔ خد و خال او شده بغوای ایں کلام "کہ عشق و مشک را تواں نہفتن" طشت بدنامی از بام افتاد و صدای عشق وی بگوش خاص و عام داد. چوں پدرش ازیں خبر مطلع گشت، و در صدد قتل آں آوارهٔ دشت جنوں گردید بریست آں عاشق ستم دل نظر بر رستمی خود نموده و با معشوق ہمعناں از آں جا برآمد. پدرش چوں ازیں خبر وحشت اثر خبر

یافت چندیں از جوانان دلاور را بتعاقب آن نا عاقبت اندیش گماشت، تا آن فلک زدہ را چوں زال ضعیف گرفتہ آوردند و در قید شدید گرفتار کردند۔ بعد ازاں احوالش معلوم نہ شد کہ تا بکجا رسید۔ راست در دروغ برگردن راوی شخصے در بلدۂ غازیپور نقل می کرد۔ کہ رستم پیش ازیں دو سال از سمت بنگالہ وارد ایں ضلع شدہ بود و عزم سیاحت ہندستان بخاطر داشت۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ایں چند اشعار وی یادبود نوشتہ شد۔ از وست۔

بجلی کی طرح یار جو تم آن کو کڑکے ۔۔۔ وہ میرا اس دل تھا جو رہا سامنے اڑکے

کہلا غلام حق کو تو یوں دکھ میں آئیو ۔۔۔ اب کس کو جا کہ بند وا رستم کہائیو

رستم فغاں سے بعد ملاقات جو ہوئی ۔۔۔ بولا فغاں کہ اے میرے ہمدرد آئیو

بارے کہو کہ کیوں کہ گزرتی ہے ان دنوں ۔۔۔ احوال میرا سن کے کچھ اپنا سنائیو

کہنے لگا کہ کیا کہوں میں تجھ سے اپنا حال ۔۔۔ خوباں کے غم میں دل کو کہاں تک جلائیو

میں نے کہا کہ بس ہے فغاں شکوۂ فراق ۔۔۔ تیری ہی بیت پڑھیو اور تجھ کو سنائیو

وہ چاہے یا نہ چاہے فغاں آپ چاہئے ۔۔۔ اپنی طرف سے ہاں میرے صاحب نبائیو

جو کہتا ہوں مری فریاد کو پہنچو نہیں کوئی ۔۔۔ خدا کے واسطے کوئی داد کو پہنچو نہیں کوئی

۹۴/۹۸ غلام علی، راسخ تخلص، متوطن عظیم آباد از تلامذہ میرزا فدوی سلمہ اللہ تعالیٰ نوجوانیست خوش فکر و تازہ گو، یارباش، شگفتہ رو، سخنان ملاحت آمیز میگوید و معانی حلاوت انگیز میبوید۔ ہمیشہ خدمت حاضر باشان حضرت ایں فن بر سوخ تمام میکند و محفت مشق سخن بشوق مالا کلام می نماید حقا کہ بسیار طبیعت بہادار دو در ہمزادان خود ممتاز است در فکر شعر مثل شعر خندہ و کذا در خیال ریختہ خود را یکتا آن کہ منعنی و لاغر گشتہ۔ بعنایت الٰہی و توجہ استاد شعرش باین رتبہ رسیدہ کہ گوش دل سامعان را بہرہ میرساند در سنہ یکہزار و یکصد و نود و دو ہجری بمؤلف وقتیکہ بارادۂ کلکتہ وارد عظیم آباد شدہ بود و چندیں از کشش محبت بعضے اعزۂ آں دیار رحل اقامت نہادہ، میاں راسخ بسیار محبت می کرد و اکثر ملاقات مینمود غرض غنیمت است و چیزے شدنی معلوم می شود۔ حق تعالیٰ زندہ دارد۔ اینچند اشعار از وست۔

شب جو اس ماہ سے روشن میری آغوش ہوئی ۔۔۔ شمع یاں تک ہوئی شرمندہ کہ خاموش ہوئی

۹۵/۴۴ راقم اصلش از شاہجہاں آباد است۔ راقم حروف در تذکرۂ نقی میر چنیں مرقوم یافتہ کہ وی مشق سخن بخدمت میرزا رفیع میکند قبل ازیں مشورت بہ فقیر مینمود از وست۔

مژگاں سے جو بچو تو لڑی کریں ہیں ابرو ۔۔۔ یہ کہ کہیں ذرا سے جب دل کی داد چاہی

کہنے لگا کہ ترکش جس وقت ہووے خالی ۔۔۔ تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی

سنتو تم یہ کہ ہوتی ہے جگ میں دوام کسی ہوگی نہیں اداہ ہماری بھی شام کسی

۹۶ میر رہان رنگین تخلص مردیست رنگین و گرم اختلاط و عزیز دلہا و خوش اوقات و مدت در ملازمان میرزا علی خان بہادر از آفات زمان در امن و امان سر برد طبعش مائل بہ ایہام است۔

رات کی بات نہیں کہنے کی تیری پیاری گو پہلیں آج میرے سر پہ ہزاروں آری

۹۷ آفتاب رائے رسوا ہندو پسر دیوہ خوش گو و نیک خو در تونچانہ بادشاہی سر رشتہ روزگار داشت و غافل از اندوہ زمانہ روز و شب بفراغبالی و خوشحالی بسر میبرد ناگاہ عشق رمانہ بر و شکیبائیش رایفا نمودہ بکارش بزوال در رسوائی کشید۔ آخر کار ترک روزگار نمودہ از سر نام و ننگ در گذشت کارہای مارا اشعار خود ساختہ در کوچہ و بازار عریاں گردید طرف بر کمر نیدہ آوہی کشید و بسیاری گریست معتبر نقل می کرد کہ روزی آں رسوا کوچۂ عشق بازی در مجمع میگذشت اتفاقاً معشوقش دراں انجمن انجم جلوہ افروز بود۔ رسوا از رسوائی خود و معشوق پروا نکردہ بیباک در برابرش آمدہ بوسۂ خواہش گرفت معشوق از غیرت حسن و ننگ ناموس گلوگیر شدہ کاردیکہ در دست داشت بر شکمش زدہ کہ از پشت برآمد۔ بر زمین افتاد۔ مردماں ہجوم کردہ۔ عازم شدند کہ قاتل را بقصاص مقتول گرفتار سازند۔ رسوا ممانعت کرد۔ یارانش خواستند تا جراحتش علاج آرند۔ او چشم باز کردہ ایں بیت گفت و جاں بحق تسلیم نمود۔

گو زخم دل مرے کو نہ سیو مرا میاں میں مر گیا تو کیا ہو رفو مرا میاں

یکتازی و جوانمردی آنمرد میدان عاشقی و رسوائی بر رای سالکان رہ بدنامی چوں آفتاب روشن و مبرہن است دیکتائی و بیریائی آں سر حلقہ رہروان منزل پرشور عاشق بر پیشروان وادی ناکامی ظاہر و پیدا کلامش بدل ناخن ریز و اشعارش آتش بیقراری در سینۂ مشتعل میسازد از وست۔

رسوا اگر نہ کرتا عالم میں یوں مجھو اپنی نگاہ پیار سے دیکھا تھا کیوں مجھو

۹۸ حمزہ علی زندہ اصلش از شاہجہاں آباد است از بدو ہوش طوار ساکنان آندیار ترک خانماں نمودہ ببلاش روزگار بطرف بنگالہ رفت و مدتی در لباس پسبگری بسر برد۔ اکنوں از چند ترک لباس دنیوی نمودہ طریق رندانہ عاشقانہ برگزیدہ سیاحت نشیار نمودہ۔ اشعارش حلاوت محبت می بخشد از وست۔

پتلی نہیں ہے یہ پیکینا ہے مردم یہ تماشا دیکھنا ہے

مومن کی طرح پر و بال اپنا ہے ۔۔۔ بے پر و بال ہیں ہنر کا خیال اپنا ہے

صحبت ذی بیوفا کی ہوں میں کر گیا کیا ۔۔۔ ایسا کیا اثر کہ مجھ آپ سا کیا

سر ہے عریاں تو پیرہن ہو چاک رند یہ کیا دو انپن ہیکا

پوچھے اگر کوئی کہ کیا چیز خوب تر ——— نکلے مری زبان سے بے اختیار یار

فائدہ کیا ہم کو گر گلشن میں آتی ہے بہار ——— بن ترے معشوق کس کافر کو بھاتی ہے بہار

۹۸ خواجہ روشن علی، روشن تخلص زادہ کامش دہلیست۔ چندگ در سلطانپور بسر برده، اکنون در سرکار آصف الدولہ بہادر سرفراز است۔ رسائی فکرش بسامان، روشن و صفای طبعش از کلامش میرمن سخن را بکمال یقین و صفائی آراید و در مضمون بندی استعداد کل دارد۔

یہ تکلف ترے آپ کہتے ہیں ——— دیکھو روشن چلا گیا نہ رہا

۹۹ محمد رضا، رضا تخلص، ولد نیر جمال الدین ابن قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین است سید عالی نژاد و جوان خوش اعتقاد شعر طبع، ظریف از مدتے در نوائی بنگالہ بسر می برد شاگرد رضیا الدین ضیا از وست۔

پشم تر و زرد و سیما را فشاں کر دیا ——— دیدہ و دانستہ ہم نے ہوا کر دیا

کیا کہوں اب اے احباب اور کیا کہوں اے اصحاب ——— وہ ہوا خانہ نشیں اور ہم ہوئے خانہ خراب

سنتے ہو تم تو دل کی میاں ہر کسی کی بات ——— گر ہم ہو تو ہم بھی کہیں اپنی بھی کی بات

کیا کہیں اب اے یاراں اس عشق کی ہوائی ——— جس کے لیے سودا ہو وہ سودائی

میر رضا اشعار خوب خوب دارد لیکن فقیر از و ایں یک بیت بسیار را می پسندد۔

امیدوں کی نواہوں حسرت میں ——— میں تو غلماں ہی لوں گا جنت میں

۱۰۰ جعفر خاں راغب تخلص ولد ہدایت علیخاں نبیرۂ شمس الدولہ لطف اللہ خان صادق سلسلہ نسبت اجداد او بحضرت خواجہ عبد اللہ انصاری میرسد۔ اصلش وطن پانی پت دار الشاہجہان آباد است لیکن نشو و نما در آباد و در دار السلطنت دہلی شد۔ تا سنہ یکہزار و یکصد و ہفتاد ہجری بانجا استقامت داشت۔ از غلغلۂ آمد آمد شاہ درانی ترک خانماں نمودہ باعشائر خود آنجا برآمدہ در بلدۂ عظیم آباد کہ بہ نسبت دیگر بلاد امن مترقب است توطن انتخاب نمودہ چون بقدر دانی فقرا و قدر شناسی علما مخلوق است و بحسن خلق دیار باشی مجبول در وقت قیام گرامی برادر دام ظلہ در بلدۂ عظیم آباد بصحبت تمام راغب ملاقات آنجناب شدہ و بستی تمام ہمرسانیدہ اکثر ملاقات خود را صحبت اندوزی ساخت و ہر روز از نقوش محبت خود دلہا سینہ را می آراست۔ الحق بہدایت لطف الٰہی در پیشۂ صداقت و محبت یکرنگ و در پیشۂ یکرنگی و یکجہتی شیر انگلن است۔ حق تعالی او را عزیز دلہا ساخت و فراش در بزم دل یاران جا داد دہ۔ گو طبعش اکثر راغب باشعار فارسی است لیکن کمتر زبان ریختہ نیز رغبت نمیکند اشعار انتخابی خوب دارد وست۔

یہ شب تری فرقت کی پٹ ہم پہ کڑی ہے ——— ہر اس کی گھڑی روز قیامت سی بڑی ہے

سنتے تھے ہم کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح ہوگی کہیں اے آہ ہماری بھی شام صبح

۹۶ میر، بربان، رنگین تخلص مردیست رنگیں و گرم اختلاط و عزیز دلباد و خوش اوقات از مدت در ملازمان میرزا علی خان بہادر از آفات زمان در امن و امان بسری برد طبعش مائل بہ ایہام است۔

رات کی بات نہیں کہنے کی تیسری پیاری گو چلیں آج میری سیر پہ ہزاروں آری

۹۷ آفتاب رای، رسوا، ہندو پسری بود خوش گو دنیک خود در تونچانہ بادشاہی سرشتہ روزگار داشت و غافل از اندوہ زمانہ روز و شب بفراغبالی و خوشحالی بسر میبرد ناگاہ عشق رعنا صبر و شکیبائیش را یغما نمود و کارش بخرابی و رسوائی کشید۔ آخر کار ترک روزگار نمودہ از سر نام و ننگ در گذشت کارہای عار را اشعار خود ساخت در کوچہ و بازار عریاں می گردید طرف ہر کس می دید آہ می کشید و بسیاری گریست معتبر نقل می کرد کہ روزی آں رسوای کوچہ عشق بازی در محلہ میگذشت اتفاقاً معشوقش دراں انبوہ چو ماہ در انجمن انجم جلوہ افروز بود۔ رسوا از رسوای خود و معشوق پرواہ نکردہ بیباک در برابرش آمدہ بوسۂ رخسارش گرفت۔ معشوق را غیرت حسن و ننگ ناموس گلوگیر شدہ کاردیکہ در دست داشت بر شکمش زدہ کہ از پشت برآمد۔ بر زمین افتاد۔ مردماں ہجوم کردہ، عازم شدند کہ قاتل را بقصاص مقتول گرفتار سازند۔ رسوا ممانعت کرد، یارانش خواستند تا جراحت آمدہ رسوا چشم باز کردہ ایں بیت گفت و بگذشت۔

گو زخم دل مرے کو نہ سیو مرا میاں میں مر گیا تو کیا ہوا جیو مرا میاں

یکتازی و جوانمردی آنمرد میدان عاشقی و رسوائی بر رای سالکان راہ بدنامی چوں آفتاب روشن و ہویداست دیگر ثنائی و بیربائی آں سرحلقہ رہروان منزل پرشور شر عاشقی بر پیشروان وادی ناکامی ظاہر و پیدا۔ کلامش بدل ناخن میزند و اشعارش آتش بیقراری در سینۂ مشتعل میسازد از دست۔

رسوا اگر نہ ناتھا عالم میں یوں مجھو اپنی نگاہ پیار سے دیکھا تھا کیوں مجھو

۹۸ حمزہ علی رند اصلش از شاہجہاں آباد است از بہر ہموار ساکنان آنجا ترک خانماں نمودہ بتلاش روزگار بطرف بنگالہ رفت و مدتی در لباس پسبگری بسر برد، اکنوں از چندی ترک لباس دنیوی نمودہ طریق رندانہ عاشقانہ برگزیدہ سیاحت نیتا نمودہ۔ اشعارش حلاوت محبت می بخشند از دست۔

پتلی نہیں ہے یہ پکیتا ہے مردم یہ تماشا دیکھتا ہے

مو کی طرح پر و بال و بال اپنا ہے ___ پر و بال ہی ہنر کا خیال اپنا ہے

صحبت ذی بیوفا کی ہوں میں کر کیا کیا ___ ایسا کیا اثر کہ مجھ آپ سا کیا

سر دی عریاں تو پیرہن ہے چاک رند یہ کیا دوانپن ہیگا

پوچھے اگر کوئی کہ کیا چیز خوب تر ـــــ نکلے مری زبان سے دانستیا ریا

فائدہ کیا ہم کو گر گلشن میں آتی ہے بہار ـــــ بن ترے معشوق کس کافر کو بھاتی ہے بہار

۹۸ خواجہ روشن علی، روشن تخلص زادگاہش دہلیست، چندگ در سلطانپور بسر بردہ، الحال در سرکار آصف الدولہ بہادر سرفراز است۔ رسائی فکرش بر ساحاں روشن و صفای طبعش از کلامش مبرہن سخن را بمیان رنگینی و صفائی می آرد و در مضمون بندی استعداد کل دارد۔

یہ تکلف تو آپ کہتے ہیں ـــــ دیکھو روشن چلا گیا نہ رہا

۹۹ محمد رضا، رضا تخلص، والدش جمال الدین ابن قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین است سید عالی نژاد و جوان خوش اعتقاد شوخ طبع و ظریف از مدتے در نوای بنکالہ بسر می برد شاگرد رضیا الدین ضیا از وست۔

چشم ذرہ وش مے میسر را زافشاں کر دیا ـــــ دیدہ دانست بمیشوں میں رسوا کر دیا

کیا کہوں اب اے احباب اور کیا کہوں اے اضطراب ـــــ وہ ہوا خانہ نشیں اور ہم ہوئے خانہ خراب

سنتے ہو تم تو دل کی میاں ہر کسی کی بات ـــــ گر حکم ہو تو ہم بھی کہیں اپنی جی کی بات

کیا کہیں اب اے یاراں اس عشق کی روائی ـــــ جس کے لیے سودا ہو، سو ہی کہے سودائی

میر رضا اشعار خوب خوب دارد لیکن فقیر از و ایں یک بیت بسیار را می پسندد۔

امردوں کی مواہوں حسرت میں ـــــ میں تو نامرد ہی لوں گا جنت میں

۱۰۰ جعفر خاں راغب تخلص ولد ہدایت علیخاں نبیرۂ شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق سلسلۂ نسبت اجدادی بحضرت خواجہ عبد اللہ انصاری میرسد۔ اصلش وضع پانی پت والی شاہجہاں آباد است لیکن نشو و نما آباد و در دار السلطنت دہلی شد، تا سنۂ یکہزار و یکصد و ہفتاد و ہفت ہجری ہمانجا استقامت داشت، از غلغلۂ آمد آمد شاہ درانی ترک خانماں نمودہ باعشار خود آنجا برآمدہ در بلدۂ عظیم آباد کہ بہ نسبت دیگر بلاد امن شرف است توطن اختیار نمودہ چوں بقدر دانی فقرا و قدر شناسی علما مخلوق است و بحسن خلق و یار باشی مجبول در وقت قیام گرامی برادر دام ظلہ در بلدۂ عظیم آباد بصحبت تمام راغب ملاقات آنجناب شد و دوستی تمام بہم رسانید اکثر بملاقات خود راحت اندوزی ساخت و ہر روز از نقوش محبت خود لوح سینہ را می آراست۔ الحق بہدایت لطف الٰہی در پیشۂ صداقت و محبت یکرنگ و در پیشۂ یکرنگی و یکجہتی شیر افگن است۔ حق تعالیٰ او را عزیز دلہا ساختہ و غرضش در چشم دل یار و اغیار جا دادہ، گو طبعش اکثر راغب بہ اشعار فارسی است، لیکن کمتر زبان ریختہ نیز رغبت میکند اشعار انتخابی خوب دارد از وست۔

یہ شب تری فرقت کی پٹ ہم پہ کڑی ہے ـــــ ہر اس کی گھڑی روز قیامت سی بڑی ہے

ہر کون سے خوش پیشہ کا دل بادہ کشی پر — پیالہ لیوز گس جو چین بیچ کھڑی ہو
یاقوت کی خاتم میں ہے تختے نیلم — یا ہونٹوں پہ اس شوخ کی مسی کی دھڑی ہو
گل بت ہو وہ تو ہیں تری ہاتھ کو بوسے — یا ہاتھ میں تہ شوخ کے پھولوں کی چھڑی ہو
حیراں ہے چمن میں جو نپٹ دیدۂ نرگس — محفل میں تری اس سے مگر آنکھ لڑی ہو
یوسف سے تو آتا ہے مشابہ کہ زلیخا — خدمت میں تری باندھے ہوئے ہاتھ کھڑی ہو
عصوفِ ترے دل کی مرے جی کو جلایا — اس سنگ کو کیا آتش ہجراں سے جڑی ہو
دیوانہ کیا آپ سا میں اس کو بھی راغب — بیٹھا مری صحبت میں جو کوئی ایک گھڑی ہو

ہر چند سنی کی مری بہتوں کی اشک نے — بھڑکی یہ دل کی آگ جو آخر بجھا دیا
انکار میں جو آج تھا اس دربہ ساقیا — اس بدگماں کو دل میں مگر کچھ خلل گیا
لڑکا نہیں رہا ہے وہ اب نوجوان ہے — ناز اس کے پہ روی ہیں وہی اس کی آن ہے
مجنوں دیوانہ والہ و وارستہ دردمند — رکھو خدا جہاں میں سب وہ جوان ہے
خورشید رو بہار اگر نکلے شب کو گھر سے — شرمندہ ہو کے چھپ جاوے مہ اس کی رو دیکھ
جنت کو جیسے آدم نکلا تھا آہ گریاں — راغب کو کل میں دیکھیو یوں جائے تیرے گھر سے
دیر و حرم میں رہ چکا ہے راغب — دونوں مذہب سے آشنا ہے راغب
رندوں میں رند، زاہدوں میں زاہد — ہر سب میں وہ سب سے جدا ہے راغب

۱۲ میرزا علی رضا رضا تخلص از یاران راغب سرشت سکہ دیوانہ از کلماش طلاوت سخنوری بذائقہ یہ سنڈ طبع سابقان آن نمایند:

دنیا میں کوئی تجھ سا ستمگار نہیں ہے — پر حرم بفا پیشہ و خوں خوار نہیں ہے

۱۳ تذکرہ علی خان رضا تخلص پسر شیر علی خان پدرش در رکاب نواب مالی جاہ بعہدہ خدمات سرفرازی داشت چون از دنیا بیزار شد ملک ننگ فطرت کہ یک حیلہ گردش شیران نیستان و ہزاران نامدار را مانند نخجیر نیم بسمل بیاد گمان بالکل غلطان نہ آہو اقبال جایہای دلچسپ تباہی افتاد و گوزن او بار رشتۂ فلاں متوسلانش را در شاخ شاخ خود پیچید آوارۂ صحرای نا کامی ساخت وقت در رود حوالف در بلدۂ کلکتہ وزد ہم تلاش قوت لایموت دارد آں مکاں بود اکثر ملاقات میکند حالات و جا بجا عبرت و ملال مسرت است۔ گاہ گاہ در شعر گوئی ہم دخل میکند ازوست۔

تری فرقت سے تڑپے ہے دل غم خوار پہلو میں — ستانا خوب نہیں عاشق نا چار پہلو میں

مزا اس وقت ہو جب باغ میں صحن چمن اور — ادھر اک دستۂ گل ہو ادھر ہو یار پہلو میں

جب سے دیکھا ماں کا حال کچھ — ہو گیا دل کا حال کچھ

محبت حق سے ہو کہتے ہیں الا اللہ کہتے ہیں — یہ نقد جاں کو اپنے صرف عند اللہ کہتے ہیں

زخمیں آپ سنا ہوں حوادث میں دہر کے — مہدی سے مجھ کو ترشۂ ابرار دیکھنا

خلخال پا ہوس ہو اور ہم ترس رہے — یہ کون سی وفا ہو بھلا یار دیکھنا

دعوی پر اپنے دیدۂ بینا ہیں برقرار یارب — کیوں کر کروں دل کو ہو وقف انتظار یارب

۱۲۴ نواب محمد خان، متخلص بہ ظہیر از امرائے نواب ناصر جنگ در فرخ آباد در سایۂ نواب حشمت دیوانی سرفرازی داشت۔ در شعر با عاشق مذہب آشنا و اہل سخن و یار صاحب طرح سخنوران اطراف باستماع قدردانی و ازدیاد و در از سوبرہ آوردہ در خدمت او رسیدہ موافق قسمت خود بہرہ مند و رسیدند۔ مجلس رنگین او از شاعران اطراف خلد آئین می بود۔ در فضائے خلد آئیش از زمزمہ سازی بہ زبان آوران گلشن رنگین فرخ آباد مجمع شعرا و مجمع ظرفا از قدر شناسی او بود و اساتذہ این فن مثل میر انیس و مرزا دبیر ہر زمان اگر بار از قدردانی او بعد رحلت نواب کہ محفل عظیم در دولتش انعقاد پذیرا نشد تفرقہ کلی روداد۔ ہر یکے بہر قرار خود مستقلا نشستہ شد لیکن در سرکار نواب نجف خان بہادر سرفرازی داشت۔ الغرض او را بود و نباشنائی علم از فیض صحبت سخنوران اب سخن می کشود و تا آباد منتظم می نمود۔ دیوان مرتب ندارد شہرت است۔ از انجملہ است۔

لگ چلنے کے تو آثار ہیں ہم کو بیٹھ رہیے — پر نامرادی ہی یار کی دل پہ ہے زیادہ

کہوں کیا بات اس بے پیر دل کی — جہاں لگ کیجیے تقصیر دل کی

بہ آئینہ خانہ ہو ہم صنعم — ہو تجھ سا ہو سکے تصویر دل کی

ہوا کس پری دیوانہ الٰہی — کہ موج اشک ہے زنجیر دل کی

بنا تیری سواط باؤں میں لیکن — وفا ہوتی ہے دامن گیر دل کی

لہو ہو بہہ گیا آنکھوں سے اے رند — یہی تھی کیا مگر تقدیر دل کی

۱۲۵ شیخ محمد رفیع، بہ تخلص متوطن الہ آباد است لیکن اکثر اوقات در بلدۂ مرشد آباد و عظیم آباد شاہ عطا کالپی در وقت نواب عالی جاہ نظم بنگالہ بکمال ثروت و رفعت بود و بہرہ مندگی و دولتمندی سربلندی داشت۔ عالم از ذات او بکمال دل میرسید و فضائل الاسن سلوک او با خود و با اصلی نمود و بعد بہ بھی طبقہ غالیجاہی در عظیم آباد توطن گزیدہ جوانیست رفیع الشان و شیریں زبان۔ با وجود خانہ نشینی حالا بہم مرتبہ خاص و عام ملجا و حاجتمندان آنمقام است۔ پیش ازیں گاہگاہ از بودت طبع بنظم غزل و ریختہ میپرداخت۔

طبعش میل بایں طرف داشت. اکنوں زباں را بسخن سرائی آشنائی کند این پند اشعار از زادہای طبع شریف اوست۔

الٰہی داورِ محشر کی عدالت کیا ہوئی یارب
کہ ہونہ حشر میں قاتل کو خونبہا دینا

نہیں سوال مرا تم سے دل میں جا دینا
مگر خطا جو ہوئی ہو اسے بھلا دینا

زیادہ بازوئے قاتل کو ہو توانائی
مجھ کو تا بدم واپسیں دعا دینا

جو تری کوچہ سے گذر کر گیا
منزل ہستی سے سفر کر گیا

قیس اور فرہاد پر وقوف نہیں
عشق ترا جس پر اثر کر گیا

خواہش کونین سے منہ پھیر کر
عالم حیرت میں بسر کر گیا

معلوم جو ہوتی مجھے یہ چرخ کی گردش
میں خواب عدم کو کبھی بیدار نہ ہوتا

اٹھایا میں گلوں کا سب طرح ناز
ہوا اک خار بھی میرا نہ دمساز

میسر ہو سبھی کچھ آج رفعت
نہیں ملتا جہاں میں محرم راز

اے آستیں نہ روک تو آنکھوں کی جوش کو
کھویا ہے سیل اشک نے دریا کو ہوش کو

رہنے کو تیرے سایۂ دیوار کے سوا
درکار کیا ہے عاشق خانہ بدوش کو

کیا کرتا ہے ہر دم نالۂ جانکاہ پہلو میں
الٰہی دل مرا ہے یا کوئی بدخواہ پہلو میں

ستاتا ہر گھڑی رہتا ہے مجھ کو آہ و نالہ سے
جرس ہے یا کہ دل ہے اے مرے اللہ پہلو میں

کیا جگر ہے جو ترے در پہ فغاں کرتے ہیں
ہم تو آہستہ قدم رکھتے میاں ڈرتے ہیں

میں تنگ ظرف ہوں معمور نہ کیجو غم سے
شیشہ کو کتنیں تا بگلو بھرتے ہیں

نالہ ہے مرا الم نصیب جگر آلودہ
جاتا ہے کبوتر بھی اس نوں سے پر آلودہ

مت تصور کر کہ شعلہ سے پگھل جاتی ہے شمع
غیر کی صحبت میں تجھ کو دیکھ جل جاتی ہے شمع

تجھ بن میں رو کے ہم یہاں تک
ہے آب زمیں سے آسماں تک

جھنجلا کے وہ مجھ سے ہے یہ کہتا
جاتا ہوں جب اس کے آستاں تک

آتا ہے تو کیوں گلی میں میری
جھڑکے کوئی تجھ کو اب کہاں تک

دل شیشہ سے نازک ہے مرا یار نہ توڑ
بنتا نہیں دیکھا ہے خبردار نہ توڑ

۱۰۶ جعفر علی خاں، ذکی تخلص ساکن دہلی از عمدہ منصب داران سرکار محمد شاہ آنار اللہ برہانہ بود. طبعش در غایت ذکاوت

ذہنش بسیار رسا و کمال رعنائی دیرزائی زیست می کرد۔ آخر کار بقلمونی روزگار بیمدارا تشنگی خاطرش را بہ پریشانی و آشفتگی بدل ساخت گاہگاہ فکر ریختہ میکرد ایں چند اشعار نتائج ذہن ذکی اوست۔

کہو کوہ کن بیستوں کو نہ کھودے ___ کسو کے کہو جان شیریں نہ کھودے
چمکتے دانت دیکھے یار کے تجھیں جماؤ میں ___ پڑی ہیں گتیاں الماس کی نیلم کی خاؤ میں
بعد مرگ کوہ کن شیریں اگر جیتی رہی ___ دیکھ کر یہ جوئے شیر اپنا لہو پیتی رہی
چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو ___ تا قیامت سوزن تدبیر گر سیتی رہی
تاکساری پر نہ کر موذی کہ ہرگز اعتبار ___ جونک اگر مائل ہو تو بھی لہو پیتی رہی
بلبل کو باغباں سے رہونت کھٹا پٹی ___ تا صبح کیوں چمن میں نہ ہووے جھٹا پٹی
آمجھ تئیں میں بس کہ بنا ہو ترے لیو ___ یہ خیمۂ سیاہ و سفید چٹا پٹی
عشق میں بلبل کو کیا نسبت ہے پروانے کیساتھ ___ وصل میں مر جاوے وہ، یہ ہجر میں جیتی رہی
پرووے کیوں نہ ہر اک بات میں موتی وہ تبسم ___ صفا دانتوں کی روشن ہے شب متی میں تبھی ہیں

مثنوی کہ در بیان عشق خود گفتہ پسند خاطر عشاق است، در آغاز آں می گوید۔

الٰہی شوق سے دل کو جلا دے ___ برہ کی آگ تن من میں لگا دے

در نعت گوید:

محمد باعث ایجاد ایماں ___ کہ جس کے واسطے آیا ہے قرآں

در منقبت گوید:

علی ہیں شاہ اورنگ ولایت ___ شریعت کا سمیں دیں کا حمایت
نبی کی آل اوپر وار جانا ___ اسی بارہ پہ سے پار جانا

در صفت معشوق گوید:

صفا اس کے بنا گوشوں کی دیکھ آن ___ خجالت سے ہوئے موتی پکڑ کان

۱۸؎ میر مظہر علی، زار تخلص گزار کلامش مظہر حالات عاشقان زار و اسرار بیانش منشار تسکین دلہائے مشتاقان زار از شاگردان شاہ حفیظ اللہ لکھنویست۔ در فیض آباد بہ میبرد۔ ازوست۔

چھوٹ جاویں غم سے ہر دم کے جو نکلو دم کہیں ___ خاک ہے زندگی جو تم کہیں اور ہم کہیں

ایک دن آگ ہی دنیا سے اٹھانا ہم کو ——— یا الٰہی شب فرقت نہ دکھانا ہم کو

تیری ہی قسم تجھ بن اگر کچھ بھی خوش آتا ہو ——— کافر ہو اگر اس میں کوئی بات بناتا ہو

دل کو اس کوچہ میں کھو بیٹھے ہیں ہم اس لیے مغموم ہو بیٹھے ہیں ہم

اپنے تئیں اس بزم سے کیا کام ہے جب تلک بیٹھے ہو تم بیٹھے ہیں ہم

جس طرح فرماگئے تھے یار ہم ——— اس طرح سے دیکھ لو بیٹھے ہیں ہم

لگا کہنے کہ احوال فرقت مختصر کر کے دکھایا آنسوؤں سے خون کو داماں کو میں بھر کے

ہمیں تو فرش سے اور تکیہ مخمل سے بہتر ہے ——— گلی میں اسکی پڑ رہنا سرھانے ہاتھ کو دھر کے

کیا تجھ پہ نار ایسا کچھ درد و دکھ کٹھن ہے جو تو ہے اور رونا اور یہ اجاڑ بن ہے

۱۰۸ شیخ ممنون غازیپوری زدہ تخلص، از یاران عارف باطن و ظاہر حاجی محمد فاخر زائر قدس سرہٗ، مرد پاک اندیشہ و گداز فقرا پرست و شوق پرداز است. شاید گاہگاہ فکر شعر میکند. این یک بیت وی زبانی شیخ فتح علی منصف غازی پور بسمع رسیدہ بود.

معرکۂ حشر میں زوار کو مہر نبوت کی سپر چاہیے

۱۰۹ میرزا رفیع، سودا تخلص شاعر ایست رفیع الشان خوش فکر شیریں زبان یار باش سخن شناس ظریف الطبع و حریف وضع مواد شعرش سواد ہندوستان را منور گردانیدہ و غلغلۂ استادیست سخنوران را در شش جہت بر انگیختہ. طالبان این فن را فکر ہمسری او در زیر سپہر دوار خام آویختہ و در دماغ مدعیان سخن طراز ریختہ اش خلط سودا ریختہ. وطن اصلی و دار السلطنت دہلیست کہ قصیدہ در مدح سالگرہ غازی الدین خان بہادر بنظم آوردہ صنعتہا بکار بردہ کہ کلام را بحد اعجاز رسانیدہ مطلعش انیست.

صبح ہوتی ہو گئی آج مری آنکھ جھپک وہی خوش ذو ہیں آکر در دل پر شک

و قصیدہ کہ در ہجو اسپ گفتہ و داد سخنوری دادہ بالسنہ و افواہ مردم مشہور آغازش اینست.

چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار رکھتا نہیں ہے دست عناں کا یک قرار

در مدائح و ہجا مضامین تازہ میبندد کہ از استماع آں ہوش از دماغ سخنوران میرود، و قصیدہ در مدح مہربان خان، رند گفتہ بود آں این بیت آوردہ.

مہربانخاں جو نہ ہوتی تری خلقت پیدا ہوتی عنصر نہ کبھی مل کے ہم چاروں ایک

دوستانش زبان شماتت کشادند و گفتند کہ این چنین مضمون را در چنین مقام آراستن کمال بے حمیتی است. در خود فہمید آں قصیدہ را در مدح سرور اولیا علیہ السلام تزئین دادہ و گفتہ.

شاہ مرداں جو نہ ہوتی تری خلقت پیدا ہوتی عنصر نہ بہم ناکہ کبھو چار اں ایک

زبان آوران کامل اورا بہ استادی یاد می کنند و شعرائے ہند ما بین خود ملک الشعرا اقرار دادہ اند در قصیدہ و مثنوی و قطعہ و مخمس و رباعی ید بیضا دارد۔ دیوان وی آں قدر قبولیت یافتہ کہ از شرق تا غرب رسید و صاحبان آگہ ز باوجود عدم شناسائی سخن بشوق تمام نویسانیدہ بولایت خود فرستادہ۔ در نیولا در لکھنؤ بر فاقت وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر ہزبر جنگ بسر می برد درستہ یکہزار و یکصد و نود و یک ہجری کہ مؤلف جہت سیر و تحصیل علم وارد لکھنؤ شدہ بود۔ آتش دیدنش پیوستہ در کانون سینہ مشتعل بود آخر چوں تلاقی جسمانی بہرسید زیادہ از شنیدہ دیدم۔ غرض از منتسبات روزگار است حق تعالیٰ سلامت دارد۔ گویند روزے برائے ملاقات یکے میر ماشاء اللہ رفتہ بود۔ اتفاقاً در اثنائے گفتگو صحبت ناچاق شد چوں میر ماشاء اللہ در تلون مزاج مشہور است چند شعر در ہجو وی بدیہہ گفتہ در عایت قیرۂ او در ہر بیت کردہ از آں جملہ است۔

دم میں تولا ہیں دم میں ماشا ہیں میر کیا ہیں عجب تماشا ہیں

مہاجات میرزا و میر غلام حسین، ضاحک بالسنہ و افواہ خاص و عام مشہور است چون بگوگئی طرفین طول کشیدہ، میرزا پسند بند مخمس در ہجو ضاحک منظوم نمودہ و منظم آں ضاحک را در عجب مخمصہ و مضحکہ گرفتار کردہ آخر پیش میر غلام حسن کہ مرد خیر و است۔ از فتور آں تشنیع و تشہیر اندیشہ نمودہ میرزا را بمنت و الحاح کثیر ازیں تقبیح و تحقیر باز داشت۔ من بعد ہر چند میرزا ارادۂ اخفا نمودہ، لیکن زاویۂ خمارش را دباب مطلق اثرے نبخشیدہ کہ بمجرد تراوش عالمگیر میشود، باوجود اصرار بر اخفا اشتہار یافت یک بند آں مخمس بہت تضحیک دوستاں مینویسم۔

ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھرایا چند و نے رات ساری ہمساے کو جگایا
بیٹھک میں بیٹھ بندھو چوہندے کو جب بلایا تب شیخ سدو اس پر اماک کھاکے آیا
کہنے لگا کہ ضاحک بر اکوئی منگایا

ایں چند اشعار ریختہ برائے آرایش ایں تذکرہ مسرت افزائے خاطر دوستاں بسلک تسطیر کشیدہ میشود۔

ہستی سو عدم تک نفس چند کی ہے راہ ۔۔۔ دنیا سو گذر نا سفر اتنا ہو کہاں کا
بیکس کوئی مرے تو جلا اس پہ جی مرا ۔۔۔ گویا ہے یہ چراغ غریبوں کی گور کا
ٹوٹے اگر نگہ سے تری، دل حباب کا ۔۔۔ پانی نہیں پھر پیوں تو مزا ہے شراب کا
سودا قمار عشق میں شیریں کو کوہکن بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے پھر تو آپ کو کہتا ہے عشقباز اے روسیاہ بجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

میں دشمن جاں اپنی کا جو ڈھونڈ نکالا ـــــ سو حضرت دل سلمہ اللہ تعالیٰ

ہر دم تو مجھ اپنے کو چرکے نکالتی ہے ـــــ جاتا ہوں بھلا اب تو لا دل مرا دیدے

جس کو زلف سیہ تیری ڈسا ہوگا ـــــ غرض وہ مر ہی گیا ہوگا کیا جیا ہوگا

سودا سے یہ کہا میں، دل اس طرح کو کھونا ـــــ کہنے لگا دوانے کیا پوچھتا ہے ہونا

خورشید و مہ نے پیار کی تجھ پہ ہوا ئی ـــــ ریش و بروت ابرو سب کو صفا بتائی

ظاہر میں دیکھنے کا کچھ اسباب ہی نہیں ـــــ آوے مگر تو خواب میں سو خواب بھی نہیں

موج آتش ہیں سیل آنکھوں کی ـــــ شاید اس دل کا آبلہ پھوٹا

تا دل مجھ سے نہیں ملتا مرا دل رہ نہیں سکتا ـــــ غرض ایسی مصیبت ہے کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا

کہتے تھے ہم نہ دیکھ سکیں تجھ کو غیر پاس ـــــ پر جو خدا دکھاوے سو ناچار دیکھنا

کسی دیندار اور کافر کو خیال اتنا نہیں آتا ـــــ سحر کیا ہو یکا سودا کے دل پر شام کیا آیا

ہندو ہیں بت پرست مسلمان خدا پرست ـــــ میں پوجتا ہوں اس کو جو ہو آشنا پرست

کٹتی ہے جس طرح سے مجھ زندگی دو روزہ ـــــ رکھو اس غم کو خدا شہر محرم سے دور

سودا کا تو فی حال نہ دیکھا تو کیا ہوا ـــــ آئندہ لیکے آپ کو دیکھا تو کیا ہو

بہار و باغ ہو مینا ہو جام و صہبا ہو ـــــ ہوا ابر ہو ساقی ہو اور دنیا ہو

جو مہربان ہو سودا کو معتنم جانے ـــــ سپاہی زادوں سے ملتا ہے دیکھیے کیا ہو

وہ نہیں دریا کہ جس میں جائیو پل باندھ کر ـــــ موج چشم عاشقاں ہے تو ذرا میں پار ہو

حل مشکل کس سے ہو سودا کی تجھ بن یا علی ـــــ کھول دے عقدہ مرے مشکل کشا مشکل کشا

چمن میں باندھا تھا آشیاں ہم نے کہ ہوگا آب و تاب گلشن ـــــ یہی کہ غنچے کی آنکھ کھولی خیال تھا گل تو خواب گلشن

طرف ہو نقش سے تیرے منہ کو یہی تو پایا ہے باغ و چمن ـــــ بہار رہوا خفیف نرگس ذلیل سنبل خراب گلشن

آ ہی قسمت بلا دے یار یا مار کر ہمیں ـــــ اب تو کن آنکھوں لگا ہی دیکھیو بار کر ہمیں

دل لیکے ہمارا جو کوئی طالب جاں ہو ـــــ ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جی ہے تو جہاں ہو

تیرے ہم ہیں زیر آسماں ایک جان دو قالب ـــــ مخاطب تم بلفظ جان ہم دونوں کو ہوتی ہو

اے چمن کو فائدہ کیا تجھ سے اے نسیم ـــــ یہ جا ہے وہ کہ یاں دم عیسیٰ سموم ہو

کعبہ کی زیارت کو اے شیخ میں پہنچونگا — مستی سے بھی بھولی جس دن رہ میخانہ

نسیم بھی ہے چمن میں اور باد صبا بھی ہے — ہماری خاک سے پوچھو تو کچھ رہا بھی ہے

قدم سنبھال کر رکھ دشت خار پر مجنوں — کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

سودا کو جرم عشق پہ کرتا ہے قتل آج — پہچانتا ہے تو، یہ گنہگار کون ہے

بدلہ ترے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے — اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

قاصد کو تیں میں اپنے جو کچھ کہ دوں بجا ہے — جیتا پھرے تو لاجرم ورنہ یہ خوں بہا ہے

حسرت سے دو جہاں کی یہ دل بھر نہ ہو سکے — تیرے قدم کو چھوڑ سکے یہ نہ ہو سکے

جس سمت میں میں جا کر کروں تیری یاد میں — دھبکا کچھ اس زمیں میں بجز دل نہ ہو سکے

سینے کو زخموں کی نگہ تیری چھوڑ دے — آنکھوں کی ہر پلک صف محشر کو توڑ دے

مرجان کا نخل ہوں نہ پھلوں برگ و بار سے — بیٹھا ہمیشہ خون مرے شاخسار سے

میں کہتا ہوں دل اپنے سے کر ننگ و نام سے گزرے — نہ ہوگا اس میں یہ باتیں، تو کس آرام سے گزرے

در منقبت مثنوی صلی اللہ علیہ گفتہ۔

ایوان عدالت میں ستارے کا ہے یا شاہ — کب ظلم کو ہے راہ عیاذاً باللہ

شیشے کا جو واں طاق ہے پڑھ ہر پاؤں دلکش — ہر سنگ سے نکلے ہے صدا بسم اللہ

مومن تھیں زنار سے میرے آگاہ — اس رشتے کو ہے سبحۂ اسلام سے راہ

اس بت کا برہمن ہوں کہ صوفی یا شیخ — کہتا ہیں جسے دیکھ کے اللہ اللہ

کوئی کسی کو ستاتا ہے آشنا کر کے — برا کرے ہے کسی کا کوئی بھلا کر کے

میں ڈھونڈتا تھا شیخ گناہ محشر کو — علی کے نام کو پایا خدا خدا کر کے

اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی چلے گئے — پھر چاک گل آپ سے ہم تم سلے گئے

پہنچی ہے پھول پھل کی خبر کس سے عندلیب — ٹوٹے جھڑے خزاں ہوئے چھوٹے پھلے گئے

صورت میں تو ہمارے نہیں ایسا کوئی کب ہے — اک دھج ہے کہ وہ قہر ہے وہ آفت و غضب ہے

کہتے ہیں جسے عشق سو وہ غیر ہے سودا — جوں ذات خدا اس کا سبب ہے نہ نسب ہے

میں ننگ ہوں ایسا کہ قبیلے میں سے کوئی — میراث کے لینے کو بھی وارث نہ کہایا

۱۱۰ سراج الدین سراج تخلص، سراج بزم و شوخی، شمع محفل نیکوئی اصلش از دکن است۔ اشعار خود را بخدمت سید حمزہ گذرانید سخن او خالی از پاشی نیست از دست۔

مجھ سا غم دست و گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا ـــــ چاک سینہ نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا

ہر دم دم خنجر اور پاس سر سر گذرتا ـــــ اول قدم شوق ہی منزل کو ہماری

تم پہ فدا ہیں سارے حسن و جمال والے ـــــ کیا خط و خال والے کیا صاف گال والے

ملت سوگوار ہوا دل بیگانہ اے سراج ـــــ شاید کہ جا پڑا ہے کسی آشنا کا ہاتھ

ہجوم داغ کو تیرے دیا ہم کو ناوکی ـــــ عبث پھولوں کی ڈالی گلشن سودا نے آتی ہے

۱۱۱ بزم الدین علی خاں، سلام خلف الصدق شرف الدین علی خاں، پیارہ گوہر دست برتری، بزم برج سروری، یار باش و خوش اختلاط بود زمانہ را بہ سلامت روی میگذراند مولدش خاک اکبرآباد است۔ اشعار را بخدمت پدر عالی قدر خود گذرانید از دست۔

حدیث زلف پشم یار پوچھ ـــــ درازی رات کی بیمار سے پوچھ

۱۱۲ محمد میر سوز خلش از شاہجہاں آباد است۔ مدتی در فرخ آباد در رفاقت امدخان بنگش بسر برده، حالا در بلدہ لکھنؤ با اس و بوش منزوی بسر می برد۔ اشعار ریختہ را بسوز و گداز می گوید و مضامین تر و تازہ میسنجد۔ گویند انیس جوانیست خوش رو و شاہد باز کہ تمام می خواند و خود را دلشیر بیانی یکتائی می پندارد۔ شعرش شہود است۔ لطافت طبع و شوخی مزاجش از اشعارش ظاہر می شود از دست۔

یار اگر صاحب وفا ہوتا ـــــ کیوں میاں جان کیا مزا ہوتا

جان کا کیا کروں بیاں احسان ـــــ یہ نہ ہوتا تو مر گیا ہوتا

رد ٹھنا جب تجھ مناسب تھا ـــــ کہ تجھ میں ذکھ کہا ہوتا

ضبط سو تھم رہا پر میرا اشک ـــــ ورنہ اب تک تو بہہ گیا ہوتا

ہاں میاں جانتا تو سوز کی قدر ـــــ تو ترا جی کہیں لگا ہوتا

عاشق ہوا اسیر ہوا مبتلا ہوا ـــــ کیا جانیے کہ دیکھ تمہیں دل کو کیا ہوا

سرشق ظلم تم نے کیا ہم کو واہ واہ ـــــ تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا

دل تھا بساط میں سو کوئی لے گیا ـــــ اب کیا کروں گا اور مرا اللہ کیا ہوا

پاتا نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش ـــــ دیوانہ دل کدھر گیا اے آہ کیا کروں کذا

سنتے ہی سوز کی خبر مرگ خوش ہوا ـــــ کہنے لگا کہ پت ٹوٹا چھوٹا بھلا ہوا

زلفوں کا نہ قیدی ہوں نہ مقتول نظر کا ——— حیراں ہوں الٰہی نہ ادھر کا نہ ادھر کا

دل کو ہاتھوں بہت خراب ہوا ——— جل گیا، بھن گیا، کباب ہوا

اشک آنکھوں سے پل نہیں رہتا ——— کیا بلا دل ہی دل میں آب ہوا

جن کو بت دیکھتے تھے سوان کا ——— دیکھنا ہی خیال و خواب ہوا

سو راخ ایک ہو تو کروں بند کا علاج ——— دل تو تمام خانۂ زنبور ہو گیا

گل و گلزار خوش نہیں آتا ——— باغ بن یار خوش نہیں آتا

اس قدر گالیاں نہ دو صاحب ——— ہم کو یہ پیار خوش نہیں آتا

تجھ پہ اے جان آن ہے کچھ اور ——— میرے دل میں گمان ہے کچھ اور

کیا کہتا ہے سب سمجھتا ہوں ——— آج تیرا بیان ہے کچھ اور

عارضی حسن پر نہ ہو مغرور ——— جان میری ندان ہے کچھ اور

سرو کو اس کے قد سے کیا نسبت ——— اس سجیلے کی شان ہے کچھ اور

نہ خلوت نہ جلوت کہ ہم یار ہیں ——— فقط دیکھنے کو گنہگار ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ ہیں چرخ پہ تارے تارے ——— پھرتے ہیں ذرہ ذرہ مری خاک کے مارے مارے

حکایت ہے ہمارے آشنا کی ——— سنو یارو یہ باتیں ہیں خدا کی

دعا دی تو لگا کہنے کہ دور رہو ——— سنی تیری دعا، تیری دعا کی

عدم سے زندگی لائی تھی بہلا ——— کہ دنیا جائے ہے اچھی قضا کی

جنازہ دیکھتے ہے سن ہو دل ——— کہ ہے ظالم دغا کی رہ دغا کی

اے مرے دل تو کیوں پڑا ہے نڈھال ——— آنکھ تو کھول چونک میرے لال

کن نے بیخود کیا تجھے پیارے ——— کن نے تیرا کیا ہے یہ احوال

کیا کسی پر ہوا ہے تو عاشق ——— نہ میری جان مت لے یہ جنجال

بیوفا ہیں جہان کے محبوب ——— بیمروت ہیں یہ زبون خصال

پہلو لیتے ہیں دل کو بہلا کر ——— پیچھو کرتے ہیں جان کا ہی سوال

بات میری کو مان لے پیارے ——— ورنہ کہدوں گا سوز سب حال

یہ تو آیا ہو اب خدا حافظ — مرحبا مرحبا تعال تعال

کبھی تو ذکر ہانہ اک بوسہ — دلدار بوفقیر لیتا جا

کب گیا حسن یار آنکھوں میں — کیا ہی پھولی بہار آنکھوں میں
کٹ گئیں انتظار کی راتیں — ایک دو تین چار، آنکھوں میں
بزم خوباں میں سوز جا نکلا — یار سر ہو کر چار آنکھوں میں
کی اشارت کہ میں کہاں بیٹھوں — بول اٹھی چشم یار آنکھوں میں

ایک ذسوز سے پوچھا کہ صنم اپنے سے — اب بھی ملتی ہو بدستور کہ گاہی گاہی
دیکھ کر منہ کو گھڑی ایک میں بھر کر دم سرد — یوں اشارت سے جتایا سراہی گاہی

کیوں صنم کو جدا کیا تو ذ — ہائے اللہ کیا کیا تو ذ
کن ذ تجھ سے کہا کہ روٹھ رہا — مجھ کو مارا اجلا کیا تو ذ
اپنے ہاتھوں سے جو لگایا تیغ — حق عاشق ادا کیا تو ذ
نہ مری جان مت خفا ہو تو — جو کیا سو بجا کیا تو ذ

تری دل میں بیرحم کچھ بھی نہ آیا — مجھو تو ذ کس کس طرح سے ستایا
بلایا تجھ میں ذ سو سو طرح سے — ولے اپنی ضد سے نہ آیا نہ آیا
یہ سب جس کی باتیں ہیں میں جانتا ہوں — اسی ذ نے یا ذ تجھ کو سکھایا

بتوں میں اگر میرا اعجاز ہوتا — تو سب عاشقوں میں میں ممتاز ہوتا

وہ میں ہوں جس سے اس ذ دوستی کی باؤ باندھی ہو — وگرنہ تند خو میرا پنے لڑنے کو آندھی ہو

مت ہاتھ لگا سینے کو یوں اس میں بھی کچھ ہو — پھر کاہو کو کس واسطے کیوں اس میں بھی کچھ ہو

اب ہم تو چلو مافری کو — کہدیجیو سلام عاشق کو
میں کون غم ستمگراں کو ان — کیا داغ لگا ہو میری جی کو
دل صورت یار ہو بعینہ — ہاں دیکھ تو میری بیکسی کو
اس دور میں ہائے دشمنی نے — پامال کیا ہو دوستی کو
اے مہدی ہادی دو عالم — تازہ کر دین جعفری کو

مت رہ اوسوز دل میں غمگیں ۔۔۔ پڑھنا دلی سینبلی کو

پسح کہ (تو) قاصد آتا ہو وہ واہ ۔۔۔ الحمد للہ الحمد للہ

کل سیر گلشن میں آیا تھا گلرو ۔۔۔ میں ذکہا یو کہ میں (بھی) ہوں ہمراہ

کہنو لگا مجھ سو جبنجلا کو وہ یہ ۔۔۔ تو کون میں کون اوہ واہ اوہ واہ

بس ہو تو یکھوں آنکھوں میں اس آفتاب کو ۔۔۔ پھر دیکھ دوں میں نہ زمیں کو نہ زماں کو

تری مانگ پر دُر کی کیا بات ہو ۔۔۔ نہیں مانگ تاروں بھری رات ہو

یک روز کہا ہو میں ذ اس کو ۔۔۔ اوواقف حالت نہانی

میں تجھ سو تو چاہتا نہیں کچھ ۔۔۔ غیر از الطاف و مہربانی

یا گاہ نگاہ مشفقانہ ۔۔۔ یا بخشش چابک زبانی

یہ سن کہ بصد ہزار نخوت ۔۔۔ کہنو لاگا سن اوفلانی

تو دیکھ سکیگا میری صورت ۔۔۔ اللہ ری تیری لن ترانی

۱۱۳ میر ناصر، سامان تخلص، صاحب سر و سامان خوشکلامی بود، متاع سخن را از اردو و میرزا مظہر ذخیرہ نمودہ اشعار فارسی بعنوان تازہ می گفت و گاہ گاہ خیال ریختہ را ہم بخاطر می ریخت آخر احلش بذام مددگار یافتہ سامان حیاتش بلباد داد و جسم را بخاک ریخت۔

انھیں کیوں کر نہ اب دل ہو بگولا ۔۔۔ کبھو تم آشنا ہم بھی کسو کے

خبر بھی آو ذ سو رہ گئی ہو ۔۔۔ کبو تر اڑ گو پیتم کی کو کے

۱۱۴ میر سجاد، سجاد تخلص وطن اصلی وی اکبر آباد است، نشو و نما در دہلی یافت از خاندان عالی بود و با اکثر سخنوران آنجا خیلم ربط جدی و میر محمد اکرم کمال عزت و اعتبار داشت وی نیز بسجادہ نشینی جد پدر سرفرازی یافت، دیرہ آبای خود را از دست دادہ، طور عاشقانہ و طبع رندانہ بہم رسانیدہ، اکثر میل خاطرش بجانب ایہام بود، لطافت طبعش از کلامش ظاہر میشود۔ زبانی میر مہدی کہ از دوستان او ست معلوم شد کہ وی اصلاح سخن از میاں مضمون می گرفت۔

فغاں سن کر مری بیتاب دل کی ۔۔۔ کلیجہ چھید چھید ہو بانسلی کا

ہم ہو جوں زلف تم جو اینٹھو گے ۔۔۔ غیر پٹوں میں آ کے بیٹھو گے

تجھ کو دیکھا کھڑا جو کوٹھے پر ۔۔۔ گھر کے گھر عاشقوں کے بیٹھ گئے

یعقوب کے جب عشق گرا سر پہ ٹوٹ کر ۔۔۔ آنکھوں ذ اس کے رو دیا آخر کو پھوٹ کر

جو کہ مجنوں آپ کو وہ کر رکھو — عشق میں ہم سر قدم کر کر رکھو

کیوں نہ لیلیٰ دشت میں دامن کو پونچھ — خار رکھتے ہیں دوانوں ساتھ کھونچھ
اس قدر بھی گل کا شکوہ خوب نہ — شور مت کر بلبل اپنی مند چونچھ

زلفیں تری یہ دام میں لاتی ہو باندھ کر — کب جا سکیں غزال تجھ آگے سے بھاگ کر
سرسبز نہ ہو سکا تری زلفوں سے کاف — ہر تیس دن یہ زاغ ہیں سبزے میں پھاند کر
نافۂ گرہ رائی نہیں بوئے زلف کی — لاتی ہیں کیوں ختن سے مشکوں کو باندھ کر

کیوں مشت گل بھی دل کی نہ روزن سے بہ گئی — سجاد مجھ پہ باقی ہو چشموں سے یہ گلہ

جان و دل سب قبول ہو جاتا — پر گلی میں تری مجھ آتا

مرا دیکھ کر حال دامان کا — پھٹے کیوں نہ سینہ گریبان کا

سجاد مہربان کرے کوئی کس طرح — غصہ ہوا ہو یار میں کچھ ان دنوں غضب

نرگس تری کب آنکھ دا آنکھیں سے کو ملا — خون جگر نہ باغ میں غنچے کو دکھ بلا

مرہم سے دل کو زخم کو ہوتی ہو بل کلی — ٹانکا اڑی ہو سینے پہ پتھر کی جوں سل آ
اب اس کے حسن صبح پر آئی ہو خط شام — سجاد اپنے گھر کو چلو یا تو دن ڈھلا
جلنے سے صدق دل کے سبب بچ گیا خلیل — سچ بات ہو کہ سانچ کو ہرگز نہیں ہو آنچ

دل ہو گیا پھپھولا پیارے تمام جل کے — کیا تجھ نہال سے ہوں امید وا پھل کی
ایسے تری چمکتے دانتوں کو دیکھ پیارے — پانی ہو جاوے موتی کیوں کر نہ پھاڑے جل کے
تنہا نہ دل مرے نے زلفوں سے تاب کھایا — گلشن کے بیچ سنبل کہتا ہو پیچ بل کے
کیا دل کی بیقراری کیا آہ اور زاری — سجاد سب یہ تجھ کو انداز ہیں اجل کے

ہاتھ میں باغباں کے آج کلی — تیری کوچے میں آ ڈوبی ہو گلی
سوز دل کا زیاد لکھ نہ سکا — حق ہمارے قلم کی نوک جلی
پیچ دے رستموں کو مارا ہو — زلف تیری سبن ہو زور بلی
بچہ کو مارا ہو زلف نے سجاد — سرپتی ہاے یہ بلا نہ ٹلی

باد صبا سے زلف معطر کی ہم تلک — مدت ہوئی کہ پہنچی نہیں کچھ خبر عطر

میرے تمام حال کی تقریر ہو زلف — روز سیاہ دال شبگیر ہو زلف

خاموش اس سبب سے تری ہوں میں مشتری — تنگ اس قدر ہے منہ کہ نکلتا نہیں ہے حرف

بے تکلف ہو جو میں سو وہ ملے ہے سجاد — دختر رز ہیں عجب طور کی مستانی ہے

بتوں کو تیں اس قدر مانتا ہے — یہ کافر مرا جی خدا جانتا ہے

دیکھ مہندی لگے ان ہاتھوں کو — پھول آکر لگے ہیں پاتوں کو

کیوں پہنے ہیں زلف کانوں سے — کیا سگ دن لگے ہیں راتوں کو

زاہد بے عقل کی مت دیکھیو — عشق سو کہتا ہے پھر مت دیکھیو

مار ڈالیگا ابھی نظروں کو پیچ — دیکھیو اس کی طرف مت دیکھیو

۱۱۵/۱۴ میر سعادت اللہ سعادت سید صحیح النسب سلیم الطبع بود در مذاقش چاشنی خدا پرستی رسیدہ زمانہ را بہ سلامت روی بسر میبرد و باسعادتمندی مشہور بود۔ باہر کہ بتواضع پیش می آمد۔ اللہ تعالیٰ سرمایہ دولت دارین باو عنایت فرمودہ، تولدش از خاک امروہہ بود کہ منشاء او در دہلی شدہ و بہ ہمانجا مدفنش گردیدہ کلامش اکثر مشتمل بر ایہام بنظر آمد۔

کس سے پوچھوں دل مرا چوری گیا زلفوں میں رات — ایک ہی شانہ سو وہ بھی تیل میں ڈالا ہر ہاتھ

بسکہ ہوں کم ظرف دو پیالوں میں ہو جاتا ہوں مست — ہوش کھو دیتی ہیں میرا اسکی انکھیں مے پرست

نہیں تجھ ہجر میں پیتے شراب ارغوانی ہم — ارے ساقی تری ماری نہیں انکھیں ہیں پانی ہم

۱۱۶/۱۸ میر رحمت اللہ سعید تخلص خلف الصدق میر عزت اللہ یکدل رحمۃ اللہ علیہ جوانیست زندہ دل و درویش مشرب و متواضع وضع شیریں زبان شعر فارسی در ریختہ ہندی بسیار بخوبی بہ نزاکت می گوید در ہای معانی تازہ در سلک نظم می آرد۔ وطن اصلی وی دہلیست پدر بزرگوارش مقتدا و کبار بود، چنانچہ ذکرش خواہد آمد۔ بعد وفات پدر جہت سعی از کشش تقدیر رو مرشد آباد رسیدہ و چند کہ زمانہ را بخوبی گذرانید کہ چون اوضاع فلک ناساز آمد بسمت دہلی شتافت و در ایامیکہ مؤلف وارد مرشد آباد بود میرمذکور را کمتر از ملاقات خود راحت بدل میرسانید۔ روزی استدعای اشعار وی نمودم بعد اعتذار بسیار چند کہ از نتائج طبع خود نوشتہ فرستاد، عنوانش این بود: "تمام اشک سراپا آہ سید رحمت اللہ خانہ برباد متوطن شاہجہان آباد تارک تماندان مذلت تواماں ہمہ عصیاں سراپا گناہ متخلص بسعید روسیاہ بحالت ضلالت دلخستہ دست طلب را بپای استغنا شکستہ، گاہ گاہ ہمواری ابیات دل خود مینماید۔ اینچند اشعار ازوست، امید از آں یگانۂ آفاق و صاحب اشفاق آنست کہ آنچہ قابل تحریر و سطور نباشد آنرا مستور رساز د و ناسطور را سطور نماید۔ آں اینست۔

بجھ چشم کہ جو فتنہ در آغوش ہی رہا — دیر و حرم بھی مشق سے پر جوش ہی رہا
مار سیاہ زلف نہ جس کو ڈسا، ہوا — جیتا اگر بچا تو سیہ پوش ہی رہا
کب ہو طبیب کو مرض الموت کی دوا — سنتے ہی حال کو مرے خاموش ہی رہا
کیا پوچھتا ہے حال سویدا کا اے عزیز — جب سے ہوا ہے ہوش وہ بیہوش ہی رہا

گل پہ تو بلبل کی یار و تاک ہے — پہ کہو کیوں گل گریباں چاک ہے
عاشقوں کو ہے وضو خون جگر — ہر سحر یہ آہ ہے مسواک ہے
صید آہو کا نہیں ممتاز وہ — چشم عاشق حلقۂ فتراک ہے
شیخ نزدیک کرے ہے آہ آہ — ناک یہ بہتی ہے یا سوزاک ہے
اے سویدا وصل ہو ذکا نہیں — جب تلک یہ ہم اور اراک ہے

۱۱۴ سلامت علی، سلامت تخلص بیمار است شگفتہ رو، خوشگو، گرم جوش، صاحب ہوش از خاندان بزرگست. اجداد و پدر کمال فضل و کمال متصف بودند مولدش قصبۂ رمیانہ از توابع سکندر غازی پور و در نوابی رفاقت نواب سعادت علی خاں بہادر سر فرازی داشتہ۔ قصائد بسیار در مدائح نواب گفتہ و داد فصاحت و سخنوری دادہ، لیکن قدر شناسی سخن کہ بعطار صلہ انعام دامنش پر زر شدی:

بران گروہ بباید گریست کز پس ما — حکایت کرم روزگار ما بکنند

شاگرد شیخ احمدی وارث است، سالہا با بیمار در خدمت وی تلمذ نمودہ و از فیض صحبت و چاشنی سخن یافتہ۔

بغیر یار جو ابر بہار برسے ہے — بجائے قطرۂ پانی شرار برسے ہے
اس اہل ناز سے اتنی نہ تھی امید — ہزار شکر کہ بارے مرا سلام لیا
لالہ کے تختے کھل رہے میرے مزار پر — مرنے کے بعد داغ دل آ دہکا پر
کیا پھر اڑے صیاد اس کو قید کی تدبیر ہے — سالس کا لینا ہی بس کو حلقۂ زنجیر ہے
میں نے بوسہ لیا جو آپ کا نوشی میں — رکھیے عذر و زبان لا ہو گئی بے ہوشی میں
سخت باتوں سے تری یار مرا دل ٹوٹا — ایسا نازک تھا یہ شیشہ کہ ہوا سو پھوٹا
جدائی کا ترا داغ اس قدر ہے — پر طاؤس بر لخت جگر ہے

۱۱۵ میر یار علی، سید خمس متخلص بہادر پور متعلقہ میوات. سید از نظیر زیادگی جماعت کثیر، کلامش بس دلپذیر راست و سخنش دلگیر۔

کیا اب امید کریں وصل کی مرتے مرتے — مر تو لٹ گئی دکھ ہجر کے بھرتے بھرتے

۱۱۹/۱۱۹ میر سلیم، سلیم تخلص، مرد سلیم الطبع و سلامت بود، از ساکنان عظیم آباد است، در تجارت بسر میبرد و طبع موزون دارد.

شراب بیخودی سے کیا بھی ہے تیغ قاتل کی ۔۔۔ کہ زخم اس کا لیو جاتا ہے دم ہوش سے مجھکو

رات میں خواب میں دیکھا کہ شر راہ میں ہے ۔۔۔ چشم وا کی تو سحر لخت جگر ہاتھ میں ہے

دو رفیق اپنے جو تھے عشق میں دونوں بچڑے ۔۔۔ نہ دل اب ہاتھ میں، نہ دیدۂ تر ہاتھ میں ہے

۱۲۰/۱۲۰ نواب احمد علی خاں، سوزاں تخلص خلف الصدق افتخار الدولہ میرزا علی خاں شوکت جنگ در سخن سنجی یگانہ و در فہم و فراست افتخار اہل زمانہ شوکت کلامش دل حاسداں را پیوستہ از آتش حسد سوزاں می دارد و نکہت بیانش دماغ و دل دوستاں را معطر و شاداں میسازد. سابق ازیں اشہب فکرت را در میدان فصاحت جولاں می داد، از چندے باین طرف رغبت ندارد.

قید میں یوسف کو بھیجا، واہ یوں چاہیے ۔۔۔ خوب کی تو زلیخا چاہ یوں ہی چاہیے

۱۲۱/۲۶ میر غلام حسین عرف بھینا، شورش تخلص ولد میر محسن عظیم آبادی، از فرزندان شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، قدس اللہ سرہ، وقت قیام آں بلدہ اکثر ملاقات در خانہ شیخ محمد رفیع، رفعت تخلص میشد بسیار خوش خلق و دل نیاز صاف گو، دیر آشنا نظر آمد، روزگار پیشہ است، پیوستہ در بند و حسبان مضامین سوزش انگیز و معانی شورش آمیز میباشد از مدتے در جمع کردن تذکرۂ شعرا ریختہ ہمت خود گماشتہ، و آب و رنگ ترتیب بروے اشعار پراگندۂ اسامۂ ایں فن ریختۂ صفحۂ کاغذ را آراستہ، آغازش را بانجام سانیدہ نامش "یادگار دوستاں" مقرر نمودہ، دہم ازیں مصرعہ تاریخ تالیفش برآوردہ: "یادگار دوستان روزگار" بعد اتمام ایں تذکرہ در غرۂ اولی ماہ شعبان سنہ یکہزار و یکصد و نود و پنجم ہجری میر شورش جہاں پرشور را پدرود کردہ و در حسرت افسوس بر روی دوستاں خود کشودہ. ایں چند شعر روزی دہ زادۂ شنیدہ بود، از قلم زبان بر زبان قلم آوردہ. دیوان ریختہ مرتب دارد.

چشم خدا میں ہے دیکھ غیر خدا کون ہے ۔۔۔ مردم بینا سے پوچھ، اس کے سوا کون ہے

سب سے بالا تر ہے یار وحید صفدر کی قدر ۔۔۔ جس طرح ہے دین اور دنیا میں پیغمبر کی قدر

دلوں میں اپنے بندوں کی گر الفت خدا دیوے ۔۔۔ تو میں بھی سے یہ کہتا ہوں کہ مہر مرتضیٰ دیوے

فلک کا تاج ہے جب سے زمیں کے سر مبارک پر ۔۔۔ خدا کے گھر میں سچ بولو بجز حیدر ہوا پیدا

ایک ہی تلوار ہے بس ذوالفقار ۔۔۔ جس کو ئیں مارا برابر دو کیا

ممکن ہے یہ کہ یک بیاباں گرد شمار ۔۔۔ اک نہیں شمار ہے تو ہمارے گناہ کا

اعمال نیک اپنے سے امید کچھ نہیں ۔۔۔ اک آسرا ہے مجھ کو اسی دیں پناہ کا

کیا چشم ہے وہ چشم، کہ جو چشم تر نہ ہو ۔۔۔ وہ آہ کیا بلا ہے کہ جس میں اثر نہ ہو

زندگی بار ہے گی سینہ پر ۔۔۔ مرگ نہفتہ ہو ایسے جینے پر

پیتا ہوں میں شراب خرد سے پیالہ ہو ۔۔۔ جاتا ہو جوش ہاتھ سے میرا سلام ہو

صورت کو اپنے دوست کی شورش تو یاد رکھ ۔۔۔ اور سب کو تئیں بھلا دی، جہاں تک بھلا سکے

عارف حق کو جو دیکھا تو فنا اور ہی ہے ۔۔۔ وہ جو کہتے ہیں بقا، ان کی بقا اور ہی ہو

یار میرے کی، کھینچ کر تصویر ۔۔۔ نقش دیوار ہو گیا بہزاد

۱۲۲۸ حسن علی شوق تخلص، صاحب حسنات جامع صفات بود در شیوۂ سپہ گری بسر می برد۔ در روز و شب در شوق ضابندی لعبتان معانی می کوشید و شاہان مضامین تازہ را لباس الفاظ رنگین می پوشانید وطن اصلی وی دار السلطنت دہلیست ہمانجا مشق سخن در خدمت سراج الدین علی خاں آرزو کردہ آخر حالش نمی دانم کتابہا رسیدہ و زمانہ را بطور گذرانیدہ و چسان گذشت از دست۔

قاصد پھرا نہ واں سے جواب تک نہ تو آچکا ۔۔۔ (القصہ اس گلی میں گیا، جو، سو جا چکا)

(ای ای اس مجھ کو کام اجابت سے کیا رہا) ۔۔۔ وقتیکہ جب دعا سے تیں، میں ہاتھ اٹھا چکا

اگر قاصد تری چٹک جلدی نہ آوے گا ۔۔۔ پیارے دیکھیو پھر تو، کہ میرا جی ہی جاوے گا

تلوار کس پر کھینچیو ہو تم، ہم تو مر چلے ۔۔۔ پیاسے ہو کس کے خون کے تم، ہم میں دم نہیں

آچکا خط بھی پر تیرا نت نیا ہی ناز ہے ۔۔۔ ہو چکی آخر بہار، اور اب تئیں آغاز ہے

خیر، اے شوق کی ظالم، تری فرقت میں مرتا ہو ۔۔۔ بہ از تلوار ہے مجھ کو، جو کوئی دم گزرتا ہو

سنتے ہی نہیں یہ بت گمراہ کسو کی ۔۔۔ ان ساتھ کوئی کس طرح اللہ کسو کی

آنکھوں کی سیاہی بھی سفیدی کی نذر کی ۔۔۔ رو رو کے تری یاد میں یوں شام سحر کی

میں اپنی کم زبانی سے عزیزاں ہاے مرتا ہوں ۔۔۔ لب زخموں سے قاتل کی ادای شکر کرتا ہوں

۱۲۳۰ کرم علی خاں، شہید تخلص، خلف قاضی اکمل خاں، اصلش از بلدۂ چنار است از مدتی در فرقۂ خواص حضرت ظل سبحانی سرفرازی دارد و بخطاب مخدوم علی خاں مخاطب شد بسیار خوش خلق و متواضع و رنگین مزاج است و قطع نظر از برادری با ہمیں راد مؤلف صلاح الدین خاں سلمہ اللہ تعالی کمال ربط و یک جہتی دارد و مدتہا باہم در مجلس خلد آئین حضرت خدیو گیہاں ہم نشین و ہمصحبت بسر برده، از جملۂ شاعران پاۂ تخت شاہیست۔ اشعار فارسی و ریختہ بطرز تازہ می گوید از دست۔

ہر زخم جگر ظالم، از بسکہ نمک سودہ ۔۔۔ نکلی ہے مرے دل سے، ہر آہ علم آلودہ

پر ہے شرار برق سے، میرا دہان شوق ۔۔۔ جل جاوے یہ زباں، جو کروں تک بیان شوق

ظالم تو بتا کس کی یہ بر سر کیں ہے ۔۔۔ حاضر ہے یہ جی لیجیے کیوں چین نہیں ہے

جاوے گا نکل جی تری گھنگرو کی صدا سات ۔۔۔ آہستہ قدم رکھنا کہ جھنکار نہ ہووے

دنیا سے سفر کرنا تو چنداں نہیں مشکل ۔۔۔ جب آنکھ بند کی دیکھ لیا ملک عدم کو

۱۲۴ میر کلو، شاعر تخلص از اقربای میر درد صاحب جوانیست بکمال صلاحیت آراستہ و علم و عمل پیراستہ فکر عالیش رسا و سخن متوالیش زیبا۔ شعر و شاعری دون مرتبۂ ایں خاندانست لیکن بمقتضای جودت طبع سخن را بایں روش ادا می کند۔

تجھ جب سے صنم دیکھا، کہیں کیا ۔۔۔ خدا پر علم ہے بندہ نہیں ہے

ہمارا دل لیو جاتا ہے وہ غم خوار کیا کیجے ۔۔۔ سوا صبر کچھ چارہ نہیں لاچار کیا کیجے

۱۲۵ خوش وقت رای شاداں در منشی گری و انشا پردازی خوش وقت بسر میبرد و طبع موزوں و رسا دارد و گلزار معانی را بہ آب بازی فکرت بایں طور شاداب می سازد۔

جب تلک ہو کام مژگاں سے تو ابرو مت چڑھا ۔۔۔ تیر کے ہوتے نہیں کھینچو کوئی تلوار کو

۱۲۶ میر فتح علی، شیدا تخلص، متوطن شمس آباد نمود، در عالم سپہ گری بسر می برد، ولیکن طبع موزوں و درد مند دارد از کلامش بوی دل سوزی و شیدائی می آید۔ شاگرد میرزا رفیع سودا است مثنوی در ہجو فدوی لاہوری کہ تعریف میرزا بود بنظم آوردہ در آن تلاش مضامین تازہ نموده چنانچہ تمام مثنوی انشاء اللہ تعالی در ذیل احوال فدوی قلمی خواہد شد۔

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں ۔۔۔ اب دیکھنے کو جن کی آنکھیں ترستیاں ہیں

آئی تھی کیوں عدم سے کیا کر چلی جہاں میں ۔۔۔ یہ مرگ زیست دونوں آپس میں ہنستیاں ہیں

اظہار سخن کیجیو کیا خاک زمیں پر ۔۔۔ ڈھونڈے نہ ملا، صاحب ادراک زمیں پر

۱۲۷ میر قطب الدین علی خاں، شاداں غازیپوری، جوان با اخلاص یار باش خوش معاش، نکتہ داں، شیریں زبان، خاندان عالیشان دارد۔ در عہد طفولیت ویرا نواب فضل علی خاں بفرزندی خود گرفتہ و ولی عہد خویش ساختہ۔ در ایام دولت نواب مغفور بکمال ثروت و شوکت بسر میبرده و پیوسته در مجمع ہمزادگان و در محفل سخنوران شاداں و فرحاں بود۔ بعد فوت نواب تلاش معاش میباشد گاہے بقناعت دگاہے در پریشانی بسر می برد۔ در زبان ریختہ و فارسی سخن سرائی میکند چند اشعار وی از تذکرہ شیخ احمدی، وارث قلمی شده درفشانی می کند۔

مت پوچھ کہ کیسی شب ہجراں کی گذری ۔۔۔ پتھر کی سی تو رات ساری گذری

بن مہر تری فراق میں شاداں کی ۔۔۔ سو رات کی ایک رات بھاری گذری

میں جو اک عاشق بیمار ہوں کن کا ان کا — کشتۂ ابروئے خمدار ہوں کن کا ان کا
جمع عشاق میں شاداں کی طرف کر خطاب — بول اٹھا یار کہ میں یار ہوں کن کا ان کا

دیدار کو تیرے آئیں گے ہم — دل اپنا نذر کو لائیں گے ہم
پروانے کی طرح شمع رو پر — شاداں قربان جائیں گے ہم

دیکھیے شاداں کو کیا حاصل ہو جز خواب و خیال — اشک کو داغ تری ہجراں میں ہو کشت کشت

۱۲۸/۱۴ میر محمدی، شرف تخلص برادر زادۂ نواب خان دوراں، عالی خاندان و شریف دودمان خود است. بیشتر اشعار ریختہ بطرز نامور علی و جلال اسیری گوید۔

عکس ہر کس بہ جبیں کا دل نشین آئینہ — ہم تنگ کبک دری ہر سرزمین آئینہ

۱۲۹/۱۴ خواجہ عاصم خاں، شور تخلص فرزند خواجہ محمدی خاں، اصل وطن وی دہلیست۔ پدر وی بکمال شوکت و جاہ در بنگالہ آمدہ و مدتی برفاقت نواب صادق علی خاں و نواب میر قاسم خاں زمانہ بکمال عمدگی بسر بردہ بعد برہمی طبقہ عالی جاہی راجہ شتاب رای ناظم عظیم آباد او را بمعہ عشائر و اعزا غازی پور طلبیدہ موضع متہاری سرکار چمپارن از متعلقات صوبۂ مذکور در جاگیر وی دادہ حالا زمانہ را بخوبی بسر میبرد و از اعتقادیکہ در خدمت شاہ گھسیٹا عشق دارد اکثر در عظیم آباد می آید. جوانیست ظریف طبع، سپاہی وضع، یارباش، خوش معاش، شوق شعر گوئی و معانی ہوئی دارد و فکر صوابش عاصم از خطاست و تلاش عالیش شور افگن محافل احبا. مؤلف دیرا یکبار در عظیم آباد دیدہ و اشعار آبدار از زبانش شنیدہ۔

آرزو یہ ہے کہ اس طرح، دن اور رات کٹے — جتنی باقی ہے مری عمر تری ساتھ کٹے

روبرو سے تو نہ ٹال آئینہ — ہو گیا ہے وبال آئینہ

بستا ہے تو یار میرے جی میں — اس پر بھی نہیں قرار جی میں
ظاہر میں ملیں ہیں گو کہ روکھے — کرتے ہیں پہ تجھ کو پیار جی میں

سینے کی سوز سے مری جلتی زباں لگی — یہ آگ یار واہ کہاں سے کہاں لگی

آہ و فریاد تری خوف سے کم کرتی ہیں — پر میاں دل ہی سمجھتا ہے جو ہم کرتی ہیں

کس طرح سے سامنے اس کے یار بیٹھیے — ہجر میں جیتے رہے منہ کیا اسے دکھلائیے

۱۳۰/۲۶ مولوی غلام حسین شہید خلف شیخ علیم اللہ غازیپوری از متشائخان آں دیار و صاحب تمکین و وقار است. میان مفتی متصف شد و تعریف وی میکرد کہ در عالم طبابت مہارت کلی دارد و غزل فارسی و ریختہ ہندی بدیہہ خوب می گوید تمام کتاب تحفۃ المومنین

طب را در سلک نظم آوردہ دواوین سخنوری دادہ۔

بہ نوا حکمت نہیں ڈالا ہی سایہ نور کا — دل جلوں کے زخم پر مرہم ہے یہ کافور کا

تہ بتہ مژگاں کے نیشوں سے مشبک ہے تمام — دل کہیں یارب اسی آشیاں زنبور کا

ظاہر ہوا گر داغ مرے دل کا جہاں میں — خورشید مقابل میں نمودار نہ ہووے

گر زخم اٹھانا مری تقدیر نہ ہوتی — تو اس کی کمر لائق شمشیر نہ ہوتی

رہنے دے زمیں پر مجھے آرام یہی ہے — میں نقش کف پا ہوں مرا کام یہی ہے

صورت سے دل کو جو کوئی خالی اگر کرے — کیا معنی گر نہ اس میں خدا اپنا گھر کرے

منظور حق ہو کیوں کہ انا الحق وہ شہر میں — جو کوئی سنان دار سے سینہ سپر کرے

کیا ابر کو مجال کہ روکے کا گھمنڈ — آکر کرے سامنے گر یہ کوسر کرے

آنکھوں سے اپنی کیجیے اشارت تو پل کے بیچ — موج سرشک عرش کے سر سے گذر کرے

تیغ نگاہ یار کا تا ہو نہ کوئی شہید — پھر عاشقی میں پوچھو تو وہ کیا جگر کرے

وقت سے تجھ دہن کی تنگی کو سن چمن میں — غنچے ہیں خوں اگلتے سر کو جھکا جھکا کر

موبار کمر ٹھہرتی نہیں — تس پہ تو بار بار کستا ہے

مقیم کعبہ کرے یا مقیم دیر کرے — پکھ کرے کہ مرا خاتمہ بخیر کرے

۱۳۱ راے امر سنگھ شائق تخلص از شاگردان شیخ احمد وارث ولدش غازیپور است شائق مضامین رنگین، طالب معانی دلنشین معلوم می شود۔ شنیدہ شد کہ شعر فارسی بہ اکثر تمامی گوید و گاہگاہی فکر ریختہ می کند۔

وہ پیکان مژہ یارب کہاں ہے — کہ جس کا خاک تو وہ یہ جگر ہے

ایک دل تھا مرے اسباب جہاں میں باقی — سو بھی وہ سوختہ آتش ہجراں نکلا

۱۳۲ شیخ محمد اشرف سیدپوری صواب تخلص از شاگردان حضرت مصیب قدس اللہ سرہ جوانے بود خوش طبع شیریں کلام و سلیقہ شعر و انشا و تاریخ از اماثل خود ممتاز و حدت ذہن و جودت طبع دیرا خدا ساز قصص انبیا و سلاطین ماضی و حال از رو کتب سیر و احادیث از بر داشت و کتب عربی ناخواندہ بزور طبع می خواند۔ پیش زبان آوراں در سخنوری انتخاب و در مضمون بندی فکرش بغایت صواب۔ غزلیات و ریختہ طرحی در مجلس مشاعرہ فوراً می گفت در عین شباب کہ سودا و مرزا جوش غالب ہمہ خصائل پسندیدہ و سلب کرد۔ آخر در سنہ یکہزار و یکصد و نود و دو ہجری رخصت ازیں عالم فانی برداشت دوستان خود را در غم کدہ روزگار گذاشت

از اشعار ہندی وی چند بیت یاد بود بہ استصواب طبع بعید قلم در آوردہ۔

کب کوئی دل کی کدورت سے وہ دھو دیتا ہے ۔۔۔ جس کو کہتا ہوں میں احوال ہو رو دیتا ہے

یہ نہیں کہتا اسے الفت نہیں ۔۔۔ وصل تو ہر روز پر خلوت نہیں

ہائے اس یوسف کو کیوں کر مول لوں ۔۔۔ ایک پیسے کی مجھ قدرت نہیں

جوں برق چمکتی ہے یہاں آہ کسی کی ۔۔۔ شاید کہ شب ہجر ہے اللہ کسی کی

حاضر ہیں ہم تو دیجئے کو دل بلکہ جان تلک ۔۔۔ لینے کا حرف بھی کبھی آوے زبان تلک

اب عشق نباہنے کی طاقت نہ رہی ۔۔۔ دکھ درد بسا ہنے کی طاقت نہ رہی

اس ناز کو اپنے رکھ میاں اپنے ہی پاس ۔۔۔ ہم کو ترے چاہنے کی طاقت نہ رہی

آ بیٹھو تو دو باتیں کریں تم سے میاں ہم ۔۔۔ پھر دیکھیے اک دم میں کہاں تم ہو کہاں ہم

۱۳۳ نظام الدین احمد بگرامی عرف بسی میاں صانع تخلص صانع معانی رنگین و دجد آئین و نشیں صانع قدرت ذات ویرا مع صنعتہای عجیب و غریب ساختہ و قادر مطلق او را بصفات آراستہ مردیست بسیار خلیق و شیریں زبان و یار باش خوش بیان صاحب دیوان فارسیست ایں یک بیت او را بر ہزار بیت دل میرباید و اختیار للہ در من قائل زبان می آرد:

پارہ گردد چوں کتاں نامۂ عصیاں یکسر ۔۔۔ بر سر مہر گر آید بہ تاباں بنجف

پر تو التفات بنظم ریختہ کمتر ے انداز د و ایں دو شعر او شخصے میخواند بعید قلم آوردہ: از وست۔

کیا رخصت سگ لیلیٰ کو وہ کر ستخواں اپنا ۔۔۔ نہ چھوڑا ہائے کچھ مجنوں نے صحرا میں نشاں اپنا

سجن کی اس محبت پر دیا تھا جان دل صانع ۔۔۔ نہ تھا معلوم ہو جاوے گا وہ نامہرباں اپنا

۱۳۴ مغل علی خاں صنعت تخلص از اقربای نواب نظام الملک آصف جاہ است در اشعار ریختہ صنعت ہای عجیب می کند۔

یار گھر جاتا ہے یار و کیا کروں ۔۔۔ ہائے گھر جاتا ہے یار و کیا کروں

در درج قافیہ ایں بیت سید فتح علی گردیزی در تذکرۂ خود شک کردہ بخیال آنکہ قافیہ ہر دو جا تکرار یافتہ بیک معنی ایں درست نیست و مؤلف گوید کہ قافیہ در ہر دو مصرعہ بیک معنی مستعمل نشدہ تا تکرار کہ عیب شعر است بہم رسد بلکہ بدو معنی در مصرعۂ اول "گھر جاتا ہے" بمعنی خانۂ خود می رود و در مصرعۂ دوم بمعنی خانہ خراب می شود و ایں ہر دو معنی در محاورۂ اردو کثیر الاستعمال است و یک لفظ قافیہ اگر بدو معنی تکرار یابد مستحسن است نہ عیب مثل قول شاعر۔

ہم ہیں بیدل دل اپنے پاس نہیں ۔۔۔ آہ اس کا بھی تم کو پاس نہیں

نواب صمصام الدولہ صمصام تخلص نمی دانم کہ ایں صمصام الدولہ خاندان خانست کہ اوصاف دلیروں از تحریر و افزوں از تقریر اند در امرایان عہد محمد شاہی در یکتائی ضرب المثل بود یا شخص دیگر ایں بیت بنام او ندانم بکجا در نظر آمدہ دیاد ماندہ۔ آبداری کلامش از شعرش ظاہر میشود۔

نزدیک ہے خزاں کا ہو وے گذر چمن میں — اب شور کر اے بلبل آوے جو تیرے من میں

۱۳۶/۱۴ میر جعفر علی خاں، صادق خلف الصدق میر محمد خاں ابن سید محمد قادری جواد بود در صحبت صادق و دد جواں مردی باہم یکدگر موافق۔ در فن شاعری استعدادش بلند در علوم تحصیل بلعش ارجمند صداقت وے چوں صبح صادق چشم افروز بینندگان وفصاحت او مثل مہر منیر سامع سوز حاسداں۔ اصلش از دار السلطنت دہلیست و مدت العمر ہمانجا بسر بردہ۔

فصل گل سوز دل غافل سبھی دیوانے کر — شیخ بھی چاہیے آج تو رندانہ پیئے
یوں پیے غیر شراب اور مثال نرگس — ہم رہیں دیکھتے ہی ہاتھ میں پیمانہ لیے
لوح پر زلف کی مارے کی لکھا دیکھا تھا — مو (پر) بھی نہ گئی اور اسکا ٹانکا جی

دل ہو یہ یا کباب ہو کوئی — عاشق بھی عذاب ہو کوئی
شرم سے نام گو نہیں لیتا — پر ہمارا خطاب ہو کوئی

مجھ قدرت ہی خدا کی نظر آتی ہے بڑی — تیری سمجھتے ہیں وہ باتیں کہ کسی کی نہ سہی
اگر ہم جیتے رہے بھی تو بھلا کیا حاصل — دیکھتے ہیں کہ تری ہم سے وفا باتیں ہی

۱۳۷/۶ میر محمد صبر تخلص، بریش و کم صبر نمودہ سکونت فیض آباد برگزیدہ اکثر مرثیہ حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام می گوید و گاہے ریختہ و رباعی نیز۔

گو کہ دلبر نے مجھے صبر کیا — میں بھی دل دیکھ اس کو صبر کیا

غم ہجر صنم میں رات دل کی بیقراری سے — نہ تھی فرصت مجھے وقت سحر تک آہ و زاری سے
فروتن تجھ سا کوئی، اے صبر دنیا میں نہ ہوگا — زمیں میں گر گیا آخر تو اپنی بیقراری سے

۱۳۸/۴۶ شاہ محمد صلاح، صلاح تخلص خلف مولانا کمال الدین محمد بن حضرت شاہ افضل الہ آبادی قدس اللہ سرہم درویش اہل دل و عابد ریاضت مشتغل، عالم با عمل و عامل با محنت و شغل مزاجش با صلاح و تقوی موصوف و ضعش بخدا پرستی و خدا طلبی مرغوب پیوستہ صائم الدہر و قائم اللیل بود وے دلجوئی و خاطر داری اعلی و ادنی باحسن الوجوہ می نمود۔ علاوہ ازیں ہمہ کمالات ظاہری و باطنی در حاضر است۔ شیاطین و جنات حکم بانش پر اثر و نقش جبر بود۔ اکثر گزند خوردہا ہا دست شیاطین از دست قدرت وے نجات

یافتہ و با ہاشیاطین ملاعین راہ بردی جماعہ کثیر سوختہ خاکستر ساختہ۔ از کشش اعتقاد افاغنہ فرخ آباد و دہلی یا اکثر اوقات بسر بردہ۔ آخر ہم بجوار رحمت حق پیوستہ۔ در حالت شوق و جذب و محبت اکثر راز مخفی را در ہمین الفاظ رنگین متجلی می ساخت بر طرز دکھنی کہ خیلے دلپسند و حلاوت بخش است می آراست۔

یہ دل وحشی نہ ہو کیوں کر شکار بیکسی — سحر ہی کچھ دل کشائی میں وہ یار بیکسی
اپنے بالوں کو نہ دی تکلیف اے مشفق ہما — سایہ گستر ہی مرے سر پہ غبار بیکسی
اشک حسرت آہ سرد اور سوز دل، اندوہ و درد — ہیں شب فرقت میں یارب غم گسار بیکسی
حفظ میں حق کی کرے آفات زمانہ سے صلاح — عشق میں حاصل ہوا اس کو عصا بیکسی

آنکھ کہتی ہیں مجھ شوخ کی پیاری انکھیاں — خوش بھری نیند سے ہیں مست خماری انکھیاں
مجھ سے آشفتہ طرف لطف سے کر دے نگاہ — اے میاں بسکہ ہیں بیداد تمہاری انکھیاں
اے صنم بہر خدا لطف سے تک منہ کو دکھاؤ — بے بصر ہو گئیں کچھ غم سے ہماری انکھیاں
اب صلاح ہے کہ تک اک آ کے دلاسا دے سجن — بجھ بنا زار ہیں ہوں ابر ہماری انکھیاں

ہو گیا دست ستم سے ہای پامالوں میں دل — جس طرح سفتی تھی ہو ویسا ہی بیمالوں میں دل
مست انکھیاں ساتھ مل کر کیا گنوایا نقد ہوش — ایک تھا کیا کیجیے عالم کے متوالوں میں دل

کیا خوش نگاہی شوخ کے منہ پر نقاب آج — شرمندہ جس کی تاب سے ہے آفتاب آج
اس آتش بہار کو مجھ پاس دیکھ کر — جل بل کے ہو گئی ہیں رقیباں کباب آج

تجھ حسن پر بہار ہے اے نو بہار آج — کھویا ہے میر عشق نے صبر و قرار آج
تیری نگاہ مست سے ہو کے روبرو — ممکن نہیں کہ جاوے کوئی ہوشیار آج

جدا کیوں دل کو دام زلف سے صیاد کرتا ہے — اسیر کوئی صید قابل کو میاں آزاد کرتا ہے

دل بھی ہو مجھ سے جدا جا ہے بہا جانی میں — ساتھ دیتا نہ کوئی ہائے پریشانی میں
خط کے آنے سے ہے اس حسن کی ٹک دیکھ بہار — یہ تماشا بھی نہیں گلشن ریحانی میں
وصل سے باز رہا حسن کو رقیباں کا ہراس — ہائے کیا کام کیا شوخ کی نادانی میں
چشم گریاں نے کیا خانہ مردم کا خراب — کیوں نہ ویرانہ ہو گھر جو کہ ہو پانی میں
دل و دیں، ہوش و خرد، صبر و قرار اے یارو — لٹ گئے شوخ ستمگار کی سلطانی میں

ہیں زار و بیقرار تری انجمن میں ہم — ہیں بیکس و غریب مسافر وطن میں ہم
ہر چند جل کے خاک ہوئے سوز ہجر میں — منظور نہیں ہیں ہوائے چمن کے نہیں ہم
کب ہوش ہم کو یار اور اغیار کا سلام — ہیں مست و محو اپنی ہی دیوانپن میں ہم

۱۳۶/۶۸ میر ضیاء الدین ضیاؔ تخلص، وطن اصلی دہلی شاہجہاں آباد است از چند دہلی را گذاشتہ توطن در عظیم آباد اختیار کردہ و بر فاقت راجہ کلیان سنگھ عاشق تخلص ناظم آنجا بسر می برد۔ اشعارش ضیاء دیدۂ طالبان است قراءت بخش گوش سامعان از مولف ہم در عظیم آباد اکثر ملاقات می شد از دست۔

جنت سے مست دے مژدہ مجھ خاک میں رل کو — آرام واں بھی معلوم ایسے جلے بلے کو
گریاں و خاک اڑاتا جوں ابر جوں بگولا — صحرا میں تو نے مجنوں وحشی ضیا کو دیکھا
جمع کر کے درد سارے تو نے پیدا دل کیا — کہ تو اے دست قضا پھر اس سے کیا حاصل کیا
کیا مزے سے جی نکلتا جو وہ ٹک پھر دیکھتا — کام ایسا مجھ پہ قاتل ذمرے مشکل کیا
ایک دن وہ تھا کہ روز و شب رہے تھے پاس ہائے — اب خبر بھی بھیجے سے مجھ کو ترسا ڈالا
جوں چنار اس باغ پھولیں ہیں پھل لاتے ہیں ہم — جب مراد اپنی کو پہنچیں ہیں، تو جل جاتے ہیں ہم
مجھ سا پیدا نہیں خدائی میں — ہاتھ سے اے صنم نہ کھو مجھ کو
آہستہ پاؤں رکھیو اے بوئے گل چمن پر — سوتی ہیں اس زمیں میں نازک دماغ کتنے
ایک دو ٹکڑے ہو تو ناصح تو سیئے چاک تو — پرزے پرزے ہے یہ سینہ کیا سیئے گا خاک تو
دکھلنے کی امید ہے نہ بو کی آس ہے — غنچہ ہوں دل کا مجھ میں فقط داغ یاس ہے
کیا عیش و نشاط و شادمانی کرتے — کیا ناز و نیاز جاودانی کرتے
گر یار کہے میں اپنی ہوتا تو ہم — کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے

۱۴۰/۷۰ میر غلام حسین ضاحک تخلص ابن میر عزیز اللہ پدر غلام حسن صاحب تذکرہ شاعر خوش طبع و ناظم ضاحک طبع مزاحش بہزل مائل و فکرش بہ ہذل گوئی شامل مناقشہ و معارضہ و مہاجات کہ مابین او و میر زار رفیع سودا واقع شدہ مشہور بین الجمہور است عباب مضامین تازہ و رنگین و اشعار طرفین تزئین یافتہ۔ روزی میر ضاحک در مجلس میر ماشاء اللہ سلمہ اللہ تعالی نشستہ بود کہ درویش از در آمد میر ماشاء اللہ از و نام استفسار نمودہ گفت جند اللہ ضاحک از میر ماشاء اللہ گفت کہ بریں قافیہ شعر بہ بفرمایند چوں میر متامل شد ضاحک خود از روی مضحکہ بدیہہ گفت۔

قاضی مفتی جند اللہ — حق و عقرب غند اللہ
بلا بلی سب چکھ جائیں — گرم رطب ہیں کھند اللہ
کالا کوئلہ حبشی سو — بھاڑ کی پھوڑ بھنڈ اللہ
لولی لنگڑی اندھی سو — کلمے کترے جند اللہ

اہل مجلس خندۂ قہقہہ در افتادند۔

۱۲۴ شنکر داس ضمیر تخلص جوانیست بنگالی نژاد لیکن خوش خلق و صاحب داد، شاعریست کلامش در زبان فارسی و ریختہ بسے مستحکم نثاریست کہ انشا رشتش چوں سلک لآلی آبدار با منتظم خوشنویس ہفت قلم و شیوۂ عبارت آرائی باساتذہ قدیم قدم بقدم خط انگریزی و زبان انگریزی در یتولا مشق نمودہ و در ایں زبان سنگلاخ مہارت کلی و لہجۂ انگریزی پیدا کردہ، و در ایامی کہ میر محمد قاسم خاں عالیجاہ جہت فرزند خود کہ بسن بلوغ نرسیدہ بود سپاہ دیگر عملہ ہمسال و ہمعمر وی نوکر کنانیدہ است برای تلاش رقعہ منشی حکم فرمود، مصاحبان بتلاش تمام سراغش یافتہ بخدمت نواب بردند۔ چوں نواب جوہر شناس جوہر قابلیت ویرا باوجود صغر سن مشاہدہ نمودہ مورد عنایت ساختہ در سلک ملازمانش در آوردہ، اتفاقا بعد چندے آں غنچۂ ناشگفتہ از صرصر حوادث افسردہ شدہ از شاخ زندگانی بر افتاد و بساط و نشاط ہمہ متوسلانش برباد گردید۔ او را نواب از خود جدا نکردہ و پیوستہ مشمول عواطف خود داشت تا آنکہ مقدمات عالیجاہی بآں درجۂ تباہی رسید و دہم از خدمت نواب جدا شدہ راہی بنگالہ گردید۔ از آں زمان تا حال در سر کار ناظمان آنجا بسر می برد و در سنۂ یکہزار و یکصد و نود و دو ہجری کہ مؤلف بعزم کلکتہ در مرشد آباد رسید ہم وی بتلاش روزگار از بندر ہگلی بمرشد آباد آمدہ در خدمت نواب سید الملک اسد اللہ خاں بہادر کہ در فیاضی و قدر شناسی یکتای روزگار است، حاضر می شد۔ چنانچہ روز نوروز قصیدۂ فارسی چار در چار دعائیۂ آنجناب بدیہہ بسلک نظم کشیدہ گزرانیدہ کہ در آں ہفت جا سید الملک اسد اللہ خاں بہادر بری آید۔ چوں خالی از لطف نیست آں را در سلک تسطیر میکشم و چند اشعار ریختہ کہ روزے بدست خود نوشتہ دادہ بود در ذیل آں مرقوم مینمایم۔

نیر شرف زمان نور دل مرد ماں — نزہت بستان جاں نامی نام آوراں
واضع رسم نکو واقف ہر آرزو — واہب بی گفتگو واسطۂ بیکساں
ابر محیط سخا از دل دریا عطا — آب زلال صفا از لب شیریں بیاں
بانی علم و ادب باذل و الاحسب — بہتر ہر ذی نسب بہرہ جسم و جاں
سید یزداں شناس سر ور قدسی اساس — سرزد از و بیقیاس سیرت صاحبدلاں

یافت بفضل خدا یدِ سخن دلکشا — ہم دل فرخندہ رای یاور ملک و جہاں
دادرس ہر عباد دادر با عدل و داد — درد و جہاں اوفتاد دبدبہ جود آں
ارشد فیض انتما اسعد احسن لقا — ان من الاسنیا اعظم باعز و شاں
لمعۂ نور جلیل، لیس کمثلہ جمیل — لیک بود جبرئیل لائق تمثیل آں
مہر سپہر کرم معدن لطف و شمیم — مکرم والا ہمم منتم عالی مکاں
لون رخش ہمچوں گل لطفش برجز و کل — لجۂ حق راست پل لب گہر افشاں آں
کاشف رمز فلک کامل ہمچوں ملک — کارش ز ریب و شک کادہ و کامراں
اختر برج ھدا آل رسول خدا — آئنہ اش با صفا آب رخ مقبلاں
ساجد حق ہر نفس، سوخت ہوا را دلش — ساخت بری از ہوس سینۂ خود بیگماں
دوستیش ہر کہ کرد دشمن او گشت زرد — داد کہ ہر اہل درد درد دل حاسداں
اسم تو راحت فضا آمدہ کارت عطا — اہل دعا و ثنا از تو خوش اند ہر زماں
لامع نور جمال لائحۂ سر جلال — لازم ذات کمال لائق مدح شہاں
ہست فضل الہمت او بر فناہ — مالک خصم تباہ ہوش بر سر کشاں
خوش دل و دستش فراخ خاطر خیر انستلج — خیمۂ او ہفت کاخ خازن امن و امل
آنکہ بفضل خدا آمدہ مرد دعا — آتش بیداد را آب زدہ از سناں
نامی دہر و زمن نام را عدا شکن — ناطقہ اش در سخن نور خرد پروراں
بستہ چو تیغ غضب بر کمر کوہ لقب — برد عدو جاں چو شب پیش خور زرفشاں
ہیبت بخش چو کوہ ہمت او حق پژوہ — ..... ہر دل از و شادماں
آنکہ بصدق و صفا است مدح و ثنا — ایزد وارش بپا از کرم بیکراں
دائم او را بود دولت و حشمت ابد — دشمن او را حسد در غم و در اند و جاں
رب جلیلش بدار رنگ ہمیشہ بہار — روزش نوروز وار روح فزای جہاں

وایں چند ابیات زادہای طبع اوست۔

جب لگ کہ جہاں کا گل گلزار سلامت — یارب وہ ہمہ طرۂ دستار سلامت

سرسبز ہو وہ باغ تری حسن کی خط سے — گر درخ آئینہ زنگار سلامت

ننگ مجھ کو نہ ساری رات سوز گذری — افسوس وفغان وغم میں روز گذری

ہرگز نہ ہوا نامۂ اعمال سپید — آنکھوں کو تمام رات دھوز گذری

جب آ مجلس میں اے شیریں دہن تو جلوہ گر ہووے — مگس کی طرح حسرت حلقہ زن بیرون در ہووے

خدا اب حشر ہو جلدی کہ دامن گیر ہوں اس کا — یہ مست خاک میری کب تلک یوں دربدر ہووے

کہا میں اس سے دل حاضر ہے دام زلف میں لیکن — لگا کہنے کہ کیا حاصل ہے تجھ کو دردسر ہووے

چلیں گر تیر آہ ادھر سے و تیر مژگاں ادھر سے دلکش — لڑائی اس کمال ابرو سے اور مجھ سے اگر ہووے

تو میں جب بھی یہی مانگوں دعا دل کو سپر کر کے — الٰہی یہ پھر الٹا ادھر کا کارگر ہووے

یہاں تک عشق میں اس کی ضمیر اب دل سیتی ہوں — گرے جو اشک سے قطرہ زمیں پر سو گہر ہووے

کس طرح بن بن نئی طرحوں سے آتی ہے بہار — جب مرے نازک میاں کا دل کو بھاتی ہے بہار

کس کی ضیافت ہے چمن میں صبح ہی بتلا اے نسیم — آج بھر بھر جھولیاں خوشبو کی لاتی ہے بہار

۱۴۲ شمس الدین طالع شمس از جمندیش از اوج سربلندی طالع شدہ و قمر اقبال بلندیش از سپہر ارجمند ساطع گذشتہ۔ در حسن صورت بینظیر بود و در خوبی سیرت غریب المثل، معانی نازک و مضامین تازہ در قالب اشعار دری آرد۔ آخر در عنفوان جوانی خورشید وجودش در کسوف فنا در آمد از دست۔

عرصہ میں ہے اے زاہد اس دور میں پیمانہ — مسجد کو تئیں جاویں کیوں چھوڑ کے میخانہ

آباد کرا اے طالع تو چل کے بیاباں کو — مرقد ہے تیتی مجنوں کا ویرانہ ہے ویرانہ

ناز و کرشمہ غمزہ ادا عشوہ و ستم — یہ سب ہے ان بتاں میں پہ ٹک دلبری نہیں

بھائی یار کو ہم التفات یار کہتے ہیں — شفا و عافیت کو اپنی ہم آزار کہتے ہیں

۱۴۳ شیخ طالب علی طالب تخلص برادر خرد غلام علی راسخ عظیم آبادی نوجوانیست ذہن رسایش پیوستہ در طلب مضامین رنگین و فکر صفایش غالب بر فکر شاعران خوش آئین۔ در شاگردان فدوی بینظیر است و با وجود نو مشقی در مضمون بندی بیدیل است۔ اشعار خوب خوب دارد۔ لیکن ہمیں دو سہ بیت وقت تحریر یاد بود۔

دیکھا چراغ و شمع مہ و لالہ زار کو — پہنچی ہے کوئی میرے دل داغدار کو

کس کس کو روؤں لوٹ لیا آہ عشق نے — عقل و خرد کو ہوش کو صبر و قرار کو

اپنی ضد پر یہ چشم گر آوے　　شمع کیا ابر بھی نہ بر آوے

۱۴۴/۱۱۹ مرزا ظہور علی ظہور مخلص در یکتا و در عالم ظاہری بظہور آمدہ بیکتائی و بصفائی طینت و رسائی طبع مشہور گشتہ در زبان آوری نظیرش بر منصہ شہود جلوہ گر نشدہ و در خوشگوئی مثلش از عدم بظہور نہ آمدہ، غزل فارسی و ریختہ برجستہ می گوید لیکن اکثر میل طبیعت بنظم مرثیہ جناب سید الشہداء علیہ السلام دارد و مرثیہ طبعزاد خود را در لحن جان سوز بخوبی میخواند کہ ہوش از سر مستمعان میرباید و این قبولیت خداداد از پدر بزرگوار خود میرزا ہوش دارکہ در مرثیہ گوئی و خوانی یکتای روزگار بود میراث یافتہ. مولدش دہلی است خود می گفت کہ در ایامیکہ فرمانروای ایران نادر شاہ دہلی را تاراج کردہ از سنین عمرم دو سال گذشتہ بود. در عہد نواب مہابت جنگ ناظم بنگالہ چون برادر زادہ اش، شہامت جنگ در مرشد آباد طرح امام باڑہ انداخت و مکانی بکمال خوبی و زیبائی ساخت پدرم مبلغ خطیر خرج کردہ بصد منت از دہلی در مرشد آباد طلبیدہ اعزاز و اکرام چنانچہ میباید و میشاید بتقدیم رسانید و ہمراہ پدر آمدہ دیوستہ در اقران و اماثل خود بہ آبرو بودہ. از کشش قدر دانی اہل این دیار از آن زمان تا حال در مرشد آباد متوطن است. در رفاقت نواب مبارک الدولہ ناظم بنگالہ بسر میبردہ از کمالیکہ دارد مرجع طالبان و مستند خاصانست. وقت ورود مؤلف در مرشد آباد باستماع اوصاف گرامی برادرم مدظلہ از کمال قدر شناسی و فقرا پرستی برای ملاقات آمد و محبت بسیار نمود و مرہون اشفاق خود ساخت این چند بیت از زادہای طبع فکرت اوست:

الٰہی کون سے دن دل کو تیرے آرام آویگا　　وہ ساعت کون سی ہوگی کہ وہ گلفام آویگا
عبث کرتی ہو فکر قتل اس کا دل میں کچھ سمجھو　　بھلا ہے یار اپنا خوب آخر کام آویگا
نہ خوف مرگ ہے مجھ کو نہ کچھ اندیشہ محشر ہے　　کرے گا یار جب مجلس میں میرا نام آویگا
خمار آلود ہے ساقی نہ تو ساغر عطا کر دے　　پٹ احسان ہے تیرا جو ڈگر جام آویگا
پریشان ہو گیا دل اے ظہور اس زلف پیچاں سے　　پھنسا جو دام میں آ اس کو کب آرام آویگا

عشق سے کیا مجھے خطر کرنا　　یار آوے گا جی نذر کرنا
نصف شب یوں گذر گئی اس بن　　آہ یہ وقت ہے اثر کرنا
یک نگہ میں غلام ہوتا ہے　　ٹک ادھر بھی میاں نظر کرنا
راہ حق کی ظہور ہے درپیش　　اس مکاں میں نہیں ہے گھر کرنا
تیغ کیا فائدہ علم کرنا　　کب روا ہے میاں ستم کرنا
میں تو برسا ہے جام چھلکا ہے　　ساقیا ٹک ادھر کرم کرنا

سرکشی موجب ضلالت ہو ـــــ عین عزت ہو سر کو خم کرنا
آہ میں حیف کچھ اثر نہ ہوا ـــــ نالۂ دل بھی کارگر نہ ہوا
دل غفلت شعار کو میرے ـــــ کس مصیبت کا کچھ اثر نہ ہوا
ایک مدت کے بعد آیا ہوں ـــــ اب تو میرے گلے لگو صاحب
سن کے یہ بات مسکرا بولا ـــــ کون یہ وقت پر رہو صاحب
اس قدر جور ظلم خوب نہیں ـــــ کچھ تو اللہ سے ڈرو صاحب

اب تو تجھ سے آبنا ہوا اے بت مکار کار ـــــ گل چمن میں دیکھتا ہوں تجھ بن اے خونخوار
ملتی ہے دیوانہ ہوگا دیکھیو مت دیکھیو ـــــ اس پری رو کا نہ ہونا اے دل ہشیار یار
ہم ترستے ہی رہے پیارے پس دیوار کے ـــــ کیا قیامت ہے کہ ہووے تجھ سے اغیار یار
عشق آتش دغم آتش دہر داغ دل آتش ـــــ کیا کہیے ہر ہر طرف اب مشتعل آتش
صد رہے تیرے بحر کے دل خون ہو کر یہ گیا ـــــ شاہد ہیں یہ دو چشم تر ایک اس طرف ایک اس طرف
اس کعبۂ مقصود کے ہر نقش پا اوپر ظہور ـــــ سجدہ کریں شمس و قمر ایک اس طرف ایک اس طرف
حنا کی سبز بختی وہ کہ تیرے پاؤں تک پہنچے ـــــ سیہ بختی ہے یہ، تیرا نہ چھو سکتے ہیں دامن ہم
جفا کر یا وفا کر ظلم کر یا رحم کر پیارے ـــــ ترے ہرگز نہ ہوویں گے کسی حالت میں دشمن ہم
خفا ہیں ہم صفیر و صورت بلبلیں سے ہم یاں تک ـــــ چھپاتے ہیں قفس کا بال و پر سے اپنے روزن ہم
کس سے کہیے کہ تر ہے چشم تر سے آستیں ـــــ اب تو رنگیں ہو گئی خون جگر سے آستیں
عشق کی لذت سے ہرگز نہ واقف ہووے گا ـــــ جب تلک پابند ہے تو ننگ اور ناموس کا
دلبراں ملنے میں کیوں ہم سے حذر کرتے ہیں ـــــ یاں تلک آویں تو ہم دل کو نذر کرتے ہیں.
سایہ کی طرح تجھ سے نہ ہوں گا کبھی جدا ـــــ میں دم قدم کے ساتھ ہوں تیرے جہاں رہوں
فغاں آہ و نالہ سے نہیں آرام تک دل کو ـــــ یہ دل ہے یا جرس ہے یا کوئی بیمار پہلو میں
مشیخت شیخ کو، زاہد کو جنت! مجھ پہ یہ بس ہے ـــــ بغل میں شیشۂ مے اور ہو دلدار پہلو میں
گر تو رہنے سے ہماری بھی خفا ہوتا ہے ـــــ دیکھیو آج ہی ہم یاں سے سفر کرتے ہیں
پروانہ کب وہاں ہو جہاں شمع رو نہ ہو ـــــ پھر کام کیا ہے میرا جہاں یار تو نہ ہو

اس دل سے سنگ خوب ہے اے آئنہ دلاں
جس دل میں دلربا کی ذرا جستجو نہ ہو

یہ آستان پیر مغاں ہے ظہور اب
گریاں سے جائیو تو کہیں آبرو نہ ہو

قاصد جاتا تو ہے گر ہو وہاں بیٹھا رقیب
دیجیو نامہ کو یوں، آگاہ یہ ہو وہ نہ ہو

کہو کوئی جا کے مرے دلستاں کو
کہاں لے چھپایا دل ناتواں کو

تری رخسار آگے گل نہیں کچھ آب رکھتا ہے
مقابل شمس کے ہووے قمر کیا تاب رکھتا ہے

گیا دیر و حرم سے دیکھ تیرے طاق ابرو کو
شہید ناز تیرا اور ہی محراب رکھتا ہے

شام تک اس کی انتظاری تھی
کیا کہوں کیا ہی بیقراری تھی

رات کو جو تجھے نہ دیکھا پاس
پھر تو تا صبح آہ و زاری تھی

ہجر میں یار کے عاشق کی عجب حالت ہے
کبھی ہنستا ہے کبھی چشم کو نم رکھتا ہے

شکوۂ یار کہوں کس سیتی جا کر یارو
آہ وہ مجھ سے بہت دوستی کم رکھتا ہے

ہمارا کام دعا کا ہے سو ہمیں کرتا
تمہارا کام ہے دشنام کا دیا کیجو

یہ کون تجھ سے کہے ہے کہ اور سے مت مل
ولے کبھی تو بھلا مجھ سے بھی ملا کیجو

اب تو کی اس جگہ میں نے جا کر دوستی
پھر نہیں معلوم کیا لاوے گی سر پر دوستی

سنگدل کب اشک ریزی کی مری یوں قدر
واقعی کب ہو میان سنگ و گوہر دوستی

دشمنی کب تک کریگا آشنا بی لگ گلے
وقت آخر ہے مرا کر اے ستمگر دوستی

مکاں سے دیا پیر مغاں سے رم کیجو
یہ گھر فقیر کا ہے بیٹھیو کرم کیجو

جو کچھ لکھا ہے نصیبوں میں وہی ہوویگا
نہیں ہے فائدہ جو فکر بیش و کم کیجو

محفل عشق ہے یاں پاؤں سنبھل کر رکھنا
پہلے یاں ذلت و زنگی و ننا موسی ہے

تب سیتی بات نکلتی ہے دہن سے شیریں
جب سیتی اس لب شیریں کی زباں چوسی ہے

ہمصفیر و رہو خوش ہم سے چمن چھوٹی ہے
رخصت عیش و طرب ہے کہ وطن چھوٹی ہے

اٹھ گیا یار مرے پاس سے سوتے سوتے
جان جاتی ہے چلی صبح کے ہوتے ہوتے

کان میں ہاے نہ پہنچا تیرے پاکا کھٹکا
شب مہ یوں ہی گذر گئی مجھ روتے روتے

اس پری رو پہ نظر کرتے ہی دیوانہ ہوا
اک ذرا کام نہ آئی مری ہشیاری دل

آہ کیا کیجو ہوں بسکہ پریشان خاطر ہیں در اشک بھی نایاب نناداری دل

۱۲۵/۱۰ خواجہ محمد ظاہر خاں، ظاہر حوالش از شعر ظاہر میشود۔ ظاہر مشق سخن بخدمت میرزا مظہر کردہ۔ بعد ورود نادر شاہ از عالم ظاہری درگذشت۔

محبت کو ہمن کی رنگ اگر جا کر نہ پھیلاتی ۔۔۔ نہ خسرو سرخرو ہوتا نہ شیریں زرد ہو جاتی

باطن میں گو کسو سے تجھ دوستی نہ ہو ۔۔۔ لیکن تجھ رعایت ظاہر ضرور ہے

۱۲۶/۱۲ شیو سنگھ ظہور در سخنوران عصر خود بخوش گوئی ظہور یافتہ و در معنی بنجی و خوش گوئی مشہور گشتہ در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ یقین کردہ و مورد تحسین شد۔ اکثر اوقات در اکبر آباد بسر بردہ اکنوں از احوال او خبر ندارم ایں چند اشعار دیوان اوست۔

از بس کیا بہار نے سب کچھ ہرا سبز ۔۔۔ ہو کیا عجب جو سنگ سے نکلے شرار سبز

چمن میں باندھ مجھ کو نہ آشیاں دیتا ۔۔۔ گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا

جی نکلتا ہو مرا اس بیوفا کے واسطے ۔۔۔ اس کو آوے کوئی مجھ تک خدا کے واسطے

مجھ منظور تیرے باغ میں جانے سے اتنا تھا ۔۔۔ چمن میں قدر تیری کو دیکھ کر شمشاد گر جاتا

بیاباں میں مری مرنے سے بات تک خاک اڑتی ہو ۔۔۔ مری ماتم کو کرنے سیتی ویرانہ بار آیا!

ہمیشہ زلف خوباں کو کرے ہے درہم و برہم ۔۔۔ مرے دل کو ستانے سے کبھو شانہ نہ باز آیا

۱۲۷/۱۴ خواجہ برہان الدین، عاصی متوطن شاہجہان آباد در اجتماع بطیفہ گوئی، در علم تاریخ مہارت کلی داشت۔ فکر عالی او عاصم از خطا است و طبع رسای وی قابل تحسین و مرحبا۔ کلامش در محاورہ گوئی برہان قاطع است و اشعارش در معانی یابی خورشید ساطع۔

چمن کے تخت پر جس دن شہ گل کا تجمل تھا ۔۔۔ ہزاراں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا

خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں ۔۔۔ بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ دہاں گل تھا

رات کو میں شمع کے مانند رو کر رہ گیا ۔۔۔ صبح کو دیکھا تو سب تن اشک ہو کر بہ گیا

۱۲۸/۸ محمد عارف، عارف تخلص عارف سخن و دانای ایں فن است۔ بسبب توجہ میاں مضمون در مضمون بندی معروف شد و بود معرفت سخن از شعر عارفانہ اش پیدائی شود۔ در شاہجہان آباد متصل پل دروازہ بسر شستہ رفوگری بسر میبرد۔ از سوزن فکر باریک الفاظ معانی رنگیں را بایں آئین بر تختہ کاغذ می نگارد۔

دختر زر سے کہ کہ اس کو مل ۔۔۔ ورنہ عارف افیم کھا دے گا

نہیں سرین پری یار کی چوٹی ۔۔۔ ہے یہ یار و بہار کی چوٹی

سر سے پاؤں تک اور کہیں تس پر آگ — شمع سی ہم نے نہیں دیکھا کوئی بڈھی چھنال

۱۶/۳۶ شاہ رکن الدین عرف مرزا گھسیٹا، عشق تخلص، نبیرہ شاہ فرہاد وطن اصلی شاہجہاں آباد است از چند دہلی را گذاشتہ در عظیم آباد رحل اقامت نہادہ خاندان عالیشان دارد و یادگار جماعہ بزرگانست. ظاہر حالش بزیور شرع آراستہ و در باطن و را و تعالیٰ ذخائر کرامات آماد ساختہ. از موافقت خلائق مرجع خلائق آں بلد گشتہ. اشرف خاں، فوجدار سرکار سارن کہ از متعلقات آں بلدہ است. در خدمت وی دارد. آخر بہر سانیدہ پس بدولت او شہرۂ کمالش از یکہ بہزار رسیدہ خان مذکور مبلغ خطیر خرج کردہ مکاں رفیع الشاں کہ شایان شاں بادشاہاں باشد بر لب دریا تیار کردہ دادہ و او را از انواع فرش و پردہ ہا مزین ساختہ. در ہر سال نذور کثیر جہت خرج خدام وی مقرر نمودہ بعد وفات وی پسرش احمد علی خاں نیز بر وتیرۂ پدر میرود، بلکہ در ارادت و اعتقاد از وہم پیش دستی میکند. در ہر ماہ مجالس حال و وجد مقرر نمودہ چوں او را حق تعالیٰ از ضروریات دنیوی مستغنی و دنیا ساختہ از ابنای روزگار کمال نفرت و بیزاری میکند و اوقات عزیز را در عبادت و تربیت فقرا صرف مینماید و ہوای عشق خدا پرستی و حق شناسی در سر دارد. عشق از مغتنمات روزگار است.

جز عشق نہ سمجھو کفر و دیں کو — طرفین سے ہے خبردار گر ہم

خاک جو شہر میں لگی اڑنے — عشق کیا چشم تر نہیں رکھتا

ڈر سے اس کی زباں پہ حرف نہیں — تس پہ ہے بدگمان کیا کیجے

بے نشانی ہے یار کو منظور — عشق نام و نشان کیا کیجے

زلف نے جس کی تیں دکھائی شام — دوسری پھر اسے نہ آئی شام

نیاز و ناز کے جھگڑے میں ساری رات کٹی — ادھر سے ہاتھ چلا اور ادھر سے لات چلی

پہلو ای زاہد کسی عاشق کے دل سے مل کر — فی الحقیقت تب نظر آوے یہ رنگیں گل کا گل

۱۵/۱۶ خواجہ اعظم خاں، عاشق تخلص، خلف خواجہ محمدی خاں برادر خواجہ عاصم خاں شورگوند مرد عظیم الشان عمیم الاحسان عاشق دوستاں یک رنگ و شایق خدمت صاحبان دانش و فرہنگ بود. مدتے ترک مجالست اہل دول نمودہ شیوۂ خاکساری اختیار فرمودہ در بے نیازی و بے ریائی بسر بردہ چند سال پیش ازیں راہ عدم پیمودہ در فن شاعری شاگرد حضرت مشتق بود. ایں چند ابیات از وست

تسخیر کو عاشق کی نیا طور نکالا — کیا طوق محبت ہے ترے کان کا بالا

چشم بد دور یار کی صورت — ہے قیامت بہار کی صورت

یہ دل اور ہی طرح سو آج کچھ فسردہ کرتا ہو　　کوئی بیداد گر شاید ہماری یاد کرتا ہو

مضمون این شعر با مضمون این شعر شاعر کلیسار مناسبت دارد۔

کوئی بیداد ظالم ہم کو اس دم یاد کرتا ہو　　کلیجا ہچکیاں لیتا ہو دل فسردہ کرتا ہو

۱۵۱/۱۸ میر اعظم، عالم تخلص، پسر میر محمد شاہ رضوی وطن اصلی وی سبزوار است۔ جدوی از سبزوار بدہلی آمدہ وہما نجا نشو ونما یافتہ، میر اعظم بعد وفات پدر ہمراہ برادر مہین خود میر محمد معصوم بطلب ناظم بنگالہ در مرشد آباد توطن اختیار کردہ۔ مؤلف دیوان مرشد آباد دیدہ واز ملاقاتش مسرت اندوز شدہ۔ جوانیست بسیار خلیق و متواضع در نیولا بر فاقت نواب مبارک الدولہ بہادر ناظم بنگالہ بسر می برد۔ در شعر گوئی و معانی جوئی فکرش اعظم است و در سخن سرائی و زبانی فطرت وی عظیم۔ در زبان فارسی در یختہ تلاش مضامین تازہ میکند۔

نہیں ہو اس کو کچھ کاکل کی تقصیر　　کیا اشکوں نے (میر) پابہ زنجیر

نہ پوچھ اے آستیں دیدۂ نمناک ہو دی　　بگولا طرح اڑتا ہو میری خاک ہو دی

اے مشق تیرے کوچے میں کس کا گذر نہیں　　وہ خاک میں ملا جو ترا خاک در نہیں

کہا میں زلف کے زنجیر دیکھے کیا ہو　　ہوئی ہو واقعی تقصیر دیکھے کیا ہو

مجھی بہار میں سودا ہو سیر صحرا کا　　پڑی ہو پاؤں میں زنجیر دیکھو کیا ہو

کروں میں حال اپنا کیا اس تحریر کاغذ پر　　مصور کھینچ کر اے جا می تصویر کاغذ پر

اے غنچہ بلبلوں سے تی دل کھول کر ملو　　عاشق تمہاری بو کے ہیں محتاج زر نہیں

سو یا تھا ذرا زانو پہ سر رکھ کے اسیر　　آئی جو نظر زلف اٹھا ہو دل گیر

کہنے لگا یہ خواب میں اب کس سے کہوں　　تعبیر نہیں اس کی بغیر از زنجیر

۱۵۲/۲۸ سیتا رام، عمدہ تخلص از کثرت مشق وحسیان مضامین تازہ را دام خود ساختہ و مطالب عمدہ را در سلک انتظام آراستہ زادگاہش کشمیر است، سخنش بدل جاگیر، در یختہ تتبع دیوان انعام اللہ خاں، یقین میکرد و خود را سزاوار تحسین سیدانست از وست۔

کمی تو ذرہ کی اے باغباں میرے ستانے میں　　نہ پایا چین سر رہنے میں اک دن آشیانے میں

گلی تک یار کی چلو بسیتی آزار پہنچے گا　　کہاں دار الشفا تک یہ دل بیمار پہنچے گا

اس ذہنیں کیا کبھو ہم سے برائیاں　　مر جائیں ہم جو یار کرے بے وفائیاں

پھنسا کر آپکو بالوں میں اس شانے نے کیا پایا　　پھر کر پاؤں میں زنجیر دیوانے نے کیا پایا

۱۵۳/۲۸ میرزا عبداللہ عبد تخلص، ولد میرزا عسکری خاں از تلامذۂ میرزا مظہر علی است دریغ لاد در مرشد آباد زمانہ را بسر میبرد جوانیست بسیار غریب واز مایۂ دنیوی بی نصیب، با این ہمہ تلاش سخن نیکو میکند، ومضامین دلچسپ میبندد وبا مؤلف محبت دارد۔

دور مجھ سے جو یار رہتا ہے — دل مرا بیقرار رہتا ہے
صبح سے شام تک مجھے ہر روز — تیرا ہی انتظار رہتا ہے
میری حالت یہ اور تو جا کر — غیر سے ہمکنار رہتا ہے
جب سے ہو لگا خدنگ عشق — سینہ میرا فگار رہتا ہے
عبد چل یہاں سے اٹھ جا — وہ مرا خوش نگار رہتا ہے
خاک رہ اس کی تو تیا کر لوں — چشم میں اب غبار رہتا ہے

جس طرف آنکھ کو اٹھا دیکھا — اس طرف مظہر خدا دیکھا
تیر اس کی نگاہ کا میں نے — لگتے ہی آپ کو مٹا دیکھا
دل گیا ہاتھ سے نہیں پھرتا — میں نے سو بار آزما دیکھا
ملک ہستی میں آن کر ہم نے — یہ مکاں کارواں سرا دیکھا
ایک آتا ہے ایک جاتا ہے — یاں کسی کو نہیں رہا دیکھا
خوان نعمت میں عشق کے ناصح — ہم نے کچھ اور ہی مزا دیکھا
کب ہو وہ مبتلائے دنیا عبد — جس نے پردے کے تئیں اٹھا دیکھا

تک اس طرف بھی اے بت عیار اک دفعہ — ہم بھی کھڑے ہیں اب سر دیوار دیکھنا

۱۵۴/۱۴ سید عبدالولی، عرلت تخلص خلف الصدق سید سعداللہ سورتی مردی بود درویش وضع، عالم باعمل، ولی زمانہ، عرلت را اختیار نموده در توکل می گذرانید، مشق سخن فارسی ہم می کرد لیکن مزاجش میلان بطرف ریختہ بسیار داشت، مضامین تازہ در سلک نظم منتظم میساخت۔ وطن اصلی آبادی بلدہ بریلی است لیکن مولد ومنشایش در بندر سورت صورت پذیرفتہ۔

صبح اپنا مرض الفت کا جب میں عرض کرتا ہوں — جلا دل کی تشفی کو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے

بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا — سوائے بیکسی اب اور آشنا نہ رہا

اے بلبل اتنی رو کہ دعا مانگ ہر سحر — حق تیری آہ سوز چمن کی صبا کرے

حشر میں قبر سے کہتا ہی اٹھے گا میکش — کہ کہاں مے ہے کہاں جام کہاں ہے شیشہ

یہ دل اور ہی طرح سو آج کچھ فریاد کرتا ہو　　کوئی بیداد گر شاید ہماری یاد کرتا ہو

مضمون این شعر با مضمون این شعر شاعر دلبیار مناسبت دارد۔

کوئی بیداد ظالم ہم کو اس دم یاد کرتا ہو　　کلیجا ہچکیاں لیتا ہو دل فریاد کرتا ہو

۱۵۱/۱۸ میر اعظم، عالم تخلص، پسر میر محمد شاہ رضوی وطن اصلی وی سبزوار است. جدوی از سبزوار بدہلی آمدہ دہا بجا نشو ونما یافتہ، میر اعظم بعد وفات پدر ہمراہ برادر مہین خود میر محمد معصوم بطلب اظم بنگالہ در مرشد آباد توطن اختیار کردہ. مؤلف و برادر مرشد آباد دیدہ و از ملاقاتش مسرت اندوز شدہ. جوانیست بسیار خلیق و متواضع در نیولا بر فاقت نواب مبارک الدولہ بہادر ناظم بنگالہ بسری برد۔ در شعر گوئی و معانی جوئی فکرش اعظم است و در سخن سرائی و نبانی فطرت وی عظیم۔ در زبان فارسی و ریختہ تلاش مضامین تازہ میکند۔

نہیں ہو اس کو کچھ کاکل کی تقصیر　　کیا اشکوں نے (میر) پابہ زنجیر

نہ پونچھا آستیں دیدہ نمناک ہونے دی　　بگولا طرح اڑتا ہو میری خاک ہونے دی

اے عشق تیرے کوچے میں کس کا گذر نہیں　　وہ خاک میں ملا جو ترا خاکسار نہیں

کہا میں زلف کے زنجیر دیکھے کیا ہو　　ہوئی ہو واقعی تقصیر دیکھے کیا ہو

مجھ بیقرار میں ہو دا ہو سیر و صحرا کا　　پڑی ہو پاؤں میں زنجیر دیکھے کیا ہو

کروں میں حال پنا کیا اس تحریر کاغذ پر　　مصور کھینچ کر دے جا مری تصویر کاغذ پر

اے غنچہ بلبلوں سے تی دل کھول کر ملو　　عاشق تمہاری بو کے ہیں محتاج زر نہیں

سویا تھا ذرا زانو پہ سر رکھ کے اسیر　　آئی جو نظر زلف اٹھا ہو دل گیر

کہنے لگا یہ خواب میں اب کس سے کہوں　　تعبیر نہیں اس کی بغیر از زنجیر

۱۵۲/۲۸ سیتا رام، عمدہ تخلص از کثرت مشق وحشیان مضامین تازہ را دام خود ساختہ و مطالب عمدہ را در سلک انتظام آراستہ زادگاہش کشمیر است، سخنش بدل جاگیر، در ریختہ تتبع دیوان انعام اللہ خاں یقین میکرد خود را سزاوار تحسین میدانست از دست۔

کمی تو ذکر کی اے باغباں میرے ستانے میں　　نہ پایا چین سر رہنے میں اک دن آشیانے میں

گلی تک یار کی چلئے سیتی آزار پہنچے گا　　کہاں دار الشفا تک یہ دل بیمار پہنچے گا

اس ذہنیں کیا کبھو ہم سے برائیاں　　مر جائیں ہم جو یار کرے بے وفائیاں

پھنسا کر آپکو بالوں میں اس شاذ کیا پایا　　پھر کر پاؤں میں زنجیر دیوانے کیا پایا

۱۵۳/۲۸ میرزا عبداللہ عبد تخلص، ولد میرزا عسکری خاں از تلامذۂ میرزا ظہور علی است در بنگلادر مرشد آباد زمانہ را بسر میبرد جوانیست بسیار غریب واز مایۂ دنیوی بالنصیب باین ہمہ تلاش سخن نیکو میکند، ومضامین دلچسپ میبندد وباموزونی مجتوی دارد۔

دور مجھ سے جو یار رہتا ہے — دل مرا بیقرار رہتا ہے
صبح سے شام تک مجھے ہر روز — تیرا ہی انتظار رہتا ہے
میری حالت یہ اور تو جا کر — غیر سے ہمکنار رہتا ہے
جب سے تی ہو لگا خدنگ عشق — سینہ میرا فگار رہتا ہے
عبد چل یہاں سے اٹھ جا — وہ مرا خوش نگار رہتا ہے

خاک رہ اس کی تو تیا کروں — چشم میں اب غبار رہتا ہے

جس طرف آنکھ کو اٹھا دیکھا — اس طرف مظہر خدا دیکھا
تیر اس کی نگاہ کا میں نے — لگتے ہی آپ کو موا دیکھا
دل گیا ہاتھ سے نہیں پھرتا — میں نے سو بار آزما دیکھا
ملک ہستی میں آن کر ہم نے — یہ مکاں کا روں سرا دیکھا
ایک آتا ہے ایک جاتا ہے — یاں کسی کو نہیں رہا دیکھا
خوان نعمت میں عشق کے ناصح — ہم نے کچھ اور ہی مزا دیکھا
کب ہو وہ مبتلائے دنیا عبد — جس نے پردے کی تئیں اٹھا دیکھا

تک اس طرف بھی اے بت ہرجائی — ہم بھی کھڑے ہیں اب سر دیوار دیکھنا

۱۵۴/۱۴ سید عبدالولی، عزلت تخلص خلف الصدق سید سعداللہ سورتی مردی بود در روش وضع، عالم باعمل، ولی زمانہ، عزلت را اختیار نموده در توکل می گذرانید مشق سخن فارسی ہم می کرد لیکن مزاجش میلان بطرف ریختہ بسیار داشت، مضامین تازہ در سلک نظم منتظم میساخت۔ وطن اصلی آباد و بلدۂ بریلی است لیکن مولد ومنشایش در بندر سورت صورت پذیرفتہ۔

صبح اپنا مرض الفت کا جب میں عرض کرتا ہوں — جلا دل کی تشفی کو مجھے آنکھیں دکھاتا ہے

بجز رفاقت تنہائی آسرا نہ رہا — سوائے بیکسی اب اور آشنا نہ رہا

اے بلبل اتنی رو کہ دعا مانگ ہر سحر — حق تیری آہ سے چمن کی صبا کرے

حشر میں قبر سے کہتا ہی اٹھے گا میکش — کہ کہاں مے ہے کہاں جام کہاں ہے شیشہ

درحالت تحریر ایں بیت دو سہ شعر فارسی بمضمون مناسب یاد آمد و بر قلم آں طبیعت ترغیب داد بے تشبیہی راست:

مست آں چناں خوش است کہ گوید بروز حشر — من کیستم شما چہ کسانید ایں چہ جاست

سر خوش گوید:

مست آں چناں خوش است کہ ہنگام صبح حشر — چوں سر کشد ز خاک بگوید پیالہ کو

کسے بخشر زاندہ پاک برخیزد — کہ با پیالہ چوں نرگس ز خاک برخیزد

۱۲/۱۵۵ عارف علی خاں، عاجز معلوم نیست کہ از کجاست چندیں در شاہجہاں آباد بود بعد ازاں بطرف دکھن رفتہ در برہان پور استقامت کردہ اگرچہ عاجز تخلص میکند، لیکن در فن شعر کامل معلوم میشود۔ عرفان او در شیوۂ سخن از کلامش ظاہر میشود۔

دوا ذکوہ و صحرا میں جنوں نے یہ ہوا حاکم — کوئی جا کر کہے فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

بھلا جی بے وفائی یاد رکھیو — یہی تھی آشنائی یاد رکھیو

نظر کر آرسی کو ہم کو بھولا — تم اپنی خود نمائی یاد رکھیو

نہ جاؤ چھوڑ کر عاجز کو ہوگی جگ ہنسائی یاد رکھیو

۴/۱۵۶ رائے بھکاری داس، عزیز مرد لیست عزیز دلہا و مقبول خاطرہا، شاعر لیست نیکخو و خوبگو در نثر و نظم مہارت کلی دارد۔ مولدش شاہجہاں آباد است، وقتیکہ الہ آباد بخیم سرادقات سلطانی بود و دہم در آں جا وارد شدہ بود اکثر اتفاق دیدنش شد، اکنون ندانم کجاست۔

ساتھ داغلی ہر جی آہ جگر آخر شب — سچ ہو بزم کہ سر گرم سفر آخر شب

دل پہ غفلت ذکیا پیری میں اس طرح ہجوم — نیند جس طرح کرے آنکھوں میں گھر آخر شب

۲/۱۵۷ عسکر علی خاں عسکر تخلص از شاہجہاں آباد است تلاش روزگار در ملک بنگالہ رسید، اقتدار کلی بہم رسانیدہ در مرشد آباد چند سال شدہ کہ راہی عدم گردیدہ۔ یک بیت فارسی و یک بیت ہندی دیدہ بسمع رسیدہ برابر ہزار بیت است۔

رو تو رو تو نہ رہا نام کو نم چشموں میں — آبرو کیوں کہ رہیگی مری ہم چشموں میں

تا قطرۂ اشک من ازیں چشم تر افتاد — بازار گہر سرد شد و از نظر افتاد

۶۰/۱۵۸ سید ہدایت علی خاں، عاشق تخلص، ابن سید لطف علی رضوی شاہجہاں آبادی پدرش وی از قدیم عمدہ روزگار بعنایت شاہنشاہی سرفراز بودند۔ او ہم تا آخر سلطنت فردوس آرامگاہ در شاہجہاں آباد سکونت داشت بعد تاراجی شہر از آمدن شاہ درانی از ناگاہ خود آوارہ شدہ وارد ملک بنگالہ گردید بالفعل در کلکتہ مقبول دلہای ساکنان آں دیار است۔ بہدایت و لطف جل علی

درفن طبابت وتجربہ معالجات ممتاز دیگانہ روزگار است بتحصیل ایں فن از حکیم بقاخاں وحکیم احسان نمودہ، درشیوہ سپہگری وشاعری نیز حظ وافر بہم رسانیدہ۔ مزاجش عاشقانہ وطبعش رندانہ، وقت قیام مؤلف در کلکتہ اکثر ملاقات می شد بمقتضای مناسبت طبع بسیار محبت می نمود۔ بیاض سخنوریست وسباق میدان عبارت پروری، مضامین رنگین اشعارش مفرح یاراں ومعاجین خوش آئین بیانش مصح بیماراں، نسخہ دیوانش دل پذیر ومجربات طبعش جہت مشتاقاں عین تدبیر۔ ایں چند اشعار از مجربہ طبیعت اوست۔

غلط کہتے ہیں تیرے پاس دل ہے ۔۔۔ بلائے جان ہے چھاتی پہ سل ہے

روتی ہیں تری ہجر میں نت متصل آنکھیں ۔۔۔ کس دکھ میں گرفتار ہوئیں تجھ سے مل آنکھیں

پاتی نہیں تسکین کسی طرح اب آنکھیں ۔۔۔ جویائے ترے دیدار کی ہیں روز و شب آنکھیں

بیمار عشق کو تیرے ہرگز شفا نہیں ۔۔۔ ہو جس کو یہ مرض کہیں اس کو دوا نہیں

تنہا میں اس کو دیکھ کے پوچھا جو ایک روز ۔۔۔ عاشق کا کچھ بھی تو ذرا حال یا نہیں

مدت سے جاں بلب ہے ترے اشتیاق میں ۔۔۔ تو جا کے حیف اس کو کبھی پوچھتا نہیں

رویا وہ اس قدر ہے تری ہجر میں کہ اب ۔۔۔ آنکھوں میں نم ذرا کہیں اس کی رہا نہیں

آہ و فغاں میں کٹتی ہیں نت اس کی روز و شب ۔۔۔ جو دم ہے اس کو یاد کے تیری سوا نہیں

سنتے ہی اس سخن کو خفا ہو کے یک بیک ۔۔۔ کہنے لگا کہ میں تو یہ کچھ جانتا نہیں

صد قیس مردہ اگر جاں بلب ہوا ۔۔۔ مرنی دوا اس دوا کا جینا بھلا نہیں

اشتیاق گل میں بلبل گرچہ ہے سرگرم عشق ۔۔۔ لیکن اور ہی ربط ہے یاں شمع و پروانے کے بیچ

کیا تنک ظرفی ہے جو ساقی کی چشم مست دیکھ ۔۔۔ ہوش سو جاتا رہے ہم دو ہی پیمانے کے بیچ

مخلص کس پیچ سے شانے دی دل کو مرے ۔۔۔ ورنہ کیا چھوڑا تھا زلف اس کی ذرا جانے کے بیچ

آج تک حاصل نہ ہوئی دولت تری پابوس کی ۔۔۔ ایک بھی حسرت نہ نکلی اس دل مایوس کی

شب تری فرقت میں ہم آنکھوں پہ رکھ کر آستیں ۔۔۔ اس قدر روئے کہ ساری ہو گئی تر آستیں

یاں تک آ تشبار ہے چشموں کا میری سیل اشک ۔۔۔ جل اٹھے ہے خار و خس جھاڑوں میں جیوں آہ سرد

ہم نے چاہا تھا دل اس کا اپنے ہاتھ لگے ۔۔۔ سو دل گنوا دیا آپ ہی تھا جی بھی ساتھ لگے

تھا جو وہ گلعذار گلشن میں ۔۔۔ زور تھی کل بہار گلشن میں

جیوے کیوں کر قفس میں وہ جس کو — گزرے لیل و نہار گلشن میں

مدت سے دیکھنے کا مجھ اشتیاق ہے — ملتا نہیں تو ہم سے عجب اتفاق ہے

باقی رہا ہے کون سا پھر ربط درمیاں — اک دوستی تھی اس سے سو بالائے طاق ہے

گوارا ہے مرے اوپر اگرچہ جان بھی جاوے — نہ ہووے یہ کبھی ہم سے کہ تیری دوستی جاوے

رہے ہے دیکھتا کس کس بری نظروں سے تو مجھکو — چلی شاید اگر کچھ بس ترا آنکھوں میں پی جاوے

جب سے ان شیریں لبوں کی گالیاں کھانے لگا — دل تو اپنا کچھ حلاوت زور ہی پانے لگا

رفع مدت میں کیا تھا اس کی آنکھوں سے حجاب — بیطرح کچھ ہم سیتی اب پھر وہ شرمانے لگا

خوش نہیں لگتی ادا دل کو مرے چل دور ہو — واہ وا کچھ زور ہی تو ہم کو دھمکانے لگا

ملنے نہ دوں کسی سے جو اب کے اگر ملو — دل گم ہوا ہے سینے سے دیکھو ادھر ملو

اے دل خوش ہو کہ کٹ گئی آفات روز ہجر — لے دیکھتا ہے کیا ترے بختوں خضر ملو

دل دے کے پھر اب جان کی تکرار نکالی — بیسطرح خلش ہم سے تم اے یار نکالی

پھر دھوم مچاتی ہے چمن میں تو اے بلبل — جاتی ہے انھیں باتوں سے سو بار نکالی

۶/۱۵۹ راجہ کلیان سنگھ خلف راجہ شتاب رای ناظم عظیم آباد عاشق تخلص جوانیست عاشق وضع و خوش طبع صاحب تحریر ممالک تدبیر، لسان شیریں زبان، فتان فصیح بیان ایزد تعالیٰ او را در ین جوانی عجب جامعیت عطا کردہ ادعای ہمہ دانی میدارد و بجہت امتحان از کاملان ہر فن استدعای زبانی ظاہری سازد آب و گل و از محبت رسول و اہل بیت او سلام اللہ علیہ و علیہم اجمعین مخلوق گشتہ کہ ہر دم دم از ولاء امیر المومنین میزند و خود را از زمرۂ مومنان و فدائیان خاندان رسالت می شمرد و ہزاران لعنت و نفرین بر گروہ کافران و بت پرستان می کند و بر اقوال این گروہ گمراہ صدہا لعن و تشنیع مینماید۔ اکثر معتبران از مصاحبانش نقل کردہ اند کہ نماز پنجگانہ می خواند و روزہ ہای ماہ مبارک رمضان می دارد و با اہل اسلام با ہم یک طعام میخورد۔ اگر این اقوال مطابق احوالش مرجبا، او تعالیٰ توفیق حسنات زیادہ رفیق گرداند و اگر مبالغہ شاعریست "الافواہ مقدمۃ الکون" مسبب الاسباب آنچہ بر زبان آنہا است از قوت بفعل آرد و عاقبت حالش بخیر گرداند تا از تقلید رسد بہ تحقیق آرد آنچہ بر زبان او ست در دل متمکن سازد و صاحب تصانیف است۔ تفسیر چند سیپارہ کلام اللہ نظم نمودہ و حلیۃ الفاطمی کتابی مشتمل بر اثبات نبوت آنحضرت رسالت پناہ، رسول خدا مناقب اہل بیت تحریر نمودہ و در آں صنعتہای عجیب و غریب بکار بردہ کہ رسالت آنحضرت را از کتب سماوی و کتابہای ہنود ثابت کردہ۔ صاحب دیوان فارسی و ہندیست اکثر مرثیہ جناب سید الشہداء در زبان فارسی ریختہ می گوید در ایام

غم انجام عاشورہ کہ خود تعزیہ داری بود کتاب دہ مجلس و مرثیۂ ہندی بلحن جانسوز میخواند۔ اینچند شعر دراین وقت مخطور خاطر بود:

چھایا ہو جگر ذخم کا ساشور پہلو میں — مگر دیکھا ہو یہ حال دل رنجور پہلو میں
صدا آتی ہو شیشہ کی سی گر ذکی مگر عاشق — کس کا دل ہوا ہو آہ چکنا چور پہلو میں

گر کہیں ذکر خواب آتا ہو — میری آنکھوں میں آب آتا ہو

۲/۱۶۰ عاجز تخلص، لوطی شاگرد کمترین، بسیار ظریف و خوش طبع اکثر اشعار ایہام ظرافت آمیز میگفت و بجز واکسار زیست میکرد:

دل بغل مار دیے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل — شیخ سعدی تم بھی اب ڈاکر گلستاں دو ڑیو

۸/۱۶۱ میرزین الدین عشق تخلص شاہجہاں آبادی مردی بود عاشق مزاج درویش وضع مدتے در ردہلی بخوبی بسر بردہ، بعد ازیں از برہمی اطوار روزگار از آں دیار آوارہ شدہ در دریا بگالہ آمدہ مدتے در عظیم آباد و مرشد آباد بسر بردہ اکنوں ندانم کجاست شعر فارسی و ریختۂ ہندی بخوبی می گفت اینچند اشعار از وست:

کون پوچھے ہو دل و جان کو گر یار نہ ہووے — جنس بے قدر ہو اس جا کہ خریدار نہ ہووے
کس طرح محنت ہجراں سے رہائی پاوے — وعدۂ وصل اگر اس کا مددگار نہ ہووے

رخصت نہیں کہ وصل کی تقریر کر سکیں — یا حال درد ہجر کا تحریر کر سکیں
منظور اگر خرابیٔ دل ہو تو ایکبار — ایسا خراب کر کہ نہ تعمیر کر سکیں

۲/۱۶۲ سعد اللہ خاں عاشق تخلص، خلف شیخ عبد اللہ ناظم غازیپور گل سرسبد چمن استعداد، سرسبلند قابلیت خداداد قابل دوست، عاشق پرست بود و بمقتضای "السعید سعید فی بطن امہ" آثار سعادت و جوانمردی از ناصیۂ وی ہویدا و انوار امارت و فراغت از بشرۂ او پیدا۔ در عہد حکومت مہیں برادر خود فضل علی خان بحشمت و شوکت و شکوہ بسر بردہ بعد برہمی زمانہ دامن ہمت از الفت زمانہ برچیدہ و در عظیم آباد انزوا برگزیدہ اکثر در خدمت شاہ عشق بطور عاشقاں و فدائیاں حاضری شتہ و اکتساب فوائد می نمود۔ پیش ازیں سال راہ عدم پیمودگاہ گاہ بمہمت تفنن شعر فارسی و ریختہ نیز می گفت:

قامت بہ چمن بگذر کہ میری نظر گئی — سر پر مری ہزار قیامت گزر گئی

فقہ:
دریں جا یک بیت فارسی جناب قدوۃ اولیاء مکمل حضرت شاہ محمد افضل الآبادی قدس سرہ بخاطر گذشت حقا کہ قیامت مضمون بلند

نہ من قامت آں صنم دیدہ ام — قیامت بیک حرف کم دیدہ ام

ایں یک بیت کہ ندانم از کیست، بخطور خاطر شدہ خالی از کیف نیست:

ز قد و قامت آں غارت ہوش — مؤذن کرد قد قامت فراموش

۲/۱۶۳ محمد اسلم، تخلص جوان سلیم الطبع بود، از زمانہ ایمان یعنی بسر می برد، غم گذشتہ و آئندہ ہیچ نداشت، بشعارش کمتر بتکلف رسید:

ہو جو مزہ سکوت میں فریاد میں کہاں — پر ضبط اس قدر دل ناشاد میں کہاں

۲/۱۶۴ غریب، آسش محمد زمان است در زمان خود مغتنم بود و تلاش معانی غریب مینمود، زبانش لکنت داشت، ازیں سبب اکثر سہم تخلص می آرد:

میری بغل میں ہی دل پرداغ ہے غریب — حسرت چمن کی کاہیکو، یہ باغ ہے غریب

۲/۱۶۵ غواصی، غواص دریای فکرت و کہن نژاد است:

جو کوئی اس مزرع دل پر بہ کاہج بوتا ہے — تو ہرگز اس گلستاں میں گل امید نہ تا ہے

۲/۱۶۶ کلب علی، غیرت نمی دانم کہ کیست، یک شعرش در سفینہ دیدہ بودم:

تجھ گلبدن کو کیوں کہ یہ غیرت ملا کرے — دشمن لگے ہیں چار طرف خار خار سے

۲/۱۶۷ غریب تخلص از یاران میاں آبرو رحمت اللہ علیہ لیکن، اشعار عجیب و غریب دارد:

دیکھ دستار بسنتی ساقی سرشار کی — کھل گئی ہیں آج آنکھیاں نرگس بیمار کی

بات رہجاوے گی قاصد وقت رہنے کا نہیں — دل تڑپتا ہے شتابی لا خبر دلدار کی

اے دل اس نامہرباں کی مہربانی پہ نہ بھول — جی کا دشمن ہے جو وہ کرتا ہے باتیں پیار کی

حال کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہے غریب — بھول سب جاتے ہیں باتیں دیکھ صورت یار کی

۲/۱۶۸ محمد تقی، غریب مرد غریبی بود، احوالش خوب معلوم نیست.

الٰہی مت کسی کی پیش در دانتظار آوے — ہمارا دیکھیو کیا حال ہو جب تک بہار آوے

۳۰/۱۶۹ غلام حسین خاں، خلف الصدق ہمت خاں، ولد فتح اللہ خاں، آبا و اجداد در دہلی بکمال عزت و حرمت و ہمت مشہور بودند، پدرش در عہد فردوس آرامگاہ بمنصب عمدگی و ہشتاد لک دام جاگیر تارک مباحات بآسمان می نمود. از حادثہ مکحول شدن احمد شاہ خلف الصدق محمد شاہ و آمد آمد شاہ درانی کہ تفرقہ کمال بر اہل آندیار افتادہ دو ہم یاست را گذاشتہ ہلال وار بہت استکمال بکمال جوہر شناسی رو بمشرق آوردہ چندگہ در فرخ آباد در ظل حمایت نواب احمد خاں بنگش کہ باو محبتی قدیمی داشت رحل اقامت نہادہ در صدد بحالی جاگیرات خود کہ در ملک او بود گشتہ چوں روز بروز نا قدردانی عمدہ ہای آں دیار و ترزاید بود، بودن خود درین نواحی صلاح ندید، ہوای صحبت عمدہ ای بنگالہ در سرش جا گرفت. آخر الامر از آنجا برآمد عازم مرشد آباد گردید. در آنجا باستصواب شیخ عبد الوہاب بملاقات نواب صادق علی خاں بہادر ناظم بنگالہ شتافت چوں ہمای فکرش بغایت بلند پرواز بود بارمنت احسان ہر کس و ناکس

نیاورده باز آفتابوار رو بمغرب آورد، احیاناً بخاطرش خطور بود که حالا ترک لباس نموده در شهر کاز و اگزیند. باین ارادهٔ وارد محمد آباد بنارس شد. اتفاقاً در آن زمان بامیر الدولہ ناظم الہ آباد که قدر شناس شرفا و نجبا بود دخور د. نواب قدر شناس دل وحشی رسیدهٔ او را بصد دلجوئی و دلداری سید کرده ترغیب و تحریص رفاقت خود نموده. خان موصوف چند ے چوں جاں از جسم از وے بمقرر بود، بعد ازاں کہ نواب مرحوم جہت ملازمت حضرت خاقان راہی الہ آباد شد خواست کہ دیرا از فرط محبت ہمراہ بگیرد، خان موصوف کہ دلش از ینہ سفر سیر بود انکار نمود ناچار ویرا سپرد براجہ بلند سنگھ ناظم بنارس نمود، و ہمسلہ اللہ تعالیٰ از آن زمان تا الی الآن در کمال عزت بسر می برد و در رفاقت راجہ جیت سنگھ بہادر خلف راجہ مذکور مرجعیت کمال دارد. دریں ولا کہ مؤلف پابند آب و دانۂ ایں ضلع است، بکمال محبت و سلوک مودت پیش می آید چوں قدر دانی سخنوراں شعار اوست، گاہگاہ در گلستان سخن عندلیب میکند و بدستیاری قلم مشکیں رقم سخنان سحر آمیز می جوید. در نظم و نثر مہارت کلی دارد و غزل فارسی و ریختہ در مرثیہ جناب حضرت سید الشہداء بدیہہ بعنوان شایستہ می گوید لیکن از کم گوئی تخلص خاص نکردہ، ہمین نام کہ فخر نام آوراں است. در مقاطع اشعار می آرد ایں چند اشعار از نتائج طبع شریف اوست:

دیکھ تو ناصح ذرا دل کی مری حالت کلی — اس سے نہ کیوں کر ملوں جان ہی جا ہے چلی
ہوش ہو تو سمجھیے دل ہو تو کچھ مانیو — کون سنے ہے تو کب بات بری یا بھلی
جب ہو شب ہجر صبح جانیو جیتے بچے — تھی یہ بلا سیاہ سے ہم کو ٹلی
اے دل گمراہ مجھ پھر کے تو لایا ادھر — یہ وہی رستہ ہے جان آگ وہی ہے گلی

قند کا تلخ نام رکھتا ہوں — لب شیریں سے کام رکھتا ہوں
ضبط کر اب تو مرتبہ گزرا — دل کو گو تھا مقام رکھتا ہوں
ساقی اک جام پھر کبھی بھر دے — میں یہ حسرت مدام رکھتا ہوں
رخ و زلف اسکی یاد کر روتا — شغل یہ صبح و شام رکھتا ہوں
اے دل جان مت ستا کہیو — یہی قاصد پیام رکھتا ہوں
دل روشن کو آگ اے جمشید — یہ نہ کہیو کہ جام رکھتا ہوں
خلد کہہ دو شب بخیر ہمیں اب — کوئی دلبر مقام رکھتا ہوں
دم سرد آہ گرم ہے یکجا — دو ہوا ایک بام رکھتا ہوں

باقی اک جی ہی کا الفت میں ہمیں کھونا ہے — اور سب کچھ تو ہوا یہ بھی کبھی ہونا ہے

بیوفائی کا گلہ تیرا می جاں کیا کیجو　　دل کی بے صبری ہی پہ اپنی ہمیں رونا ہی
لگ گئی آنکھ تو پھر آنکھ کا لگنا معلوم　　تیری عاشق کو کہاں گور میں بھی سونا ہی

۶/۱۰ میر شمس الدین فقیر تخلص، شمس سطح اوج عرفانست و مظہر اتم نور یزداں ہر چند فقیر تخلص میکرد، اما بہ اعتماد سرمایۂ استعداد خداداد و ی از اغنیای زمان بود۔ در فضل و کمال و فن شعر و انشا و علم معانی و بیان و بدیع و عروض و قوافی نباندانی فارسی ممتاز اقران و لادت او در شاہ جہان آباد سنہ یکہزار و یکصد و پانزدہ رو نمودہ از اعیان آں بلدۂ فاخراست سلسلہ نسبش از جانب پدر بہ عباس عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم از جانب مادر بسیادت میرسد لہذا میر مشہور بود۔ در خدمت علمای عصر تحصیل مراتب علوم نمودہ سرمایۂ فراواں از فضیلت اندوختہ، بعد چندی علایق دنیوی را ترک کردہ در لباس فقر درآمدہ و معنی تخلص خود بر منصۂ شہود جلوہ دادہ، گویند سابق مفتون تخلص می کرد۔ بعد ترک علایق کہ دم از فقیری زد خود را فقیر مشہور ساختہ۔ چنانچہ ازیں مقطع غرلش ظاہر می شود:

مدتی داشت مرا قبۂ دنیا مفتوں　　آخر کار فقیرش ہمہ داں گشتم

در سیاحت دیار دکھن بہ اورنگ آباد قریب پنج سال بسر بردہ بعد ازاں ہمراہ قزلباش خاں، امید بہ شاہجہان آباد عطف عناں نمودہ، چوں بہ وطن خود رسید باز طریق سیر دیار شرقی بہ الہ آباد آمدہ و اہالی آنجا را مستفید خدمت خود ساختہ ازیں جا بعزم زیارت بیت اللہ الحرام برآمدہ و بہ ہدایت بدرقۂ توفیق واصل حرم شد چندی در آں اماکن متبرکہ با علما و فضلا ہم صحبت بود، چوں مراجعت نمود بر جہاز نشستہ رو براہ آورد۔ قضارا جہاز در تباہی آمدہ غرق دریای فنا گردید و رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف در صنائع و بدائع علم شعر و عروض و قوافی است آنجملہ کتاب حدائق البلاغت شاہد عادلست، در حذاقت او در فن بلاغت و از جملہ منظومات او کہ در جواب خمسۂ نظامی گفتہ، کتاب شمس الضحیٰ و در مکنوں و والسلطان بر ہان قویست۔ بر عرفان و در علم فصاحت۔ در کتاب والسلطان قطعۂ در تعریف میان و خال و رمیاں آں گفتہ حقا کہ مضامین نازک و باریک را در میان سلسلۂ نظم سفتہ سحر کردہ بلکہ اعجاز نمودہ و خود ہم بنظم آں لآلی آبدار تفاخر و مباہات میکرد۔ قطعہ اینست:

زاں موی کمر بود نشاں ہیچ　　نامش کمر است در میاں ہیچ
تا ب کمرش کسی نہ بیند　　بیتاب و تواں بسر نشیند
زیبا خالیست بر میانش　　گو تنگ گرفتہ در میانش
در نازکی است آں کمر مو　　از حال گرہ فتاد بر مو
بیندہ دناں کمر شکے داشت　　زاں کلک قضاش نکہ بگذاشت

ز غلطم ز راه اعجاز — بر موی برآمده رسن باز
یا دل شده سیاه بختے — در کوی عدم کشیده رختے
بنگر آن خال سحر فن را — کاویخت به هیچ خویشتن را

دیوان فارسی مرتب و مشتهر دارد، میل طبعش در خیال ریختن کم بود، شاه قدرت الله که از هم نشینان ولیست میگفت که عزیز از دوستانش قصد تالیف تذکرهٔ شعرا ریخته داشت. از او استدعا میشود که دو سه بدیهه این شعر گفته فرستاد فی الحقیقت این یک بیت برابر هزار بیت است

ترا منه دیکھ بلبل گل سیتی بیزار ہو جاوے — اگر گل بھی تلک پہنچے گلہ کا ہار ہو جاوے

این دو شعر نیز منسوب بوی میکنند:

زندگی موج آب ہو گویا — دم کا لینا حباب ہو گویا
خال تیری بیاض گردن کا — نقطۂ انتخاب ہو گویا

۱۷۱/۶ اشرف علی خان فغان تخلص، کوکۂ احمد شاه خلف الصدق محمد شاه، نور الله قبره بود، لهذا بکوکه خان اشتهار دا
در حاضر جوابی و لطیفه گوئی و هزل سرائی و سخن آرائی بمدی شهرت داشت که وصفش محتاج بیان نیست. او باشان اطراف
در مجالس هزل گوئی از سخنان ملاحت آمیز وی مثل می آرند و ظریفان بدیهه گو در شیوهٔ ظرافت و خوش طبعی او را استاد فن و بدل می شمارند و زبان آوران او را در علم سخنوری بسیار قابل و در سلیقهٔ مجلس آرائی او را مثل میخوانند وی خود را در این فن دوری کشید و اشرف شعرا و ابلغ ظرفا می نامید. مردمان عصر از هجو گوئی او در فغان بودند و سرداران وقت از ژاژ ادائی او بنهایت ترسان. نزاکت طبع و حسن ادا از مضامین رنگین اشعارش هویدا است و لطافت ذهن و ملاحت فکر ساده و الفاظ دلچسپ و خوش آئین وی پیدا ـــ خود می گفت که من از هیچ طریقے و هزله گوئی در خوش طبعی و ستم ظریفی از دهلی تا عظیم آباد گاهی ملزم و محجوب نشده ام. الا از لولیکه هرگز سلیقهٔ خود آرائی و شعور سخن سرائی نداشت الزام خوردم که روزی در مجلس مجمع ظرفا بود من از سخنهای لطیف و بذله های ظریف حاضران را منبسط می ساختم و از خوش طبعی ارباب نشاط که در آن مجلس حاضر بودند و آماده حاضر جوابی در حرف و حکایت منفعل می نمودم ناگاه یکی از ین گروه که در بذله شعوری مشهور بود وارد شد چون برلب فرش آمد خواست تا جفت پاپوش از پا دور کرده در مجلس درآید اتفاقا یک کفش او بدامنش آویخته شده از ناداستگی آن بر فرش آمد من از راه خندگی و ستم ظریفی بجانب حاضران اشاره کرده گفتم که یاران ببینید بی صاحب هرگاه در مجلس می آیند جفت خود را جدا نمیکنند همراه می آرند او بحدی محجوب شده بدیهه دست بسته عرض کرد که راست، احوال کنیز ک همین است، لیکن صاحب وقتیکه در محفل

رونق افزائی شوند بفت خود را حوالۂ خدمتگاران و خواصان نموده می آیند۔ انصاف ضرور است کہ حق بجانب کیست بہ استماع این جواب بحد خجل و شرمسار شدم و ہیچ سخن در جواب تو انستم گفت، لیکن، از روی منصفی بر بدیہہ گوئی وی آفریں کردم و بر قصور خود معترف شدم۔ اصلش از شاہجہان آباد است از حادثۂ مکحول شدن احمد شاہ کہ از بسبب ناحق شناسی امرای ناعاقبت اندیش رو داده و تفرقہ فرار کہ بر اہل آندیار از آمد آمد شاہ درانی افتادہ، ترک خانمان نموده در بلدۂ عظیم آباد رسیده، ابالی آنجا از کمال قدر شناسی وجود آنرا از مغتنمات دانستہ بہ تفقد احوالش پرداختند تا آن کہ در سرکار ناظم آن وقت اقتدار کلی بہم رسانید و از کمالیکہ داشت مرجع خاص و عام آنمقام گردید۔ الغرض تا کہ زنده بود بخوبی میبود و پنجسال پیش ازین راہ عدم پیمود۔ در ہمیوں شہر مدفون شد۔ غزل فارسی ہم خوب می گفت اما در زبان ریختہ مہارت کلی داشت۔ دیوان ریختہ وی مشہور است۔ در اوائل مشق سخن بخدمت قزلباش خاں، امید کرده، آخر خود از جودت طبیعت و کثرت مشق در ین فن استاد بر آمده۔ از وست:

یار اگر جفا کرے چاہیے دل وفا کرے — وہ نہ کرے تو کیا کرے تو کیا کرے

کوچۂ یار پاک ہو جان اگر ہلاک ہو — کاش یہ جسم خاک ہو شام و سحر اڑا کرے

ڈوبے شتاب کشتیٔ الفت خدا کرے — چشموں سے میری کہ تئیں دریا بہا کرے

معلوم تب ہوئی بلبل کی بیکسی — صیاد کو قفس میں کوئی گر جفا کرے

شکوہ تیرے ستم کا کوئی تجھ سے کیا کرے — تو اپنا ہی فریفتہ ہووے خدا کرے

کاہے کو بیقرار تو رہتا ہے اے فغاں — مشکل کشا علی تری مشکل روا کرے

یہ فن کسی کو نہیں آتا جو دل میں راہ کرے — فغاں ہم اس کو تصدق ہیں جو نباہ کرے

ہمیں چھوڑ مت جائیو سیل اشک — ترے ساتھ ہم بھی نہ بہ جائیں گے

شکوہ جو تو کرے ہے میرے اشک سرخ کا — کب آستیں تری میرے لہو سے بھر گئی

اس قافلے کے بیچ صدائے جرس نہیں — جاتے ہیں سیل اشک عجب کارواں لیے

دل میں یوں تھا کہ نہ جاوے ترے کوچے سے فغاں — کیا کریں یار خدا تجھ سے جدا رکھتا ہے

قاصد تو نامراد پھرا کوئے یار سے — غفلت مجھے ہوئی دل امیدوار سے

کفر کو اسلام سے اے شیخ بیگانہ نہ جان — ہے تری تسبیح سے رشتہ مری زنار کو

کس طرح جلی شمع سحرگاہ نہ پوچھو — احوال دل سوختگاں آہ نہ پوچھو

فغاں میں ذرا سنا شاید کہیں اہل ترا دل ہو — خدا آساں کرے بندے کی محبت سخت مشکل ہے

اے شیخ اگر کفر سے اسلام جدا ہو ۔۔۔ پس چاہیے تسبیح میں زنار نہ ہوتا

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بدنام ۔۔۔ سنتے تھے فغاں جس کو سو آج ہی نظر آیا

۱۶۴/۱۷۲ مرزا محمد علی فدوی تخلص، اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ دارد چنداست کہ در صفحۂ قرطاس گنجد۔ جوانیست لطیف طبع و ظریف وضع جناب اقدس الٰہی ظاہرش را بکمال خوبی آراستہ و در باطنش ذخیرۂ صنائع آمادہ ساختہ۔ علاوت شیریں زبانی او کام و دہان مستمعان را بہرہ مند میسازد و طلاقت خوش بیانی وی فصحای سخنوران را در حیرت می اندازد۔ استادان این فن رو بروی زباں آوری او حلقۂ قدویت در گوش نہادہ و سابقان وادی سخن در جستجوی مرتبۂ ہمزبانیش حیران شدہ و غاشیۂ شیوخیت بر دوش کشیدہ۔ وطن اصلی وی دہلیست، از آنجا بتلاش روزگار برآمدہ مدتی در لکھنؤ و فیض آباد درک صحبت اساتذہ نمودہ۔ دریں ولا در خدمت شاہ گمسینا عشق در عظیم آباد بسر می برد۔ و طالبان این فن را بمرتبۂ کمال میرساند۔ الحق در مثل بندی ضرب المثل است و در مضمون یابی بیمثل۔ از مؤلف کمال محبت دارد۔ وقت قیام عظیم آباد اکثر ملاقات میشد۔ اینچند اشعار نتائج طبع اوست:

دل تڑپتا ہے صبح و شام پڑا ۔۔۔ یا الٰہی یہ کس سے کام پڑا

ناتوانی مدد کر اے اتنی ۔۔۔ تیرے در پر رہوں مدام پڑا

رنگ غنچہ دل صد چاک صبح و شام ہوتا ہے ۔۔۔ تری آگے ہنسی ہے یہ ہمارا کام ہوتا ہے

ایسے ہیں تری ہمنشیں ایک اس طرف ایک طرف ۔۔۔ جیسے کرامات کاتبیں ایک اس طرف ایک اس طرف

زلفوں سے دل کیوں کر ترے بیوجہ اس کی فکر ہو ۔۔۔ غارتگر دنیا و دیں ایک اس طرف ایک اس طرف

گورہ گذر ہے یار یہ تک ٹھہر جا آخر یہاں ۔۔۔ پھر تو کہیں اور میں کہیں ایک اس طرف ایک اس طرف

ہستی اسی قدر ہے کسی کو خبر نہیں ۔۔۔ مثل شرار ادھر نظر آیا ادھر نہیں

درد دل قابل بیان نہیں ۔۔۔ ورنہ کس کو میاں زبان نہیں

لگی کو دل کی دل ہی جانے ہے ۔۔۔ چوٹ کا اس کی کچھ نشان نہیں

ہاتھ وہ ہے جس نے پہنچے کچھ کسی کے ہاتھ میں ۔۔۔ ورنہ خالی ہاتھ سے بہتر ہے خالی آستیں

میں زلف و رخ کو تیرے دیکھا ہوں دل اپنا ۔۔۔ یہ اب سیاہ کر اس کو یا سفید کر دے

تفاوت پڑ گیا ملنے میں کیوں پیارے سبب کیا ہے ۔۔۔ تو ہی انصاف کر دل میں کہ جب کیا تھا اور اب کیا ہے

قضا ہی آوے یا میرا وہ گلعذار آوے ۔۔۔ خداوندا کچھ ایسا کر مجھے جس میں قرار آوے

زخم دل بے حد ہیں ظالم اور مت بیداد کر ۔۔۔ ہم سے کس منہ سے ملے ہے اپنی باتیں یاد کر

اس طرح داغ کو ہو میری جگر سے پیوند — مردمک کھیتی ہیں جوں دیدۂ تر سے پیوند

آغوش میں ہم اپنے مہتاب دیکھتے ہیں — یارب یہ واقعی ہو، یا خواب دیکھتے ہیں

کام یاں اس سے ہے جس سے کام اٹکا نہیں — منہ میں اس کا نام ہے اور نام اٹکا نہیں

ناتوانی نے منغص عیش یاں تک کر دیا — ہاتھ میں بھی اب نہ خالی جام اٹکا نہیں

بس اب تیری تاثیر اے آہ دیکھی — نہ آیا وہ ظالم بہت راہ دیکھی

خوبرو کب کسی سے ڈرتے ہیں — جو یہ کرتے ہیں خوب کرتے ہیں

جب کبھی کچھ کہیں ہیں ہم آکر — آپ کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں

ہیں ہماری یہ کھیل کھیلے ہوئے — جو جو گل پھول سب کترتے ہیں

نقش برآب زندگانی ہے — یار اس پر عبث ابھرتے ہیں

گل پژمردہ کی طرح فردوسی — کیا پریشان دن گزرتے ہیں

چمن دہر میں ہیں کہنے کو — نہ تو جیتے ہیں نہ تو مرتے ہیں

رشک داغ جگر لالہ بدن اپنا ہے — چشم چشم سے شاداب چمن اپنا ہے

جوں نگیں ہم بھی کسی ملک کے تھے نامی اب — جس جگہ بیٹھ گئے وہ ہی وطن اپنا ہے

کہنے کو کہا ہزار جی میں — آخر رہی جی کی یار جی میں

مانند برق ایک جھلک بس دکھا چلے — بجلی ہی ہم پہ پڑنی تھی کیا آئے کیا چلے

گلے لگتے ہی ہمیں رات چلی جاتی ہے — اب تلک تیری وہی بات چلی جاتی ہے

کبھی گل رخوں کے جو ہم رہے ہیں — تو ہم چشم تر مثل شبنم رہے ہیں

ہمیں کیا چمن کی بہار و خزاں سے — نہ وہ دل رہا ہے نہ وہ ہم رہے ہیں

ہو گیا روز انتظار آخر — تو ذرا اپنی ہی کی نہ، یار آخر

رشک فزائے مہر ہے سینۂ داغ داغ ہے — قطرۂ اشک یہ مرا گوہر شب چراغ ہے

بس ابر میں آفتاب کب تک — منہ کھول کہیں، حباب کب تک

پیمانۂ عمر بھر چکا ہے — اے دل ہوس شراب کب تک

کیوں یار کوئی نگہ ادھر بھی — یہ صاف ہمیں جواب کب تک

ہو منتظر جمال عالم ــــــ بیدار ہو یا خواب کب تک
کون ایسا بتنگ تھا آگ ــــــ یہی دنیا کا ڈھنگ تھا آگ
آئنہ کر دیا نظر نے تری ــــــ ورنہ کیا تھا یہ سنگ تھا آگ
دل، ڈبویا چشم پر نم نے تجھ ــــــ کیا رکھا تھا اسیلِ ہم نے تجھ
آذریں ہیں دونوں کو فرد غرض ــــــ غم کو کھایا تو نے اس غم نے تجھ
بالفرض اپنے پاس رہے تم تو کیا رہے ــــــ روٹھے رہے، اداس رہے، نت خفا رہے
رہنے کو جب کہیں ہیں کہو ہو بلا رہے ــــــ ہم بھی جو یوں ہیں بولیں تو پھر یار کیا رہے
دل پر داغ کی دولت ہے نت گلزار پہلو میں ــــــ جگر تیری ہی خالی ہے قسم ہے یار پہلو میں
کسی کروٹ نہیں آرام اس کو آہ سوزاں سے ــــــ کباب سیخ ہے یہ یا دل افگار پہلو میں
کیا یاد ہم کریں گے ملاقات رات کی ــــــ آیا، پھرا، چلا، نہ وہ بیٹھا نہ بات کی
مرجاں کی طرح نخل سے اپنی امید بس ــــــ پھل کی نہ پھول کی نہ کلی کی نہ پات کی
دل نگاہوں سے یہ کس کی آہ تیر آمیز ہے ــــــ ہر شب اسکو بیکلی کر روز رستاخیز ہے
ملے جاتے ہیں وہی خواہی نخواہی اب تک ــــــ ہم ہی سے ہیں کہ میاں تجھ سے نباہی اب تک
یار کی آنکھ کو کس طرح سے مانوں سچ ہے ــــــ دل تو دیتا ہی نہیں مجھ کو گوائی اب تک
تھم گئے اشک دعا دیں ہیں آنکھیں ورنہ ــــــ نظر آتی یہ سفیدی سیاہی اب تک
نامہ تو گلی میں ہو مرا چاک اڑے ہے ــــــ تو مجھ سے عبث اوبت بیباک اڑے ہے
جوں شیشۂ ساعت ہے مرا کلبۂ احزاں ــــــ بن یار شب و روز یہاں خاک اڑے ہے
ناحق مجھے کرے ہے بدنام زندگانی ــــــ تو ہی نہیں تو ایسی کس کام زندگانی
اس رشک مہر و مہ کی، دولت مثال شبنم ــــــ ہر صبح موت ہے یاں ہر شام زندگانی
قتل کر خوف تو قاتل نہ تجھے ہے نہ مجھے ــــــ دیر پھر کا ہے کی مشکل نہ تجھے ہے نہ مجھے
آج کی آج سمجھ کل کی خدا جانے دل ــــــ آگہی اس کی تو غافل نہ تجھے ہے نہ مجھے
ان دنوں پوچھو مت مکاں کہیں ــــــ قالب اپنا کہیں ہے جان کہیں
تین تیرہ کیا فلک نے آہ ــــــ دل کہیں، جاں کہیں مکاں کہیں

ایسے دل کو بھی ہم تمہیں سو لو اے فندوی — لگ چلا ہے یہ جو نگاہ سے
سو لو سو مت تو اس کی باتوں پر — دیکھ فندوی وہ دل ترا ہے
بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا — پھر اس کافر نے سوتوں کو جگایا
کہو یاروں کو اپنی راہ لیویں — رہے ہم تو ہمیں صحرا خوش آیا

غلط ہے دیدۂ تر سے جو ہم چشمی کرے شبنم — مرا رونا اگر دیکھے ابھی پانی بھرے شبنم
کون کہتا ہے نہیں کچھ فائدہ ہے داغ سے — گل نہیں ہے ہاتھ پر یہ اس کی دست آویز ہے
ایسے سے ملتے ہیں فندوی کچھ کہا جاتا نہیں — قہر ہے، طوفان ہے، بیداد ہے، خونریز ہے
امیدوں کی خبر کچھ تجھ کو اے صیاد رہتی ہے — عجب عالم رہے ہے یاں عجب فریاد رہتی ہے
بالفرض اپنے دل میں اگر ضبط آہ کی — صورت کوئی پھبے ہے مری جان، چاہ کی
آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی دل کو اڑا گیا — اے چشم کچھ ادھر کو بھی تو نگاہ کی
یارب تو خیر کیجیو فندوی کہیں نہ ہو — آواز کیسی آتی ہے یہ آہ آہ کی
یہ سیل اشک ہے، کوئی گھر رہے نہ رہے — ہماری بات رہے، چشم تر رہے نہ رہے
ایک تیرا خیال باقی ہے — ورنہ کچھ مجھ میں حال باقی ہے
اس چمن میں کون یارب زمزمہ پرداز ہے — یہ تو کچھ کانوں سے اپنے آشنا آواز ہے
کیا خاک اثر اس کو مری آہ کرے — ہر روز جو مدعی بدراہ کرے
جو کوئی برا چاہے کسی کا فندوی — اس کا بھی وہی حال ہو اللہ کرے
یارو ملو اب کوئی کسی سے کس طور — منصف تمہیں ہو کہ دل میں اپنے کرو غور
جوں آئینہ کس کام یہ حیرانی رکھی — منہ پر کچھ اور پیٹھ پیچھے کچھ اور
خلقت کاٹے ہے رات ساری رو کر — اک ہم ہی کرے ہیں صبح اپنی رو کر
ناحق کی بیت ہی کو بسائی فندوی — اس دل کا برا ہو، اس نے عاشق ہو کر

۵۴/۱۷۴۳ مرزا الف بیگ۔ فرصت جوانیست تازہ فکرت و صاحب طبیعت بنی دانم کہ مولد (او) کجا است از چند گاہ اہل و عیالش در آل آباد اند۔ وی در تلاش بایستاج در اطراف سیاحتی کند و چرخ دوار او را این قدر فرصت نمی دہد کہ چند نشیند و سامان مضامین رنگا رنگ بدام الفاظ رنگین در آرد۔ اشعار خود را در خدمت مولانا محزوں و جنوں گذرانیدہ۔ ایں چند اشعار

ترا دیدۂ خانہ اوست :

عجب طرح سے شب ہجر یار گزری ہے
کہ اپنی زیست بھی خاطر پہ بار گزری ہے

تری گلی میں جسے گرد باد کہتے ہیں
کبھی کبھی وہ ہمارا غبار گزری ہے

پایا لعل ذ ترے ہونٹوں سا نگ سرخ
یاقوت کس شمار میں ہے ایک سنگ سرخ

ساقی گھٹا بھی امڈی، بجلی بھی دیکھ چکی
دے مے تجھے قسم ہے اس میری چشم نم کی

تلوار کھینچ قاتل جب سر پہ میرے آیا
مرنے کی آرزو سے گردن میں اپنی خم کی

فرمایا تب بیان ذکر اے کشتۂ محبت
مہلت ہے ایک ساعت کہ شرح اپنے غم کی

تب میں کہا کہ یہ غم وہ غم ہے جس کو لکھتے
کاغذ کی چھاتی پھٹ گئی کٹ گئی زبان قلم کی

پھر میں تمام کیوں کر اس درد کو سناؤں
دل میں ہزار باتیں فرصت ہے ایک دم کی

بعد اے ستمگر و بزم طرب میں تو جو آتا ہے
کوئی پروانہ ساں صدقے کوئی قربان جاتا ہے

بلائے جان ہے مجروح پر یہ خندۂ نمکیں
نمک جھڑکے ہے زخم دل پہ جب تو مسکراتا ہے

ترے اس لب کی کیفیت کو جا کہتا ہے مستوں کی
تو کیوں اس شیشۂ غم کو پھر نہ لگاتا ہے

پھنسا ہے دل مرا زلفوں میں شاید
تو اے ظالم ستانا کو گیا ہے

بنا تجھ کو کوئی دست بریدہ
یا اپنے حق میں کانٹے بو گیا ہے

غم میں پرواز کی جی اس سے بچایا نہ گیا
صبح تک کچھ بھی اثر شمع کا پایا نہ گیا

گو کہ ہم گرم سفر پر نہ وطن کو پہنچے
سنگ میں جوں شرر جستہ سے آیا نہ گیا

کیا کوئی تجھ سے پھر امید وفا کی رکھے
کون سا دل تری باتوں سے ستایا نہ گیا

ایک فرصت ہے جو کل سے ترے کوچے میں ملی
جائے رقت ہے کہ اب تک بھی اٹھایا نہ گیا

جب مرے در سے اٹھ کے جائیے گا
پھر کہیں بیٹھنے نہ پائیے گا

غیر کی ہیں غبار خاطر ہم
آپ خاطر میں کچھ نہ لائیے گا

دل کی تسکیں تو کر مرے صاحب
باتیں یہ آپ کیا بنائیے گا

وعدہ ہی میں کڑھیں نت شب و روز
کہیے سچ، کون سے دن آئیے گا

ہم نے مانا کہ آپ یوسف ہیں
بس کہاں تک کنوئیں جھکائیے گا

ایسے دل کو بھی ہم سمجھیں ہیولا ہے ۔۔۔ لگ چلا ہے یہ جو لگا لو ہے

بھولیو مت تو اس کی باتوں پر ۔۔۔ دیکھ فدوی وہ دل ترا لو ہے

بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا ۔۔۔ پھر اس کافر نے سوتوں کو جگایا

کہو یاروں کو اپنی راہ لیویں ۔۔۔ رہے ہم تو ہمیں صحرا خوش آیا

غلط ہے دیدۂ تر سے جو ہم چشمی کرے شبنم ۔۔۔ مرا رونا اگر دیکھے ابھی پانی بھرے شبنم

کون کہتا ہے نہیں کچھ فائدہ ہے داغ سے ۔۔۔ گل نہیں ہے ہاتھ پر یہ اس کی دست آویز ہے

ایسے سے ملتے ہیں فدوی کچھ کہا جاتا نہیں ۔۔۔ قہر ہے، طوفان ہے، بیداد ہے، خونریز ہے

اسیروں کی خبر کچھ تجھ کو اے صیاد ہے کی ۔۔۔ عجب عالم رہے ہے یاں عجب فریاد رہتی ہے

بالفرض اپنے دل میں اگر ضبط آہ کی ۔۔۔ صورت کوئی چھپے ہے مری جان، چاہ کی

آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی دل کو اڑا گیا ۔۔۔ اے چشم کچھ ادھر کو بھی تو نگاہ کی

یارب تو خیر کیجیو فدوی کہیں نہ ہو ۔۔۔ آواز کیسی آتی ہے یہ آہ آہ کی

یہ سیل اشک ہے، کوئی گھر رہے نہ رہے ۔۔۔ ہماری بات رہے، چشم تر رہے نہ رہے

ایک تیرا خیال باقی ہے ۔۔۔ ورنہ کچھ مجھ میں حال باقی ہے

اس چمن میں کون یارب زمزمہ پرداز ہے ۔۔۔ یہ تو کچھ کانوں سے اپنے آشنا آواز ہے

کیا خاک اثر اس کو مری آہ کرے ۔۔۔ ہر روز جو مدعی بدراہ کرے

جو کوئی برا چاہے کسی کا فدوی ۔۔۔ اس کا بھی وہی حال ہو اللہ کرے

یارو ملو اب کوئی کسی سے کس طور ۔۔۔ منصف تمہیں ہو کر دل میں اپنے کرو غور

جوں آئینہ کس کام یہ حفاظ داری ۔۔۔ منہ پر کچھ اور، پیٹھ پیچھے کچھ اور

خلقت کاٹے ہے رات ساری سو کر ۔۔۔ اک ہم ہی کرے ہیں صبح اپنی رو کر

ناحق کی بپت جی کو بسائی فدوی ۔۔۔ اس دل کا برا ہوا، اس نے عاشق ہو کر

۵۴/۱۷۳ مرزا الف بیگ، فرصت جوانیست تازہ فکرت و صاحب طبیعت، نمی دانم کہ موطن (او) کجا است از چند و اہل و عیالش در اکبرآباد اند، و در تلاش معاش بہ احتیاج در اطراف سیاحت می کند، چرخ دوار او را این قدر فرصت نمی دہد کہ چند نشیند و سخنان مضامین زا در دام الفاظ رنگین در آرد۔ اشعار خود را در خدمت مولانا محزون و منون گذرانیدہ۔ این چند اشعار

ترا دیدۂ خامۂ اوست :

عجب طرح سے شب ہجر یار گزری ہے
کہ اپنی زیست بھی خاطر پہ بار گزری ہے

تری گلی میں جسے گرد باد کہتے ہیں
کبھی کبھی وہ ہمارا غبار گزری ہے

پایا لعل ذ ترے ہونٹوں سا نگ سرخ
یاقوت کس شمار میں ہے ایک سنگ سرخ

ساقی گھٹا بھی امڈی، بجلی بھی دیکھ چمکی
دے مے تجھے قسم ہے اس میری چشم نم کی

تلوار کھینچ قاتل جب سر پہ میرے آیا
مرزا کی آرزو سے گردن میں اپنی خم کی

فرمایا تب یہ ان ذکر اک کشتۂ محبت
مہلت ہے ایک ساعت کہ شرح اپنے غم کی

تب میں کہا کہ یہ غم وہ غم ہے جس کو لکھتے
کاغذ کی چھاتی پھٹ گئی کٹ گئی زباں قلم کی

پھر میں تمام کیوں کر اس درد کو سناؤں
دل میں ہزار باتیں فرصت ہے ایک دم کی

بسواے ستمگر و بزم طرب میں تو جو آتا ہے
کوئی پروانہ ساں صدقے کوئی قربان جاتا ہے

بلاے جان ہے مجروح پر یہ خندۂ نمکیں
نمک جھڑکے ہے زخم دل پہ جب تو مسکراتا ہے

ترا اس لب کی کیفیت کو جا کہتا ہے مستوں کی
تو کیوں اس شیشۂ غماز کو پھر منہ لگاتا ہے

پھنسا ہے دل مرا زلفوں میں شاید
تو اے ظالم ستانا کو گیا ہے

بنا تجھ کو کوئی دست بریدہ
یا اپنے حق میں کانٹے بو گیا ہے

غم میں پرواز کی جی اس سے بہایا نہ گیا
صبح تک کچھ بھی اثر شمع کا پایا نہ گیا

گو کہ ہم گرم سفر پر نہ وطن کو پہنچے
سنگ میں جوں شرر جستہ سے آیا نہ گیا

کیا کوئی تجھ سے پھر امید وفا کی رکھے
کون سا دل تری باتوں سے ستایا نہ گیا

ایک فرصت ہے جو کل سے ترے کوچے میں ملی
جاے رقت ہے کہ اب تک بھی اٹھایا نہ گیا

جب مرے در سے اٹھ کے جائیے گا
پھر کہیں بیٹھنے نہ پائیے گا

غیر کی ہیں غبار خاطر سم
آپ خاطر میں کچھ نہ لائیے گا

دل کی تسکیں تو کر مرا صاحب
باتیں یہ آپ کیا بنائیے گا

وعدہ ہی میں کٹی ہیں نت شب و روز
کہیے سچ، کون سے دن آئیے گا

ہم نے مانا کہ آپ یوسف ہیں
بس کہاں تک کنوئیں جھکائیے گا

جس سے کہتا ہمیشہ تھی فرصت — کہ کہیں دل نہ اب لگائیے گا
آج چہرے سے اڑ گیا ہے رنگ — ان کو کیا جا کے منہ دکھائیے گا
گل سے آج تیری ہو گیا ہے — مرے احوال پر بھی رو گیا ہے
غضب یہ ہے کبھی تو نے پوچھا — کہ دیوانے تجھ کو کیا ہو گیا ہے
خبر دل کی نہ لایا کوئی قاصد — وہیں کا ہو رہا ہے جو گیا ہے

۴۶/۱۷۴ شیخ فرحت اللہ فرحت تخلص مردی بود صاحب فطرت و بلند فکرت اشعار آبدارش زیب و صفای محافل شعرا و فرحت افزای دل احبا۔ ناد گاہش سواد بلدۂ فرخ آباد است از چندے در مرشد آباد بر فاقت بہادر علی خاں دارونۂ توپخانۂ ناظم بنگالہ بخوبی بسر می برد و چندے با علی ابراہیم خاں خلیل سلمہ اللہ تعالیٰ گذرانیدہ و در جمع تذکرۂ محافل الشعرا کہ از تالیفات خان مذکور است معین وی بودہ۔ گویند از مقتبسان انوار سراج الدین علی خاں آرزو بود۔ مضامین آبدار را پیوستہ جستجو می کرد۔ اشعار فارسی و ریختہ بسیار برجستہ و بدیہہ می گفت، و در ہر دو زبان گوہر معانی می سفت۔ دیوان فارسی و ہندی مرتب داشت۔ لیکن چوں بیش ازیں چند سال برحمت حق پیوست از اتفاقات دیوانہا و دیگر اسباب بدستِ نااہل چند افتاد، در معرض تلف آورد۔ ایں چند اشعار او کہ بر زبان دوستانش مذکور بود بقید سطور آوردہ۔

مت غلیواے طفل سرشک اپنے تو گھر سے — پالا ہے بغل میں تجھے کس خون جگر سے

آپ سا تو کوئی معشوق ستمگر دکھلا — یا کوئی مجھ سا بھلا عاشق دلبر دکھلا

کل آنکھ گھر مری کے طوفان کر گئی — گریے کی موج اس کی فلک پر گذر گئی

اے میری آہ تیری جوانی کا داغ ہے — دیکھا نہ منہ اثر کا تو افسوس مر گئی

جو کچھ کہے وہ شوخ سہا کیجیے اس سے — جس طور ہو کام اپنا لیا کیجیے اس سے

جب پاس وہ بیٹھے ہے تو یہ آوے ہے جی میں — اک عمر تلک یوں نہیں ملا کیجیے اس سے

مری آنکھیں ہیں یوں لبریز من لایزالی سے — کہ جیسے جام پُر ہو ہے شراب پرتگالی سے

کبھی وہ یاسمیں اندام میرے پاس سویا تھا — سو اب تک بوے گل آتی ہے ہر تار نہالی سے

پوچھنا کیفیت الفت دل پذیر سے — وہ طلب کرنا ہے گویا شیشۂ تصویر سے

آہ یہ کون سی ہے راہ کہ در پیش نظر — ہر قدم منزل مقصود سے مایوسی ہے

جوں اشک گرا ہوں میں پر گویا کی آنکھوں سے — لیکن مجھے دیکھے ہے وہ پیار کی آنکھوں سے

نہ درد دل پر باقی نہ آہ نہ فغاں ہو — اے سوز عشق سچ کہ تو ان دنوں کہاں ہو

چھوٹ جا شیشہ تو لینے کو طلب میں جائیو — دل اگر ٹوٹے تو اس کو کس طرف سے لائیو

ٹک مرے سینہ کو لگ جا اے جان جہاں — شعلۂ شوق کی آتش سے جلا جاتا ہوں

میں مر چکا ہوں پہ خوباں وہیں ستاتے ہیں — مرے مزار پہ آ گالیاں سناتے ہیں

ہماری عرض کو کرنے سے جھڑکیاں دینی — ہمیں سے ہیں جو تجھے پھر منہ لگاتے ہیں

گریہ و نالہ جو ہم شام و سحر کرتے ہیں — کچھ ترے دل میں بھی اے شوخ اثر کرتے ہیں

دیکھ کر نبض مری رات لگا کہنے طبیب — ہائے اس مرض کی بیمار تو کم جیتے ہیں

دل کو میرے جو لیا تو نے — ہائے ظالم یہ کیا کیا تو نے

آئے ہو جان صبح کو تم پر گلا بیاں — کرتے ہو آج ہم سے جو یہ بے حجابیاں

مرنے کے بعد گور میں بھی چونک چونک اٹھے — دیکھی جو تیری آنکھوں کی یہ نیم خوابیاں

عالم میں رسم عشق و محبت ہے ہر کہیں — پر اب تلک سنا نہیں جو اس قدر کہیں

اتنی ہے آرزو کہ میں چھپ کر کے ایک رات — رہوں تری گلی میں ذرا بیٹھ کر کہیں

۹۲/۱۷۵ قدوی لاہوری، فندقی مرزا بود سیاح جہاں گرد گلدار دل و در فن سخنوری کامل۔ در ایام حکومت نواب احمد خاں کر فرخ آباد مجمع شاعران و مرجع سخنوران بود وارد آں دیار شد و از زیادہ گوئی و بر خود غلطی کہ داشت از گرم بازاری میرزا رفیع سپند بنظر پسندیدہ ارادۂ مقابلہ می کرد و بر خلاف اسم و رسم خود در مجالس دو بدو با مرزا سخنہائی نالائق می گفت و در اشعار و ی دخلہائے نمایاں می کرد و خرد ہائے فاحش می گرفت و جواب غزلہائے سنگلاخ زمین کرر آفوراً بسلک نظم می سفت۔ مرزا و شاگردان مرزا بمشاہدۂ ایں حرکات در پے تحقیر وی شدند و زبان بہجو گوئی کشادہ زبانزدۂ خلق ساختند۔ آخر یارائے مقاومت قیام در خود نیافتہ باز بطرف وطن برگشت۔ گویند در اثنائے راہ بسمت وطن اصلی کشیدہ۔ تمام یوسف زلیخا و دیگر بنظم آوردہ بود و در آں داد سخنوری دادہ۔ لیکن از نظر مؤلف نگذشتہ است اینچند اشعار از وست:

کیا مزہ مجھ کو ملا عشق میں مر کر مرتے — جی گیا سر کو ترے پاؤں پہ دھر کر دھرتے

الفت ہر اہل بیت کی ایمان مان جان — تو اس قدر ہوا ہے کیوں ایخان جان جان

یا بو تراب کہتے ہیں اکثر بنا بنا — تسبیح خاک پاک کی انسان سان سان

نرگس کی طرح چشم ہے وا کف بر آں سیم و زر — لیتے ہیں حق سے حق کی ثنا خوان خوان خوان

بلیے تری وہ زلف کا کھلنا کہ تلک — کھینچے ہے میرے دل کو وہی آن آن آن

تماشا ہوا گر آئینے میں زنگار ہو پیدا — تحیر کے مکاں میں عکس روی یار ہو پیدا

اگر وہ دام جادو زلف کا یکبار کھل جاوے — طلسمات جہاں میں سحر کا اطوار ہو پیدا

تری جیب قبا گر کھلے یا قوت کا تکمہ — گریبان سحر سے مطلع انوار ہو پیدا

ترے گر مصحف رو پر کناری کا کھلے آنچل — طلائی رنگ کی تحریر مسطر وار ہو پیدا

کھلا بالوں میں یوں چمکیں ہیں تیرے عارض خنداں — کہ جوں ابر سیہ میں برق ہو سو بار ہو پیدا

کبھی منصور ہو جاویں مرا اس دل کی دھڑکت سن — انا الحق کا کروں دعویٰ تو سو سو دار ہو پیدا

جسے کچھ نقطۂ تحقیق سے پہنچے خبر فدوی — اسی کے دل میں عشق حیدر کرار ہو پیدا

گرمی سے عرق ہو گیا چلتے ہوئے اشک — آسایۂ مژگاں میں تنک بیٹھ کے دم لے

ناحق کی ہے تہمت کہ تو غیروں پہ ہے عاشق — گر تیرے سوا اور کو چاہے تو قسم لے

مژہ کی نوک سینے میں نگاہ یار ڈوبی — کہ جیسے بھال تو دی میں سری یکبار ڈوبی

نہیں ہے رنگ مہدی کا کف قاتل پہ یار دو — کسو کے خوں میں اس کی ہاتھ کی تلوار ڈوبی

کہاں ابرو تری قرباں کہ تیری نگہ دل میں — صفائی ہاتھ کی کیا صاف تا سفار ڈوبی

گر لیے گلعذار آنکھوں میں — گل لگے جیسے خار آنکھوں میں

غمزہ و عشوہ و کرشمہ و ناز — قہر ہیں ہر چہار آنکھوں میں

غیر کے وعدے پر وفا کرنا — ہم سے دار و مدار آنکھوں میں

گھورتا کیا ہے میں تو لالہ ہوں — کیا تو کھاتا گا یار آنکھوں میں

ہوتا ہے کوئی دل سے وہ دلدار فراموش — جوں میں بسے کیوں کہ ہو یکبار فراموش

اب کہاں جائیں تیرے مائل ہو — کچھ تو دل میں سمجھ کہ قائل ہو

بیوفا تو اگر کرم نہ کرے — زندگی عاشقوں کو مشکل ہو

تیغ ابرو کی تیری اے قاتل — کس کی طاقت ہے جو مقابل ہو

بویا ہوں تخم عشق، مرا دل زمین ہے — الفت کے کشت کار کے قابل زمین ہے

سب اہل جہاں پھرتے ہیں غمناک زمیں پر — اوقات کو کیا کاٹیے گا خاک زمیں پر

آنسو نہیں ہیں دیدۂ تر میں بھرے ہوئے
موتی ہیں آبدار صدف میں دھرے ہوئے

ابرو کہاں تو گوشۂ خاطر سے مت بھلا
فلکِ کنارِ قدم کو سہل کر دھرے ہوئے

خالی کہاں کو دل کی نشانی پر ایک بار
ترکش تری نگہ کے ہیں چاروں بھرے ہوئے

جو مرا آزار ہی مطلوب تھا
ایسے ملنے سے نہ ملنا خوب تھا

بچ گئے ورنہ شبِ ہجراں میں جان
زندگی کا کون سا اسلوب تھا

شوق اس کے دل کا کالی دی تو دی
تجھ کو کیا ناصح، مرا محبوب تھا

شاید اس بت کو کبھی گھر سے نکلتا دیکھا
ہر مسلماں کفِ افسوس کو ملتا دیکھا

اے فلک ساغرِ خورشید پہ نازاں مت ہو
ہم نے یہ دورِ خرابات میں چلتا دیکھا

شام سے تا بہ سحر شمع کو جلتے گذری
بیقراری سے جو پروانے کو جلتا دیکھا

تا قیامت رہے سرسبز بتوں کا یہ چمن
شجرِ خشک اسی باغ میں پھلتا دیکھا

کیا جگر ہے کہ کیا دل کو ہدف فدوی نے
تیر پہلو سے کہاں کے جو نکلتا دیکھا

اے باغباں نہ جائیو بلبل کو متصل
بیٹھی ہے کس مزے سے وہ اک گل کے متصل

الجھے ہوئے ہیں سیکڑوں دل اس کے پیچ میں
اے شانۂ مت تو جائیو کاکل کے متصل

یا شاہ میں بھی مرقدِ عالی پہ یوں رہوں
قنبر رہے تھے جس طرح دلدل سے متصل

ہر تیغ نگہ سے تو کرے وار فلک پر
چلتی ہے فرشتوں میں یہ تلوار فلک پر

کھولی ہے کہیں زلفِ سیہ فام کسی نے
آتی ہے نظر دن کو شبِ تار فلک پر

دیکھا ہے کہیں گوشۂ ابروئے محمد
ہیں قوسِ قزح تب سے نگونسار فلک پر

فدوی دلِ پر درد کی آہیں نہ لیا کر
ہوتا ہے قیامت کا دھواندھار فلک پر

یہ سرو نہیں باغ میں ہے آہ کسی کی
نرگس نہیں تکتا ہے چمن راہ کسی کی

چوں مثنوی شیدا کہ در ہجو وی گفتہ خالی از لطافت نبود، ہمرہ ادرسلک تحریر کشیدم۔

۱۴/۱۷۶ میرزا فدا علی، فدا تخلص جوانیست لسان وخوش بیان، از فدائیان مرزا فدوی است، در وقت ورود عظیم آباد برای ملاقات آمدہ بود۔ چند اشعار خود برای ہدیہ آوردہ:۔

کس کو ہے باغباں تری گلزار سے غرض
یاں تو ہے اپنے یار کی رخسار سے غرض

نیساں ہے کام تیرا، صدف کس کو ہے یہاں — رکھتے ہیں ہم تو چشم گہر بار سے غرض
دیکھے سے لب ہلال کو تسکین ہوا ہے — ہو جس کو تیرا ابرو و خمدار سے غرض
تیری نگہ کی تیغ سوا اپنی اے میاں — نکلے ہے کوئی غیر کی تلوار سے غرض
مت پوچھ اے فدا یہ دل و چشم کے لیے — اکثر پڑی تھی ایسے ستمگار سے غرض

دل کے ہاتھوں ہو گئے ناچار ہم — ورنہ اتنے بھی نہ تھے اے یار ہم
دل نہ دیتا اے فدا ہرگز کبھو — گر سمجھتے عاشق دشوار ہم

۱۰۷/۴ میرزا امر تھنی قلی خاں، فراق تخلص مرد سپاہی پیشہ بود مضامین فراق و معانی اشتیاق را بطور تازہ بسلک نظم می آرد و ست:

تماشا اس چمن کا کس کے دل کو شاد کرتا ہے — کہ یاں یک لب تبسم غنچے کو برباد کرتا ہے
اسیروں کی قسم تجھ کو صبا، سچ کہہ کہ گلشن میں — کوئی ان ہمنواؤں میں ہمیں بھی یاد کرتا ہے

۱۰۸/۴۴ فضائل علی خاں، فضائل تخلص، شاہجہاں آبادی جوانی بود، جمع فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ از عمدہ ہای عہد محمد شاہ مصاحبان نواب عمدۃ الملک امیر خاں بہادر در دہلی ناگاہ عشق لولی بر سلطان دلش تاخت و پابند نداں محبت و محنت ہم و الم ساخت: لاجرم شیفتۂ جمال آشفتہ، غنج و دلال آں پری تمثال شدہ مجنون وار متاع ننگ و ناموس را بتاراج سپاہ نظارۂ چشم آں لیلیٰ ماہ رخسار داد و فرہاد وار منتظر صبر شکیب را بقمار محبت آں شیریں رنگین دل در باختہ لیل و نہار مانند ابر بہار اشک باریدن آغاز کرد اتفاقاً نواب از حضور بصوبہ داری الہ آباد مشرف اندوز شدہ جدائی او خود گوارا نکردہ او را از سرشتۂ الفت بہمراہی خود برگرفت۔ خان موصوف کہ شیشۂ ہوش و شکیبائی را در فرط عشق آں بت ستمگر سر سر ساکردہ بود چوں از دیدار یار محروم گشت، در عجب بلای ہجراں افتاد۔ با دل زار و چشم اشکبار بدیار خود نشست۔ و جامۂ خود آرائی و خودداری را از من چاک کردہ آخر بمقتضائے:

راز عشقت گر بداند ہر کسے از من بداں — من نمی گویم و لیکن چہرہ پیدا می کند
آتش دل را نہاں میدارم اما پیش خلق — آب چشمم می رود پیوستہ رسوا می کند

طشت رسوائیش از بام افتاد و صدائے آوارگیش بگوش خاص و عام داد۔ نواب غم خوار عشاق کہ چاشنی عشق و آشفتگی خود ہم چشیدہ بود چوں ازیں ماجرا مطلع شدہ در صدد دلداری و غمگساری او کمر سعی بر میان بستہ خواست کہ تا از ناخن تدبیر عقدۂ مشکلش بکشاید۔ ہر چند مرہم ملامت بر سینۂ او نہاد ہرگز اثر پذیر رو بہ التیام نیاورد، بلکہ بقول جامی:

غم عشق از ملامت تازہ گردد — ازیں نوعا بلند آوازہ گردد

ملامت صیقل زنگار عشق است — ملامت شحنۂ بازار عشق است

آشفتگی و آوارگی و ناز یکبارگی کشید و آتش عشق در کانون سینہ اش اشتعال گرفت۔ عاقبت الامر محبت فرد نشاندن این آتش کہ خانہ سوز عالم شدہ بود عمل در گفتار بزرگان نمودہ:

آنرا کہ فتند چنین بلائے — درآنکہ کند نہ خود دوائے

شرط است رہ سفر گزیدن — یا مہرتے دگر گرفتن

لیکن چوں شق اول دشوار بود چہرہ بر نواب جدائی یک لحہ وی ناگوار نمودے فرمود کہ تا از شاہدان پری رو (و) از نازنینان خوشخو مجلسے بیارایند۔ چوں مجلسے از پریرویان جادو نگاہ آراستہ شد نواب بہر یکی اشارہ نمود کہ وحشی دل این رمیدہ را بدام زلف دستگیر کنند و (بہ) تیر نگاہ این طائر بر اوج غم پریدہ را نخچیر سازند۔ الغرض چوں مجلس عشوہ گری و خود آرائی گرم گردید یکی از آن ہوشان سحر پرداز بکمند محبت او را بجانب خود کشید و آن وحشی رمیدہ را رام خود گردانید۔ پس دور بجام محبت بادۂ الفت حسن یکدیگر بے بمدارا فرود کہ عاشق اعنان صبر شکیب از دست ربود۔ خان موصوف مدہوش شدہ سر بزانوی آن پریرو نہاد و بخواب غفلت فرو رفت درآن بیہوشی معشوقۂ اولیں را بخواب دید کہ باد دراز زبان شکوہ دراز کردہ شکایت فراموشی نمایند و احوال بیقراری خود بیان میسازد مضطرب از آن غفلت برخاست: ناگاہ کسے گفت کہ قاصد در ایستادہ است و رخصت آمدن می خواہد چوں حکم آمدن دادہ آمد نامۂ معشوقۂ اول را بدستش داد کہ مشتمل بر آن مضمون بود کہ فی الحال در خواب می دید۔ خانموصوف این مضمون رنگین را در مثنوی بآئین دلنشین نظم کردہ و داد شیریں بیانی دادہ۔ وقت تحریر تمام مثنوی، با خود بود مگر چند اشعار کہ از ایام خردسالی بر لوح می نگارد:

خدا بھی سنا ہی کہ محبوب ہی — اگر ہاتھ آوے تو کیا خوب ہی

اکیلا اسر پاؤں نا ہی کٹھن — کہ جس کو بھی عاشق ہوی پنجتن

یہاں عقل کا کام فرمانہ توں — کہ ہی اس طریقت کا راہی جنوں

سنو دوستاں ایک قصہ کہوں — کہ جی ناک آیا ہی کبتک رہوں

مجھے سرو قدوں سیتی شوق تھا — چو قمری گل عشق کا طوق تھا

بہت گلرخوں سیتی ملتا تھا میں — پہ مو بلبل ہزاروں میں پلتا تھا میں

سمجھتا نہ تھا میں برہ کی صدا — مجھے چھوڑنے کی نہ تھی خوش ادا

محبت میں مجھ کو نہ تھا امتیاز — نہ سمجھا کہ محمود ہوں یا ایاز

نہ جانا تھا اس قعر دریا کی راہ — نہ بوجھا کہ کشتی یہ ہوگی تباہ

فلک کی میں گردش سو واقف نہ تھا — سنی تھی نہ میں نے برہ کی کتھا

جدائی سب مجھ کو مساوات تھی — ولیکن عمل میں نہ یہ بات تھی
قضا ذہن مجھ اس قدر دکھ دیا — کہ آخر چراغ خوشی گل کیا
ستارہ نہ جانوں کہ کیا نحس تھا — کیا مجھ کو اس ماہ رو سے جدا
میں جانا تھا دل ہے بڑا قلب کوٹ — اثر کیا کریگی یہاں ایسی چوٹ
نہ سمجھا کہ یہ چوٹ خالی نہ جائے — ہزاروں قلعے سے سنبھالی نہ جائے
نہ ہووے یہ بندوق اور رہکلا — نرالا ہے اس فوج کا مرحلہ
یہاں دوڑتے ہینگے بیروں کے بیر — یہاں چھوٹتے ہینگے پلکوں کے تیر
یہاں تو ڈسے زلف کی ناگنی — نہ ہرگز یہاں بھاگنے سے بنی
یہاں ہوتے چھاتی میں آزار سل — یہاں آب ہوتے ہیں ہر سنگدل
یہاں اونچی چولی میں اٹکے ہے دل — یہاں نیچو بندوں میں لٹکے ہے دل
یہاں عید قربان دن رات ہے — یہاں ذبح کرڈالنا بات ہے
قیامت یہاں مسکرانا تنک — غضب ہے یہاں چوڑیوں کی جھنک
یہاں تو لٹک چال میں جی لگے — یہاں ایک سسکی میں سسکی لگے

دربیان احوال خود:

میں مدت سے جسکی رفاقت میں تھا — ہوا تھا اسی کی سبب سے جدا
سوان ذمرد حال کو دیکھ کر — کہا سچ کہو کیا تمہاری خبر
حقیقت چھپاؤ نہیں یار سے — مفصل کہو تم ہمیں پیار سے
غرض ایسی باتوں میں کامل تھا وہ — محبت کے لوگوں میں شامل تھا وہ
ہوا اس مرض کا سو وہ یوں طبیب — کیے ان نے پیدا بہت سے حبیب
کوئی ماہ رو اور کوئی مشتری — کوئی ابجھرا اور کوئی پری
کوئی برق جوں جھلملائی پھری — کوئی دل ربا آشنائی بھری
کوئی ریختہ گو کوئی شعر باز — کبیشر کوئی اور کوئی دلنواز
کوئی سادی چولی اوپر کھولے بال — کسی کو کوئی مارتی تھی رومال

کوئی دھلکد ھلکی اپنی کرتی تھی ٹھیک — کوئی پنچھی تھی سو پانوں کی پیک
کسی کے گلے بیچ سیلی پڑی — کسی کی عجب بن رہی تھی دھڑی
جمع کر کے ان کو دکھایا مجھے — بلا کر سبھوں کو بلایا مجھے
کہ اتنے میں چرچا ہوا کیف کا — گلابی پیالہ لے آگے دھرا
اشارت کی ان دایوں کو شتاب — کہ ان کو پلاؤ پیالہ شراب
انھوں کا کسی بھانت غم کم کرو — ان آنکھوں کا ہر طرح نم کم کرو
انھوں میں سراٹھا ایک شک پری — پکڑ شیشہ و بادہ دلبری
لگا ٹیک بیٹھی مرے پاس آ — بھالو جی پیالہ مرے ہاتھ کا
کرو تم پیالے سے انکار کم — تمہیں جس کی چاہو ہو اس کی قسم
پیالہ لے میں ہاتھ سے جب پیا — انھوں نے مجھے بھر کے بھر کر دیا
کہا کچھ تو اس میں سیتی تم پیو — جو جو ٹھا تمہارا ہے ہم کو دو
کر دگھونٹ کر دو کر تمیں اختیار — رہو بیٹھے کے بیٹھے امیدوار
اسی بات پر پھر پیالہ لیا — پیا کچھ تو میں نے کچھ ان کو دیا
اٹھی درمیاں سے تکلف کی بات — لگی ہونے باہم تلطف کی بات

در بیان خواب:۔

عجب خواب دیکھا میں اس خواب میں — ہوا جس سیتی پیچ اور تاب میں
ہوا تھا جنھوں سے میں اول جدا — سو کیا دیکھتا ہوں وہی دلربا
کہ جو چاہتی تھی مجھ دل سیتی — جدا میں ہوا اس سے مشکل سیتی
سو کہتی ہے یوں میرا دامن پکڑ — کہ چھوٹے ترے غم سے میرا جگر
شب و روز و زار و نالہ کام ہے — تیرا نام لینے سے آرام ہے
پھرے میرے یوسف تو کس کی لگی — تری چاہ میں میں ہوئی باؤلی
یہاں تو جو چاہے سو کر میرے ساتھ — قیامت کو دامن ترا میرے ہاتھ

در مقام بیداری از خواب و دادن قاصد مکتوب یار:

جو دیکھا لفافے پہ لکھا ہو یہ — کہ کھولو شتابی رہ کی گرہ
لکھا بعد یا جامع الفارقین — سلامت رہو قاتل الشاہدین
تمہاری خوشی سے یہاں خیر ہو — سدا ہجر کے باغ کی سیر ہو
بہت پھول لالا دکھائے مجھے — ترے ہجر میں کچھ نہ بھائے مجھے
سدا غم کی چوپڑ بچھا کر نحیف — رہ کو میں کرتی ہوں اپنا حریف
سو کچی ہی پڑتی ہے ہر چال میں — کئی جگ گئے بیت اس حال میں
نہ پوچھ جو تم اب تلک میری سار — جو جیتی ہوں میں اپنی قسمت کی مار
کہو کون ہے وہ جواہر مثال — بکس کہ بیری میں اے میرے لال
جو تم آکے دیکھو برہ کا قماش — کہ سر رنگ کیا کیا ہے کرتا تلاش
جو دیکھا تھا تم نگ سرخ و سفید — مرے تاج سر اب نہ رکھیو امید
مری من ہرن بوجھ کر جی کی بات — کر دشاخ آہو اور مت برات
جو ہارا ہو پھر غم اسے کیجیے — جو ماندہ ہو برہم اسے کیجیے
کروں کیا نکلتی نہیں جان ہے — کہ یہ میری غلطی کا تاوان ہے
زیادہ نہیں اس سے کچھ مدعا — یہی مدعا تھا لکھا والدعا

سوای این مثنوی بسمع شعر خان موصوف بسمع نرسیده.

۶/۱۷۹ شیخ فتح علی، فرخ از سادات بلدهٔ آماده است و کلامش طبع سامعان را فرح اندوز میسازد از دست:

اس قدر کیوں مجھ سے ہو ای ہوشاں نا آشنا — میں بھی تو آخر کسی دن تھا تمہارا آشنا

۴/۱۸۰ میر امام الدین فدا تخلص، ندانم که فدای کیست. این رباعی از و بسمع رسیده:

مری نظر میں ہیں سب تیری باتیں — یہ جانتے ہیں کہ ہیں دل مرا تری باتیں
تو بات بات میں ہوتا ہے مجھ سے آزردہ — یہی تو کچھ نہیں اے بیوفا تری باتیں

۱۴/۱۸۱ محمد قائم، قائم تخلص، کلامش قائم مقام سخنوران سابق است و اشعارش راحت بخش دل و دستان موافق متوطن شاه جهان آباد است. در اوائل مشق سخن بخدمت خواجه میر درد صاحب می نمود. بعد از آن با میرزا رفیع سلمه الله تعالی در خورد و در سلک شاگردانش در آمد. لطافت گفتارش از اشعارش ظاهر می شود:-

نیک و بد جو سمجھتے ہو کرنا ہو سو کر لے قائم ۔۔۔ پھر امید نہیں یہ کہ جواں ہو دیگا

ہم سے بے بال و پر اب جائیں کدھر کو صیاد ۔۔۔ کاش تو ذبح کیا ہوتا یا آزاد کیا

صحرا پہ گر جنوں مجھے لاوے عتاب میں ۔۔۔ کھینچوں ہر ایک خار کو پائے حساب میں

دل تو کہے سنے سے سمجھتا بھی ہو کوئی ۔۔۔ جو کچھ کہوں سو دیدۂ خانہ خراب کو

آج کے رونے میں دل ڈوب چلا تھا لیکن ۔۔۔ نالۂ دل نے رکھا مجھ کو خبردار بہت

شیخ مت مجھ کو ڈرا گور کا اندھیارے سے ۔۔۔ ہجر کی کالی ہیں میں نے تو شب تار بہت

قائم آتا ہے رحم مجھ کو جوانی پہ تری ۔۔۔ مر گئے ہیں اسی آزار سے بیمار بہت

یار کیوں بکتے ہو بے فائدہ مجھ سے جاؤ ۔۔۔ اتنی کہتے ہو مجھے اتنی اسے سمجھاؤ

وہ نہیں تو کہ تجھے غم ہو کسی عاشق کا ۔۔۔ یا جیے کوئی نصیبوں سیتی یا مر جاوے

میں سنا خلق تمہاری جو کمر کہتے ہیں ۔۔۔ تم بھی اس کا کہیں کچھ ذکر میاں سنتے ہو

میں دوانا ہوں سدا کا مجھ مت قید کرو ۔۔۔ جی نکل جاوے گا زنجیر کی جھنکار کیساتھ

جس وقت یہاں سے جاویں گے ہم ۔۔۔ پھر منہ نہ کہیں دکھاویں گے ہم

ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا ۔۔۔ تک دور سے دیکھ آویں گے ہم

جو چاہیے چاہ کا سر رشتہ ۔۔۔ جیتے ہیں تو کر دکھاویں گے ہم

۱۸۲/۵۸ شاہ قدرت اللہ قدرت تخلص در فن شاعری قدرت کمال دارد و در مضمون بندی فکرت لازوال. قادر قدرت قدر و قیمت سخن وی در چشم نقادان بازار سخنوری افزودہ و بقدرت زبان آوری بر قادر اندازان میدان فصاحت ابواب حیرت کشودہ وطن اصلی وی دہلی است، از برہمی اطوار روزگار و ناشناسی امرای آں دیار ترک زادبوم نمودہ در مرشد آباد وطن اختیار کردہ امتیاز کل بہر سانیدہ مولف وقت در و در مرشد آباد از و استدعا اشعار نمودہ چند ابیات طبعزاد بدست خود ارقام نمودہ ارسال کرد. از عوائق چند اتفاق تلاقی جسمانی نشد:

دل مہجور رہا اور حسرت پابوسی ہے ۔۔۔ دست امید ہے اور دامن مایوسی ہے

۱۸۳/۲ قدرے نمی دانم کہ کیست، لیکن شرش در نظر قدر شناسان قدر و منزلت دارد:

آئی ہو آج تو رہیو سجن رات کی رات ۔۔۔ لیلۃ القدر سی بہتر ہے ملاقات کی رات

۱۸۴/۶ قریں از مردم کشمیر طبع موزوں دارد و تلاش تازہ مضمون می نماید خوشہ چین حسرت لکھنویست و ہمقرین ادبی باشد از ہست:

پیارے بے وفا یا باوفا ہو　　غرض تم دل کے لینے میں بلا ہو

۱۸۵/۴ میر جیون، قربان جوانی بود سپاہی وجامع اوصاف نامتناہی صاحب سخن وکامل ایں فن نامبین شاگردان مرزا رفیع بود در بدیہہ گوئی وحاضر جوابی یکتا روزے در فیض آباد با دوستان خود اتفاقاً از سر راہی می گذشت ناگاہ در صف فوج انگریز کہ از طرفی آمد در افتادند آں ناکسا بعادت خود زبان بطعن کشادند وناسزا گفتن آغاز نہادند ایں گرفتاران بلائے ناگہانی ہر چند بعجز وزاری پیش آمدند وعذر نادانستگی درمیاں آوردند آں مغروران خود فراموش ہیچ بنماطر نیاوردند واز الحاح و منت پرواہ نکردند ناچار ایں مردان میدان غیرت عمل بقول دلیران باہمت نمودہ کہ گفتہ اند کہ جاں را قربان آبرو کن کہ با آبرو مردن بہ از بے آبرو زیستن است پس دست بقبضہ شدہ چندیں ہمتاں را طعمۂ شمشیر ساخت۔ آخر آب سنان سنگیں آں نامردان سنگیں دل گلوئے تشنہ شربت شہادتش را سیراب کرد۔ اینچند اشعار از وست:

یوں بند قبا کھل گئے جو آن مسیں گل کے　　کیا پھونک دیا تو نے صبا کان میں گل کے

۱۸۶/۴ قاسم دکھنی، قاسم مضامین رنگین است ونظم معانی تازہ وخوش آئین از وست:

دیکھ مجھ چہرۂ طلا کا رنگ　　اڑ گیا آج کہربا کا رنگ

۱۸۷/۴ قلندر تخلص قلندر بود وارستہ مذہب وآزاد مشرب نمی دانم از کجا است لیکن اشعار بسیار از و اشتہار دارد از انجملہ است:

زاہد ہوا ہے طالب غلماں قصور سے　　ورنہ مراد شوخ بھی کیا کم ہے حور سے

کیوں کر کہوں بہشت سے اسکی گلی کو کم　　یہ بات ہے بعید قلندر، شعور سے

۱۸۸/۱۸ شیخ برکت اللہ قرین ساکن یکے از قریات بنارس مرد ظریف ورنگیں دیار باش خوش آئیں، پیش ازیں برفاقت عم خود، فضل علی خاں منصب دار بنارس بشاہجہاں آباد رفتہ ودر آں مکان فردوس نشاں با سخنوراں قرین شد واز برکت صحبت شاں ذائقہ سخنگوئی یافتہ خصوص با انعام اللہ خاں یقین سالہا ہمنشیں گشتہ خود می گفت کہ روزے انعام اللہ یقین ایں غزل گفتہ در مجلس از تفاخر می خواند وی گفت کہ از شاعران زمانہ کیست کہ در مقابل ایں غزل غزلے بگوید ودریں میدان مردانہ بپوید۔ غزل اینست:

جہاں دل گم ہو وہاں کون جا سکتا ہے کیا قدرت　　خبر اُن یوسفوں کی کوئی لا سکتا ہے کیا قدرت

ہمارے شور سے مجنوں کی بھولی طرز نالے کی　　کوئی شیریں دہن پرنے بجا سکتا ہے کیا قدرت

یقیں تائید حق سے شعر کے میداں کا رستم ہے　　مقابل اس کے کوئی آج آسکتا ہے کیا قدرت

من غزل گفتہ در ہموں مجلس کہ مرکز طبع آزمائی بود خواندم وقرین تحسین سخنوراں گردیدم مطلع ومقطع آں اینست:

مرد سینہ سے تیرا عشق جا سکتا ہے کیا قدرت — کوئی لا دے کر دل سے داغ اٹھا سکتا ہے کیا قدرت
یقیں گو شیر کے میداں میں رستم ہے قریں لیکن — وہ شیر حق کے شیروں سے بر آ سکتا ہے کیا قدرت

نیز بیان می کرد کہ در دہلی ناگاہ شعلۂ عشق دختر شمع فروش خرمن صبر و تواں مرا بسوخت و پروانہ نمط آتش بیقراری در دل و جاں من افروخت مدتے چوں شمع می سوختم و بسان موم می گداختم۔ سرم باعث سرگرانیم بود و تنم سرتاپا از گرمی ہوائے محبت آں شمع رو شب و روز گدازی می شد ہر شب سرفروش شعارم بود و ہر سحر نخاکستر شدن امیدوار۔ در عین بیتابی وصال کہ پروانہ وار بسرش نثار بودم آں شمع محفل دلربائی از عرصۂ اجل خاموش شد و من چوں پروانۂ نیم سوختہ یا نیم جاں کہ داشتم از وصل او مایوس شدم۔ آتش بیقراری چوں در فانوس سینۂ من مشتعل شدہ بزرگوار ازیں غم و سوگواری خبردار شد لاچار مرا بسفر وطن اصرار نمود۔ چار ناچار راہ وطن گرفتم الغرض قریں محبوبۂ روزگار است۔ دریں ولا اشعار عجیب و غریب می گوید۔ ایں یک بیت وے کہ بر السنۂ طریقیاں مذکور است و مشہور از استماع آں طبع پریشاں بشگفتگی می آید:

اے زال ترا چرخ نوڑے نہ زمانے میں — اک سوت کی پول پر یوسف کی خریداری

لیکن ایں یک رباعی کہ وے می گفت من گفتہ ام پسند خاطر افتادہ است:

یارب کوئی اس عشق کا بیمار نہ ہووے — مر جاوے ولے اس کو یہ آزار نہ ہووے
زنداں میں پھنسے طوق پڑے قید میں مر جاوے — پر دام محبت میں گرفتار نہ ہووے

ایضاً از وست:

پھنسا دے ہر دل کو محبت کی زنجیر — قیامت بلا ہو ہر الفت کی زنجیر
کروں میں نہ زلفوں سے تیری یہ سودا — گلے کون ڈالے ملامت کی زنجیر

راجہ جیت سنگھ از راہ فیاضی دو روپیہ روز بوے مقرر کردہ بود چنانچہ از ایں رباعی فارسی کہ طرفہ مجموعہ دارد ظاہر میشود۔

خوش راجا بہادر بسنا یک مرد است — پیش کف او حاتم طائی گرد است
روزینۂ ما دو ناں ز خوان کرمش — جاریست چوں مہر ہر چہ گردم سرد است

اتفاقاً قاصدیان سرکار یک مرتبہ بند کردہ بود و ما اکثر اشعار در تعریف و اظہار احوال خود در آں وقت می گفت و پیش مصاحبان راجہ مذکور می خواند تا کسے واسطہ شود تا بر راجہ جز رساند۔ چوں گفتہ گفتہ تا بگوش وے رسید از ہمتیکہ بر آں مجبول بود حکم بحال آں موافق معمول کردہ داد، لیکن گردش زمانہ راجہ تواں کرد کہ در ہماں سال راجہ از ملک اخراج شدہ، و خرمنہاے آرزوے متوسلانش پامال گردیدہ، یک مستزاد از ان اشعار ایں وقت یاد آمدہ:

ہر چیت سنگھ اس وقت میں از مغتنمات — سمجھ ہر یہ بات
حق دیو دی جہاں میں اس کو جوں خضر حیات — باخوش اوقات
عالم جبیں تجھ سے ای سکندر طالع — لاکھوں ہم سر
پس میں رہوں تشنہ حیف، اب تیرے ہاتھ — دی آب حیات

۲/۱۸۹ شیخ عبد اللہ کامل از لطف الٰہی در فن شاعری کامل بود۔ از وست:

وہ مرا یہ ہمہ قاتل اس قدر خونریز ہے — کانپتا نکلے ہے جس کے ڈر سے یار و آفتاب

۸/۱۹ محمد حسین کلیم تخلص کلیم صور معانی و مقیم کوہ سخندانی طبع سلیم و ذہن مستقیم داشت، از وست:

نہ کچھ بر ا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا — تری ہی سر پر ای فرہاد جو ہوا سو ہوا

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو یہ مجنوں — کہیں اس طرف ویرانے کو ہوگا

۳۴/۱۹۱ میر علی شوق، کافر تخلص ظرافت طبع و نزاکت وضع او از تخلص ظاہر می شود مردی بود بسیار شوخ و شنگ در شیوۂ دوستی یکرنگ۔ پروردگار عالم جسم ویرا از خاک محبت آفریدہ بود ذائقہ طبعش بغیر چاشنی عشق لذت نبخشیدہ پیوستہ مفتون حسن گلرخان کافر زلف بتاں بود بمحبت رضا جوئی آمیزش ہندو بچگاں ماہر خسار اکثر سخنان کفر و صنم پرستی اظہار می نمود و احیاناً زنار در گلوی کرد۔ زادگاہش شاہجہان آباد است۔ ہمو نجا نشو و نما یافتہ و در خدمت میرزا مظہر استفادہ سخن نمودہ۔ در بدیہہ گوئی و حاضر جوابی بمثیل بود و چوں اشعار طرحی بدیہہ منظوم می ساخت۔ لہذا خود را کافر تخلص میگفت۔ آخر بسبب نارسائی زمانہ خود را از آنجا بسر بگلا کشید و در سرکار نواب عالی جاہ میر محمد قاسم مرحوم کہ قدر شناس سخنوران بود، اقدار کل بہم سانیدہ۔ اکثر قصائد و مثنوی در تعریف میر مرحوم گفتہ۔ دانعاماہائے لائق و صلہ ہای مناسب یافت لطیفہ: معتبری نقل می کرد کہ روزی میر محمد قاسم خاں مرحوم از طریق ابنساط از و گفت کہ ای بدوضع در اسلام چہ قصور دیدی کہ کافر شدی تو بیخ تو بر اہل اسلام لازمست، تا موجب عبرت دیگراں گردد و کسے را ازیں حوصلہ بخاطر نگذرد۔ عرض نمود کہ اگرچہ بزجر و سیاست سزاوارم دل مسلمان کردن من خوشتر از کشتن است اگر امروز پنج ہزار روپیہ از خزانہ سرکار انعام شود زنار را از گلو برآرم و بشہادتین اقرار نمایم۔ نواب متبسم شدہ فرمود تا پنج ہزار روپیہ بوی دادند چوں مبلغ یافت زنار برآوردہ ایں بیت بدیہہ معروض داشت:

بتوں کا جو کوئی کلمہ پڑھے سو کافر ہے — شہید عشق ہیں ہم لا الٰہ الا اللہ

حاضران مجلس لب بہ تحسین کشادند۔ در ہنگامے کہ ہمراہ نواب عالیجاہ دارد۔ الٰہ آباد شدہ بود اکثر بہمت ملاقات مہین برادر مؤلف دام ظلہ می آمد و اشعار خود می خواند از آنجا معلوم نشد کہ کجا رفت و چہ شد شخصے می گفت کہ فوت کرد واللہ

اعلم بالصواب. ایں چند اشعار او بر صفحۂ سینہ مرقوم بود :

نہ تبسم نہ اشارہ ہی نہ عمزہ نہ نگاہ ——— پھر گئے ہم سبھی یک مرتبہ اللہ اللہ

کون اس بیدرد کی یارو خبر کرے ——— شاید کہ آہ نیم شبی کچھ اثر کرے

عاشق کو تب ہو وصل میسر کہ عشق بیچ ——— پہلے قدم میں شمع کے مانند سر کرے

مجنوں کو مصلحت نہ تھی رہنے کی دشت میں ——— یاروں کا دور ہی کہو اس کو سفر کرے

رو رو کے بعد مدت کرتا ہوں غم تراشی ——— کرتی ہیں ضعف دل پر آنکھیاں گلاب پاشی

رنگ گا لال چیرا شوخ جس دم ہم کو مارے گا ——— ہمارا خون قاتل کے سر اوپر چڑھ پکارے گا

جس کا جہاں میں جور محبت شعار ہی ——— بیڑا اسی کا فضل الٰہی سے پار ہی

کشتی شکستہ ہم ہیں خدا کی ہوں ناخدا ——— کوئی آشنا نہ بحر میں نے غم گسار ہی

فصل خزاں میں بہت کیا انتظار گل ——— جب ہم گئے چمن سو تب آئی بہار گل

زاہدوں کو حرم غنیمت ہی ——— برہمن کو صنم غنیمت ہی

ہم ہیں بندے ہمیں بسان حباب ——— دم غنیمت ہی دم غنیمت ہی

نت میکدے میں پھرے ہی مٹی مٹی ——— زاہد عابد سے دور بھٹکی بھٹکی

قاضی سے ڈر ہی نہ محتسب سے کافر ——— یہ دختر رز ہی جس سو انکی اٹکی

تھا کون جو اس جہاں میں لایا ہم کو ——— اور خواب عدم سے کی جگایا ہم کو

جاگے بالفرض بندگی کی خاطر ——— گریہ نہ ہوے تو کیوں جگایا ہم کو

۱۹۲/۸ کمترین تخلص ندانم کیست، اشعارش خالی از بعض ایہام نیست:

نظر آتی نہیں ہم کو سبھن کی وے ملاقاتیں ——— کٹیں گے کس طرح یہ دن ہمیں اور ہجر کی راتیں

از شہر آشوب وے دو بیت مشہور است:

بلا اس مست نرگس کی تو ماڑی ——— اگاڑی اصطبل کے جا پچھاڑی

۱۹۳/۳۸ کنور بہادر، گریاں سپر کوچک راجہ شتاب ای بہادر نوجوانیست خوش رو نیکو، سابق ازیں خود نمائی بمرتبہ داشت بخلاف دیگر برادر کلاں خود کہ شیفتہ محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و اہل بیت اوست و با اہل اسلام کمال الفت و انسیت دارد کہ دیدہ کفر و تعصب خود را بحدی آراستہ و از کمال نخوت باحدی نمی پرداخت و از فرقۂ اسلام نفرت کمال داشت. لیکن اکنوں

شنیده ام کنز اجش را تقلب دلها بمدد درست ساخت. باهر یکه از راستی و درستی پیش می آید و رغبت خاطر بدلجوئی و دلبری سخنوران دارد. قدرشناسی کاملان این فن شعار اوست و از فیض مرزا فدوی سلمه الله تعالی در زباندانی و مضمونبندی بمرتبه رسیده که کلامش ناخن بدل میزند و شرش سامعان را گریان میسازد و از دست.

مدت سے ڈھونڈتا ہوں کروں کیا بیان داغ — دل ہی نہیں ملے ہے، ملے کیا نشان داغ
خورشید حشر کو ہو فراموش تاب و تب — گر ایک دن وہ ہم سے کرے امتحان داغ
گریاں ہوا کشور دل ذہیں رکھا — آخر یہیں مقیم ہوا کاروان داغ

آفریں اے چشم تیرے کام کو — ننگ کو تو ڈبویا نام کو
درد دل میرے کو خدا جانے — دوسرا اس کو کوئی کیا جانے
درد و غم سب قبول یار و وہ — ہم کو گر اپنا آشنا جانے
ہر طرح تجھ سے اب اذیت ہے — تجھ کو کیوں کر کوئی بھلا جانے
روز مرکے بھی ہوں اگر گریاں — کیوں نہ مجھ کو وہ نت نیا جانے

ہاتھ میں اس کے اب گلابی ہے — اپنی تونی کی یہ خرابی ہے

مژۂ تر ترے کیا جلوے سے محروم — لیے خنجر کو کوئی خاشاک کو مول

گر صبر ہی ہم کو یار ہووے — جوں برق نہ اضطرار ہووے
جو راست ترا قرار ہووے — دل کا ہیکو بیقرار ہووے
اب صاف ہی صاف کہدے ہم کو — گر دل میں ترے غبار ہووے
آنسو نہیں رو تو رو تو گریاں — کیوں کر کوئی اشکبار ہووے

خدا جانے کس کی تجھے جستجو ہے — جو بے چین اے دل شب و روز تو ہے
سناؤں کسے جاکے اب درد دل میں — مرا ایک تو یار سو تند خو ہے
اگر کچھ کہیں تو برا مانو گے تم — پری رویوں کی کیا یہی گفتگو ہے
مری جان مت پوچھ تو جانتا ہے — جو کچھ آہ دل میں مرے آرزو ہے
نہ ہو ابر کیوں کر کہ ممنون گریاں — ترا اشک سو یاں اسی آبرو ہے

۱۴/۱۹۴ نظر علی خاں، گمان تخلص از شاگردان اشرف علی خاں فغاں است. اشعارش منظور نظر شاعران و کلامش

بیشک و گمان موجب شک حاسدان بدگمان. اصلش از شاہجہان آباد است. حالا شنیدہ ام کہ در فیض آباد بخوبی بسر می برد.

جس دن تم ہم سے آ کے ہم آغوش ہو گئے　　شکوۂ جہان تلک تھے فراموش ہو گئے

دیکھتا ہوں جہاں بتاں کو میں　　دور ہی سے سلام کرتا ہوں

۴/۱۹۵ اگر از تخلص از نام و نشان وی اطلاع ندارم. امگر ایں قدر دانم کہ شاگردان حسرت لکھنویست. از کلامش بوی سوز و گداز می آید:

تجھ سے گر آئیے کہاں ملیو　　اپنے ملنے کی کچھ بتا صورت

۸/۱۹۶ میر علی امجد گریاں تخلص ولد میر علی اکبر، متوطن شاہجہان آباد. شنیدہ ام کہ مدتے در مرشد آباد و عظیم آباد بسر بردہ اصلاح سخن از شاہ قدرت اللہ و میر ضیاء الدین ضیاء گرفتہ اکنوں ندانم کجا است:

دیکھ تو جس نگاہ سے کر　　مر جاؤں ادھر وہ آہ کر کر

۶/۱۹۷ میر کلیم اللہ لسان شاہجہان آبادی گویند جوانی بود لسان و شیریں زبان در عین عنفوان جوانی کلیم وار بر طور فنا عروج نمودہ و بیک تجلی کل نفس ذائقۃ الموت دماغ جسم را از ہوس حیات خالی کردہ: از وست.

جدا ہو مجھ سے مرا یار یہ خدا نہ کرے　　خدا کسو کو نہیں یار جدا نہ کرے

تو جب تلک کرے انکار وعدہ مجھ سے سجن　　غضب ہے اگر تب تلک وفا نہ کرے

صنم جو تجھ سے ہوا آشنا سو جی گیا　　خدا کسو کو نہیں تجھ سو آشنا نہ کرے

۴۸/۱۹۸ مرزا جان جاناں مظہر تخلص مظہر فیض الٰہی است و مجمع فضائل نامتناہی جان عارفانست و جانان کاملان. از کلام سخنوران چناں ظاہر میشود کہ مسکن آبا و وی خاک بخارا است. لیکن مظہر وجود در مرزا خاک اکبر آباد شدہ. سال تولدش آغاز مأۃ ثانی بعد از الف سنین ہجریست. والد بزرگوارش مرزا جان نام داشت. او را از فرط محبت جان جاں میگفت. پس گفتہ گفتہ از جان جاں بہ جان جاناں مشہور گشت. در نشو و نمائے مرزا در دار الخلافت دہلی بظہور آمدہ و اہب علی الاطلاق او را حظے وافی و نصیبے کافی از انواع علوم و اقسام فنون موہبت کردہ مخصوص در علم حدیث و معرفت سلوک و توحید بی نظیر برآمدہ و در شغل ریاضت و عبادت و مراقبہ خلوت و چشم کاملان مثل وی بنظر نیامدہ. با ایں ہمہ علم و کمال خود را در لباس خاکساری و فروتنی بسر می برد. و ہرگز بر در اہل دول قدم ننہادہ و بمدح گوئی ابنائے روزگار خود را مبتذل نساختہ. تا ایں زماں کہ سنین عمرش از نود تجاوز کردہ در دہلی مربع نشین چار بالش ہدایت و ارشاد است و عالمے از وجود فائض الجود وی بہرہ یاب می شود. اکثر مریدان و ارادتمندان بغایت مہذب و متشرع در کمال خلق و انکسار. اگرچہ شعر گوئی شعار وی نیست، چوں چاشنی محبت چشیدہ است و آب و گل وی عشق پرستی و عشق بازی مخلوق گردیدہ، گاہگاہ از کشش طبع رسا اسرار مافی الضمیر را در قالب نظم فارسی و ریختہ ظاہر می کند و در ہر دو زبان لآلی آبدار مضامین تازہ را می آید. لیکن از بی نیازی و بی پروائی

چوں قصد تدوین وحفاظت ندارد۔ اکثر از احاطۂ خاطر میرود۔ مگر آنچہ بگوش طالبان رسیدہ وحرز زبان وتعویذ دل وجان گردید تاہم دیوان فارسی در ربقۂ مرتب دارد۔ سخنوران از شیریں زبانی وادا بندی او سندی آرند وزبان آوران بنزاکت گفتار ولطافت بیانش اعتراف دارند۔ شاگردانش در فن سخن بمرتبۂ استادی رسیدہ دیوانش از فیض صحبت وی در زباندانی مستند خاص وعام گردید۔ یقین وحزیں کہ در میدان سخنوری گوی سبقت ربودہ اند خوشہ چیں خرمن افضال وی بودند از فیض صحبت وی رسیدند بجائی کہ رسیدند۔

الغرض مرزا غریب الوجود است۔ بعد تحریر تذکرہ امسال کہ سنہ یکہزار یکصد و نود وپنجم است یکی از ارادتمندان دہلی ویرا بتاریخ ہفتم ماہ محرم بضرب گولی پستول بدرجۂ شہادت رسانیدہ وخود را آماج ہدف سہام نفریں گردانید۔ مولوی جان محمد نا تواں سلمہ اللہ تعالیٰ نقل می کرد کہ بعد شہادت میرزای مرحوم جنود از دستانش دیوان اشعار ویرا کہ مظہر فیض الٰہی است گسیختند۔ بایں نیت کہ ہر بیت سر صفحہ برآید کتابۂ لوح مزار وی سازند۔ ایں ظہور کرامات مرزا تماشا باید کرد کہ ایں شعر سر صفحہ برآمد

لوح تربتم از غیب پیدا بست تحریرے — کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

ایں چند اشعار از نتائج طبع شریف اوست:

ہمارے ہاتھ سے یہ دل بھی بھاگا لیکے جاں اپنا — ہم اس کو جانتے تھے مشفق اپنا مہرباں اپنا

یہ حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے — اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغباں اپنا

کوئی آزردہ کرتا ہے جن ایسے کو ہے ظالم — یہ دولت خواہ اپنا مظہر اپنا جان جاں اپنا

ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہے گلشن سے لیکن — جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار

اتنی فرصت دے کہ رخصت ہو چلیں صیاد ہم — مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آباد ہم

خبر کو یار کی دل کو میں بھیجا ہے کہ جا لاوے — نہیں معلوم ہوتا ہے اسے کب تک خدا لاوے

عزیزاں ایک لحظہ میں مرا جی اب نکلتا ہے — طبیب عشق کو کوئی شتابی سے بلا لاوے

مرا مظہر پڑا ہے یار کے کوچہ میں کئی دن سے — خدا کے واسطے اس کو کوئی جا کر اٹھا لاوے

الٰہی مت کسی کو پیش رنج انتظار آوے — ہمارا دیکھیے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے — کہاں اس کو دماغ اور دل رہا ہے

نہیں منزل کو تکیہ پر مجھے چین — یہ سر پاؤں سے تیرے مل رہا ہے

اگر یہ سرد مہری تجھ کو ایسا بس نہ سکھلاتی — تو کیوں کر آفتاب حسن کی گرمی میں بند آتی

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ — اس واسطے بکا ہوں چمن کی ہوا کے ہاتھ

مرتاہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر　　سورج کا ہاتھ چومی ہے پنکھا صبا کا ہاتھ

۲۲/۱۹۹ قدوۃ الکاملین، قطب العارفین، حضرت شاہ غلام قطب الدین، مہیب تخلص، ابن عمدۃ المحدثین حاجی محمد فاخر ابن عارف خدا بین خدا آگاہ، واقف رموز لمع اللہ حضرت شاہ خوب اللہ قدس اللہ اسرارہم، مظہر فیوض الٰہی و مجمع فضائل نامتناہی بود۔ سیاحان جہاں گرد متفق اند کہ جامع فضائل حمیدہ و خصائل پسندیدہ مثل وی بچشم ندیدہ ام و نہ بگوش شنیدہ۔ طبع شریفش بس رسا بود و فکر مصیبش بغایت عقدہ کشا۔ کتب درسی در خدمت مولانا کمال الدین محمد الہ آبادی، ابن وحید عصر و فرید دہر سرحلقہ اولیاء و مکمل حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی و مولانا محمد برکت قدس اللہ اسرارہم استفادہ فرمودہ، و علوم باطنی از ریاضات و اشغال از پدر بزرگوار عم عالی مقدار خود اکتساب نمودہ و ہم علم حدیث از پدر عالیقدر خود سند یافتہ و در مجمع صاحبدلاں کوس یکتائی نواختہ۔ بعد وفات والد ماجد بسجادہ افضلیہ نشست۔ عالم را بمقاصد دلی شاں رسانید، و خلق را لذت خداشناسی چشانیدہ۔ ہمتش بحدی بود کہ از مال و اسباب دنیوی ذخیرہ نمی کرد آنچہ میرسید ما حضر حاضراں بیساخت و پیوستہ ایام ولیالی را در تمنائے اماکن متبرکہ بسر می برد و آرزوی شاہد سیہ پوش در سینہ محبت گنجینۂ خود متمکن ساخت۔ گاہے از ممانعت ناظم آندیار و قتی الحاج و منت احباب ازیں عزم باز می ماند تا آں کہ در عشرۂ اولیٰ ماہ شعبان سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و شش با جماعۂ کثیر و اندیشۂ خرج راہ و تردد اسباب سفر متوکلاً علی اللہ از خانہ برآمدہ ناطمان سر راہ نذور فراواں گزرانیدند۔ چوں بہ بیت اللہ رسید ایام حج نبود بمدینہ طیبہ رفت و در زیارت قبر رسول و اہلبیت وی علیہ و علیہم السلام مشرف شدہ ہر گاہ موسم حج قریب رسید معاودت کرد۔ در بعضی منازل بہ بیماری سہال مبتلا گشت چوں تمنائے قلبی وی بود کہ در خاک مکہ یا مدینہ مدفون شود۔ در قیامت با سائر مدفونان آنمکان متبرکہ محشور شود۔ چنانچہ اشعارش مشعر بریں حسرت اند از آنجملہ:

موت خواہی نخواہی آمدنی است　　او خوش آں کو کہ مدنی است

کریم علی الاطلاق دیرا برادش رسانید سلخ ذیقعدہ سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و ہفت ہجری بر حمت حق پیوست و در جنت معلیٰ بر بالیں روضہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مدفون گشت۔ سن شریفش بہ پنجاہ سال رسیدہ بود۔ شاہ اجمل برادر ابن عم آنحضرت قطعۂ تاریخ وفات وی قدس اللہ سرہ چنیں بسلک نظم آوردہ:

مرشد و استاد من شاہ غلام قطب الدین (دیں)　　رفت بمکہ از وطن سوی خدائے خود شتافت

سال وفات او طلب اجل خستہ دل نمود　　ہاتف غیب من گفت بگفت قطب ما وفات یافت

بعد چہار ماہ از روانہ شدن آنجناب بہ بیت اللہ الحرام کہ غرۂ ذی حجہ روز دوشنبہ سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و شش بود نور بصر لخت جگر شاہ غلام حیدر سلمہ اللہ تعالیٰ خلف آنحضرت بوجود آمدہ، اگرچہ در ظاہر نمود تولدش بسمع مبارک آنحضرت نہ رسیدہ بود

لیکن از صفای باطن بریں عطیۂ عظمیٰ آگاہی یافتہ محمد یعقوب مقرر نمود و در اکثر مقام کتاب سوانح الحرمین و دیگر وصایا اورا بایں لقب یاد فرمودہ، زبانی والدۂ ماجدہ اش کہ ہمشیرۂ مؤلف است بکرر شنیدہ ام کہ چوں ایام تولد وی قریب سیدہ اکثر در خواب مژدۂ مبارکباد بگوش ما میرسید و در انواع افکار کہ آں زماں بمن لاحق شدہ بود موجب انبساط خاطری گردید۔ تا روزی بسیار محزون و مغموم بخواب شدم پیر مردی را دیدم کہ بمن میفرماید کہ مژدہ باد ترا کہ حق تعالیٰ بتو فرزندے عنایت میکند و نامش غلام حیدر خواہد بود چوں از خواب بیدار شدم سجدۂ شکر درگاہ الٰہی بجا آوردم۔ بعد چندے آں جان عزیز متولد شد ہمیں نام مقرر نمودم۔ پس بفحوای حدیث شریف "السعید سعید فی بطن امہ" و بقول شاعرے "سالیکہ نکوست از بہارش پیداست"، جناب اقدس الٰہی ویرا در ایام صبا بکمالی کاوت ذہن و رسائی فطرت آراستہ کہ آیات قرآنی و اشعار مناجات بشنیدن چند بار ازبر میکند و موزونی طبع بمدے دارد کہ کلام وی کہ وقت بازی بہمزادانست مصرعہ ہای موزوں و فقرہ ہای متنوع می باشد۔ حالات وی چشم بد دور، موجب حیرت بینندگاں است۔ مسبب الاسباب او را بعمر طبعی رساند و دودمان افضلی و یگانگی را پیوستہ از انوار جمالش منور گرداند۔ آمدم بر سر مطلب کہ شعر گوئی دون مرتبۂ آنجناب بود لیکن بمقتضای جودت طبیعت میل خاطرش بجانب بندوستیان مضامین نظم در زبان فارسی و ہندی اکثر میبود۔ تصانیف کثیر نظم و نثر دارد و دیوان فارسی و ریختہ مشہور است و اشعار فارسی و ریختہ وی بر السنہ و افواہ مذکور۔ ایں چند اشعار غیر منتخب کہ بیاد خاطر بود می نگارد:

کسی ذ بلبلو تم سے بہار کو دیکھا — وہ آنکھیں کون سی تھیں جن نے یار کو دیکھا
ہزار دن وعدے کیا ایک بھی وفا نہ کیا — تمہارے قول کو دیکھا قرار کو دیکھا
جو رو تڑپ و تمری آنکھ لگ گئی تھی رات — بہت دنوں کے اوپر خواب یار کو دیکھا
جو آنکھیں کھل گئیں بڑکل وہی اکیلا تھا — وہی خزاں اور اسی خار خار کو دیکھا

کون گلشن میں کہو مشک کی بو لاتی ہے — کہتے ہیں زلف کے کوچے میں صبا جاتی ہے
سر پٹک صبح کرے ہے شب ہجراں میں مصیب — کس طرح رات کو ظالم تجھے نیند آتی ہے

تیرے گل کا ہار ہوں یوں چاہتا ہے دل — اس پیرہن کا تار ہوں یوں چاہتا ہے دل
شیشہ بغل میں سر پہ سبو لب بلب خموش — ہاتھوں میں زلف یار ہو یوں چاہتا ہے دل

ہے مجھ سا شاہ بخشے سیتی شفاعت کی امید — سخت عصیاں سیتی گر روز قیامت ہوگا
میٹھی باتوں پہ شکر لب کی نہ دے دل کو مصیب — اب تو لگتا ہے بھلا پھر یہ آفت ہوگا

مولانا محمد حسین محزون تخلص قدس اللہ سرہٗ ابن سید محمد اسماعیل موسوی اورنگ آبادی جامع اصناف علوم و لوح محفوظ

اسرار مکتوم بود۔ آبا و کرام او از اکابر رؤسای آندیار و مقتدای خاص و عام آنمقام پدر بزرگوارش در ایام طفولیت وی وفات یافت، و برادر کلانش سید ابوالحسن بر مسند پدر نشست او را در سایهٔ شفقت خود گرفته از عمر شریفش یازده سال گذشته بود که بشوق تحصیل علوم از خانمان آورده شده بشوریده حالی سر بیابان بندگشید۔ برادر گرامی که شیفتهٔ محبت او بود، ریاست آبائی گذاشته در پی وی روان شد۔ در هر دیار که ایمقتدای ابرار کسب علوم کردی گرامی برادرش علاقه روزگار بهم رسانیده محاصل آنرا صرف ما یحتاج او ساختی و در حوائج ضروری از همه بی نیاز داشتی۔ تا آنکه از علمای بندر سورت و دهلی و قصبات اکثر کتب درسی استفاده نموده یکبار از تحصیل دل برداشته بخیال آن که در الٰہ آباد بر لب گنگ مکانی ساخته انزوا گزیند و بقیة العمر در ریاضت و عبادت بسر برد وارد الٰہ آباد گردید۔ اتفاقاً در آن بلده از سر آمد علمای عصر مولانا محمد برکت الٰہ آبادی ملاقی شده مولانا چون بر جودت طبیعت و حدت فکرت وی مطلع شده، بصد دلجوئی و دلداری او را در دام محبت خود در آورد و باز ترغیب و تحریص تحصیل و تعلیم داد۔ آنجناب هم شیفتهٔ الفت وی شده باز در پی تحصیل در آمد و کتب باقی را در خدمت وی اکتساب نموده و همراه آنحضرت از الٰہ آباد در آنولا که در آن زمان بسبب قدم روانی نواب نجیب خان روهیله مجمع علماء و مرجع فضلا بود رفته۔ همونجا تحصیل به انجام رسانید پس بحکم حضرت استاذ از آنجا به الٰہ آباد آمده بسبب محبتی که آنجناب را به حضرت مصیب قدس الله سره بهم رسیده بود در دائرهٔ آنحضرت بر بالاخانهٔ باب کلان استقامت نموده و بتدریس اشتغال فرموده بعد چندی با استصواب احباب متصل دائره مکانی خریده بکمال تمکنی و آراستگی تیار نموده و مدت شانزده سال همانجا بهمین شغل بسر برده بجز اندیشه تدریس و تعلیم فکر تصنیف و تالیف خیالی بخاطر نیاورده، بسیاری از طالبان از جناب وی بمرام دل رسیده و اکثر ناقصان در مدرسهٔ وی کامل گردیدند۔ باوجود علم و فضل خداداد و طالع اقبالش همدمی نبود که خاص علم آنیار رجوع بوی داشتند، و با احدی دست ائتلاف دراز نکرده و بر در شخصی التجا نبرده۔ برادر عالی قدر وی مدت العمر کفیل ضروریات بود، هرچه بزور بازو و سعی پیدا کردی نذر وی نمودی و از همه حوائج بی نیاز داشتی و هر دو برادر با همه جاه و ثروت در رشد و رغبت در تجرید و انقطاع بسر می بردند و پیوسته مصداق "با هر دو از هر دو بی هم" بودند و از هر کبر و تواضع و انکسار پیش می آمدند۔ آخر الامر در سنه یکهزار و یکصد و هشتاد و سه گرامی برادر وی در جائیکه ناظم آنجا بود از دست کفار رتبت شهادت چشید۔ نعش برادر را الٰہ آباد آوردند و در مقبرهٔ که متصل حویلی آنجناب است بخاک سپردند۔ از وقوع این واقعه و از حدوث این حادثه بغایت پریشانی بر دل آنحضرت رسید و نهایت پراگندگی بخاطر شریفش راه یافت۔ باقی عمر منبسط نشده و پیوسته چون تخلص خود محزون بوده۔ این جا لطیفه بخاطر رسید که در اوائل حال که گرامی برادر هم دام ظله طبع آزمائی و در زبان آوری و سخن سرائی شروع نموده بدستور شاعران حسرت تخلص مقرر نموده چون آنجناب ازین مطلع شده روزی از سر عتاب فرمود که من شنیده ام که تو حسرت تخلص خود مقرر کرده و سخن دانی که نخوست اسم منحوس به مسمی رجوع می کند و انجام کار حاسش مصداق آن اسم می شود۔ و پیغمبر صلی الله علیه وسلم نهی فرموده که لقب و کنیت مکنید بلفظی که بر کراهیت

و سختی دلالت کند تا مبادا موافق تقدیر افتد وبال آن بوی رسد چنانچه شخصے بر آں سرور علیہ السلام آمد آنحضرت استفسار اسم وی نمود گفت "انا حزنؑ" یعنی نام من حزن است یعنی سخت۔ آں حضرت فرمود: "انت سہلؑ" یعنی تو نرم ہستی چرا اسم خود سخت مقرر کردہ مبادا سختی آں بتو رسد۔ چوں بر سختی آں مخلوق بود گفت پدر من ایں نام مقرر کردہ آنرا تبدیل نخواہم نمود۔ پس آں شخص مدت العمر در سختی گرفتار بود۔ و ہمیشہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد می کرد و بر گفتار خود ندامت اظہار می نمود۔ جناب برادرم دام ظلہ دست بستہ عرض نمود کہ آنچہ آنجناب فرمودند عین صواب و سخن لاجواب است و سوال بکردار و گفتار بزرگاں عین ادب لیکن حیرانم کہ برادر خود بدولت محزون تخلص می فرمایند۔ آبدیدہ شدہ فرمودند کہ آں تخلص من بمقتضای "الاسار تنزل من السمار" موافق تقدیر افتادہ۔ چرا کہ پدرم علیہ الرحمۃ اعلام حسین نام کردہ و ظاہر بر ہمیں است کہ غلام آنجناب پیوستہ بیاد مصائب مولای خود مغموم و محزون خواہد بود و دنیا خود را ملوث۔ الایش شادی و سرور نخواہد داشت۔ پس غلام حسین محزون اہم من موافق تقدیر افتادہ است و ایں حزن و اندوہ را ذخیرۂ روز نجات و جزای دائم آخر الامر ازیں سوزش دلی کہ در اندرون وی جا گرفتہ بود و در تب محرق گرفتار شدہ در ہمیں مرض نوزدہم ماہ ذی حجہ سنہ یکہزار و یکصد و ہشتاد و پنج بر حمت حق پیوست و در ہموں مقبرہ در جنب قبر برادر شہید مدفون گردیدہ۔ عمر شریفش چہل سال بود۔ شاہ محمد اسمٰعیل از آبادی سلمہ اللہ تعالیٰ تاریخ وفاتش "وای غم حسین" یافتہ سیاحان جہاں گرد متفق اند کہ اگر پیر فلک سالہا در پے ہم زند مشکل کہ ایں چنیں ذات قدسی صفات از پردۂ عدم بظہور آید۔ آنجناب احیاناً پرتو التفات بجانب نظم لآلی آبدار نیز می انداخت و در زبان فارسی جواہر زواہر منتظم می ساخت و۔ اوائل بتکلیف بعض از شاگردانش در زبان ریختہ نیز طبع آزمائی نمودہ، لیکن ہرگز قصد تدوین نمودہ۔ اشعار کمی خواست از جودت طبع بر زبان خامہ می گذشت۔ گاہی شست و گاہی سیخت۔ مگر آنچہ از اتفاقات بدست شاگردانش افتادہ در صفائح سینۂ فدائیانش منقوش ماندہ۔ از جملہ قصائد فارسی و مثنویات در مدح سرور اولیا علیہ السلام و مثنوی نعت مشتاق کہ بپاس التماس الحاح گرامی برادر ہمدام ظلہ منظوم فرمودہ۔ چوں قصیدہ بالفعل از بر بود و خطرۂ ذہول و نسیاں کہ لازمۂ انسانست در پیش ذکر آں خالی از لطف و سرور نبود داہمتم بہ ترقیم آں ترغیب نمودہ:

سینۂ اہل سخن چاک شد از غم چو صدف — کہ کسے گوہر معنی نستاند بخذف
نام اہل سخن از صفحۂ ہستی نرود — بس بود یک سخن خوب چو فرزند خلف
قاف تا قاف بود دبدبۂ اہل کمال — شہرت اہل زباں نیست ز نقارہ و دف
شکر للہ کہ منت کش گردوں نشدم — نہ طلب کردم از و جاہ نہ فرد نہ شرف
کیست گردوں کہ نہ سنگ ملامت برمن — یا کہ از تیر حوادث نکنم ہمچو ہدف

کیست گردوں کہ شریکم بشود در نظرت
کیست گردوں کہ کند حق من از جور تلف

امتیاز من و گردوں چہ تفاوت دارد
پس غلط کرد چو پنداشت مرا مستضعف

گر چنیں است بیایم بہ بحث و نزاع
تا مرا ہم بشناسد ز غریبان سلف

میکشم پیر فلک را بہ سر معرکہ
کز میان من و او تا بشود حق بطرف

یا کہ من شاہد عادل گذرانم بحضور
یا کہ قائل کنمش از سر انکار خلف

گر دریں محکمہ ہم باز نیاید بہ جفا
حکم اعلام برآرم ز در شاہ بجف

آں شہنشاہ کہ در عدل نظیرش نبود
آں کہ استد بدرش فوج ملک صف در صف

لیکن ایں فکر مرا بست کہ نذرش چہ کنم
کہ تہی دستم و یک تحفہ ندارم در کف

مگر ایں مدح کہ مخصوص جنابش سازم
نفشانم گہر مدح و ثنا بے مصرف

غرض او بود ہمہ خلق طفیلی بودہ
او چو دریاست خلائق ہمہ مانند کف

نسبت روضۂ آں شاہ دریں بحر وجود
ہست با جسم فلک نسبت گوہر بصدف

خلقت مرکب او خلقت دیگر بودہ
تو مداں نشو نما یافتہ از آب و علف

رفتن و گشتن او بسکہ بہم متصل اند
زاں شدہ حکم سکون متخلل بطرف

آں چناں مرکب آں شاہ سریع البصر است
کہ شدہ طفرہ اش الزام حکیمان سلف

یا شہنشاہ غریباں نظرے بر محزوں
کہ بجز حب تو یک جبہ ندارد در کف

بسکہ دارد ہوس عتبۂ عالی شب و روز
قطع امید نمودہ است ز ہر سود و کنف

دل اگر آرزوی کوی تو دارد چہ عجب
کہ سگ کوی ترا برابر ہمہ شاہانست شرف

نیستم شاعر غرانہ صنائع پرداز
لیک در حب تو چوں ہست مرا فرط شغف

گرچہ بسیار آوردہ نثارت کردم
نہ ز ترصیع شناسم نہ ز نثر و نہ ز لف

از رہ بندہ نوازی و ز احسان عمیم
دست رد گر نہ زنی بین تمنا و شرف

اشعار ہندی:

زمیں پر مت پٹک اس کو نہ یہ سنگ اور نہ یہ گل ہے
او ظالم رحم کر کسی کمبخت کا دل ہے

محفل عشق میں دل جس کا جلا ہووے گا
گریۂ شمع پہ ہرگز نہ ہنسا ہووے گا

نامہ بر کی نہیں تقصیر جو خط کھو آیا
میری قسمت میں کچھ ایسا ہی لکھا ہووے گا

میرے مرنے کی خبر سن کے لگایوں کہنے
کیا عجب ہے کہ بہانہ ہی کیسا ہووے گا

میں تو ہنستے ہوئے تلوار لگائی تھی اسے
کیا ہنسی سے میری یار وہ خفا ہووے گا

سونے نہ دیگا قبر میں یہ بیقرار دل
کہتا رہیگا حشر تلک یار یار دل

صنم اگرچہ میں بخت سیاہ رکھتا ہوں
بہر نمط تری زلفوں سے راہ رکھتا ہوں

تری فراق میں پھرتا ہوں دربدر پیارے
بغل میں اپنی دل داد خواہ رکھتا ہوں

اک عمر روتے ہی روز گزر گئی میری
میں اپنے چشم کو مردم گواہ رکھتا ہوں

اک عمر ہو گئی سنگیں دلاں سے اے محزوں
بسان رشتۂ تسبیح راہ رکھتا ہوں

مجھے یہ تو بھی ستاتے ہیں دم میں سو سو بار
کوئی یہ پوچھے کہ میں کیا گناہ رکھتا ہوں

خامے کا جگر تو کاہشتے ہی مری باتیں
اب کیوں کہ لکھوں قاصد اس دل کی حکایتیں

اس گلشن ہستی میں انصاف نہیں یارو
جس غنچہ دہن سیتی کرتا ہوں ملاقاتیں

شبنم کی طرح رو رو میں حال سناتا ہوں
وہ گل کے نمط ہنس ہنس ٹالے ہے مری باتیں

نہ کچھ انصاف یار میں ہیگا
نہ دل اختیار میں ہیگا

سر کرے ہیں آہوان حرم
کیا مری اس غبار میں ہیگا

مژدہ صید حرم کو ہو کہ صنم
آج قصد شکار میں ہیگا

دو جہاں درکنار میں محزوں
جس گھڑی وہ کنار میں ہیگا

گر نہ ہوتی یہ گرفتاری اوہامے چند
حسرت وصل میں مر جاتے یہ ناکامے چند

کل جو میں سیر کیا شیخ کی منزل کو تئیں
کچھ نہ دیکھا وہاں جز ہوۂ الہامے چند

جس کو تئیں جبہ و دستار وہ کہتے ہیں گو
فی الحقیقت جو میں دیکھا تو وہ ہیں دامے چند

اہل میخانہ بھی تب تو بہت یاد آئے
گرچہ ظاہر میں ہیں وے جمع مدامے چند

ان کو کچھ کام نہیں نیک و بد عالم سے
ہر کسی کو تئیں دیتے ہیں وہاں جامے چند

تب کہا دل نے کہ اب چل کہ وہیں گر رہیے
جو کسی طرح گزر جاوے یہ ایامے چند

دیکھ گردش کو تری چشم کی پیمانے کی
مجھ کو خواہش نہ رہی جام و مینا نے کی

جب سے صورت ذتری زلف کا کوچہ دیکھا
راہ بھولی ہے مجھو کعبہ و بت خانہ کی

کبھی گرتا تھا قدم پر کبھی ہوتا تھا نثار
کیا اجلی موت ہوئی رات کو پروانہ کی

میں تو کہتا تھا یہ پیاسو مجھو کم دو تو شراب
آج ہی مجھ کو قسم ساتھ تری آنہ کی

میں تو مدہوش ہوں اور تو بھی پٹ بیخود ہی
اب میاں کس سو طرح پوچھیو گھر جانہ کی

آب ہو جائیگا پتھر سا اگر دل ہوگا
تجھ سیتی آئینہ کیا خاک مقابل ہوگا

سر پٹک کر کے میں مر جاؤں گا مانند حباب
ایک پردہ ہی اگر یار کا حائل ہوگا

کل کہا یار نے یوں مجھ سو کہ سن اے مجنوں
آو کل تو مرے ہاتھوں سیتی بسمل ہوگا

تب کہا میں نے کہ اے یار تری الفت میں
جان دینے کے سوا کیا مجھو حاصل ہوگا

میں ترے طور کے تئیں دیکھ کے کہتا تھا صنم
کوئی دن میں یہی لڑکا مرا قاتل ہوگا

یہ نہیں ممکن کہ زاری دل ناکام کم
گرچہ آنکھوں میں نہیں باقی ہے بہر نام نم

جب سو دل اٹکا ہے زلفوں میں نہیں کرتا ہے آہ
صید کو لیتے نہیں دیتا ہے کافر دام دم

بات کہنا غیر سو اور دیکھنا ہر دم ہمیں
سب سمجھتے ہیں پیارے یہ ترا ایہام ہم

رونے کو اثر ہو ہو کہتے ہیں یہ بیباتیں
اک دن بھی نہ یار آیا روتے ہی کٹی راتیں

بادیدۂ تر میں ہوں با سوز جگر میں ہوں
سرگرم سفر میں ہوں جوں شمع سحر میں ہوں

جب تیرا آیا دل اور جگر بولے
اے تیرا دھر میں ہوں اے تیرا دھر میں ہوں

ہستی کے گلستاں میں الفت کے بیاباں میں
بیکار شجر میں ہوں بے برگ و ثمر میں ہوں

آنسو کا مرے قطرہ کہتا ہے کہ مردم کا
منظور نظر میں ہوں ہمچشم گہر میں ہوں

زاہد تو یہ کہتا ہے تدبیر ہے اور میں ہوں
آزاد بہار اب کو زنجیر ہے اور میں ہوں

ننگ ہے مجھ کو نہ جامے سے نہ عریانی سے
عشق میں عمر مری کٹ گئی آسانی سے

اب مرے خون کا دعوی نہ کریگا کوئی
جو تو ڈرتا ہے میاں اپنی ہی نادانی سے

صبح دم باغ سے شبنم تو یہی کہہ کے چلی
کوئی اتنا کہے اس بلبل دیوانی سے

میرے رونے کے اوپر گل تو کمر ہنستے ہیں
رحم کب تجھ پہ کریں گے یہ غزل خوانی سے

تو کمر باندھ کے جس دن مرے گھر آتا ہے
مجھ کو اس طور سے پیارے ترے ڈر آتا ہے

یار جب مجھ سے تو کہتا ہے میں گھر جاتا ہوں
مجھ کو تیری ہی قسم دل مرا بھر آتا ہے

کعبہ و دیر میں کیا جا کے کریں گے مسزوں
ہم کو افسوس اسی بات اوپر آتا ہے

زنگ ہستی نہ گئی آئینۂ دل سے مرے
ورنہ وہ یار تو ہر جا پہ نظر آتا ہے

مرے سینے کے قفس میں دل بیتاب کہاں
جس جگہ آگ لگی ہے وہاں سیماب کہاں

جو بلا آوے گی میں اس کو سہوں گا لیکن
اے صنم تیری جدائی کی مجھ تاب کہاں

خون دل صاف ملے وہ بھی غنیمت ہے مجھ
ورنہ میخانۂ ہستی میں مے ناب کہاں

مزکر میں ڈھانپ کے ہجراں میں پکارتا ہوں
ورنہ محزوں شب فرقت میں مجھ خواب کہاں

آج کل موت بھی مجھ پاس نہیں آتی ہے
یار تو یار اجل بھی مجھ ترساتی ہے

رد بر و اس صف مژگاں پہ بہت جاتا ہے
کیا دلے تری پتھر کی مگر چھاتی ہے

دار الشفا تلک مجھے یکبار لے چلو
یعنی کہ گلی میں اس کی یہ بیمار لے چلو

منزل میں خوف اور شب تاریک راہ دور
میں کس سے اب کہوں کہ مرا یار لے چلو

جو یار تھے گزر گئے دریائے عشق سے
میں کہ رہا کہ مجھ کو ذرا پار لے چلو

سن اے قاصد کہ تجھ کو بھی ذرا آگاہ کرتا ہوں
کہ میں کس کس طرح مکتوب کو کوتاہ کرتا ہوں

اگر اک بیت میں لکھتا ہوں اپنا حال دل تو بھی
بجائے مصرع ثانی میں بیٹھا آہ کرتا ہوں

کیا مزا مجھ کو ملا عشق میں مرتے مرتے
جی گیا سر کو تری پاؤں پہ دھرتے دھرتے

میکدے میں مجھ قطرہ بھی نہ دیتا تھا کوئی
عمر گزری سو تھی مجھ منتیں کرتے کرتے

ایک دن میں نے بھی میخانے میں جرأت کر کے
جام و شیشہ کو لیا ہاتھ میں ڈرتے ڈرتے

واں تری چشم کی گردش جو مجھے یاد آئی
گر گیا جام مرے ہاتھ سے بھرتے بھرتے

لہو مجھ میں کہاں فصاد جو نشتر چبھوتا ہے
مری احوال پرسی بھی اس کا خون روتا ہے

مری آنکھوں سے دریا عشق کا امڈا خدا حافظ
یہ آدھی رات ہے ہر کوئی اپنے گھر میں سوتا ہے

عجب احوال محزوں کا سنا میں ذکر راہوں میں
دل اپنا پھینک دیتا ہے اور آپ ہی بیٹھ سوتا ہے

زاہد چاہے ہے طوف مکہ کیجیے
باصوم و نماز

کافر کہتا ہے بت کو پوجا کیجیے
با عجز و نیاز

یہ شیشہ دل پٹخ ہی نازک ہیگا — کچھ تو ہی بتا
کس کس پتھر پہ اس کو پٹکا کیجیے — اے آئینہ ساز

۵۲/۲۰۱ شیخ شرف الدین، مضمون فکر مضمون تازہ می کردو در تلاش مطالب ایہام بکوشش بلیغ بکاری برد۔ ظرافت طبع ولطافت مزاج خلقی او بود و وطن اصلی وی جاجمو کہ قصبہ ایست متصل اکبرآباد مدتے در اکبرآباد زینت گزیں از سکونت مسجد زینت المساجد گردیدہ۔ سلسلۂ آبادی بحضرت شیخ فرید شکر گنج میرسد چنانچہ خود ازیں شرف مفاخرت می کند و می گوید:

کرے کیوں نہ شکر بوں کو مرید — کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

مشق سخن بخدمت میرزا مظہر خان آرزو کردہ داد فیض صحبت شاں بمرتبۂ استادی رسیدہ، چوں از ریزش نزلہ درج دہانش نالی از لآلی دنداں گردیدہ بود خان آرزو از روی ظرافت ویرا شاہ بیدانہ می گفت۔ گویند در مرض الموت بروز انتقال وی دوستانش بر بالیں جمع بودند و ہر یکے بتقریبے شدائد قیامت بیاں می کردند۔ در حالت احتضار چشم وا کردہ ایں بیت گفت۔ فی الفور در گذشت۔

شور محشر سے تھی واعظ نہ ذرا مضمون کو — ہجر کہ صدمہ اٹھاتا ہو قیامت کیا ہو

چڑھا کشتی میں آنکھ سے مرا محبوب جاتا ہو — کبھو آنکھیں بھر آتی ہیں کبھو دل ڈوب جاتا ہو

مرا یہ اشک قاصد کی طرح یکدم نہیں تھمتا — کسی بیتاب کا گویا یہ مکتوب جاتا ہو

بلبلو شور چمن میں نہ کرو — کون سنتا ہو تمہاری فریاد

میکدے میں گر سراسر فعل نامعقول ہو — مدرسہ دیکھا تو واں بھی فاعل و مفعول ہو

مرا دل تھا ترے گلشن کا مالی — محبت اس سیتی کیوں توڑ ڈالی

کیا ہو بعد مدت یاد مجھ کو — مگر اس طفل نے اب سدھ سنبھالی

کہا ہیں بدن تک است ہم سو — تری دیہی ہو کس سانچے کی ڈھالی

کہاں صائب جو کرتا تھا وہ تب و تاب و تیز — سنے آہن کے طوطی کی اب ریز

نہیں ہیں ہونٹ تیرے پان سے سرخ — ہوا ہے خون عاشق آ کے بسیر

گر حرف حق زباں سے ہماری کبھو سنے — احوال اپنا دیکھ کے ملاح سر دھنے

سبزی یہ دیکھ رو کی پیارے عجب نہیں — ہو کر کے مست بھنگ بھی تنکا اگر چنے

نازک ہے کچھ سوت سے نا یہ عشق کا — اس کو جو کوئی کبیر سا ہووے سو ہی دھنے

ساقی پلاؤ سے کو مرے تئیں مدام صبح — جوں آفتاب لے کے نکلتا ہو جام صبح
خط آگیا ہے اسکے مری ہوئی سفید ریش — کرتا ہے اب تلک بھی وہ ملنے کو شام صبح

دیکھو ہیں جگ کے بتاں پر یہاں حیراں ہیں ہم — تجھ سا کافر نظر آیا نہ مسلماں ہیں ہم
ہوئی ہیں حسن پر اپنے بتاں اتنے مغرور — کہ جانتے ہی نہیں ہیں کوئی خدا بھی ہے

مرا دل سادہ رو سیتی ہو محظوظ — رکھے خط سے خدایا لوح محفوظ

غرق ہیں اہل جہاں بسکہ گناہوں کے بیچ — راہ حق بھول گئے آگری چاہوں کے بیچ
دونوں زلفوں میں چمکتا ہے سمن رخ میرا — کیوں کہ روشن ہو دیا مارسیاہوں کے بیچ
تو ہو منکر پہ تری جور سے سب روتے ہیں — مردم چشم بھی حاضر ہیں گواہوں کے بیچ
نقد دل دیکھو مرا نظر دں میں لے جاتا ہے — دیبی دت ساہی کوئی چور ہے ساہوں کے بیچ
بہت رویا نہ مٹا اس کے نصیبوں کا لکھا — کوئی مضموں سا بھی ہے نار سیاہوں کے بیچ

۸۸/۲۰۲ محمد تقی میر متخلص میر میدان سخن و شیر بیشۂ این فن است. گوہر وجودش از معدن اکبر آباد برآمدہ، اما قدر و قیمتش در بازار دہلی افزود و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خاں آرزو کردہ، شاید باو قرابت خواہر زادگی دارد بسبب رعونت و گردن کشی کہ خلق اوست زبانزد زباں آوراں شدہ و باعث عیب جوئی سخنوراں در زباں شاں افتادہ بقول شخصے۔

عیب مردم فاش کردن بدترین عیبہا است — عیب جو اول کند بے پردہ عیب خویش را

ہر یکے را حوصلہ عیب جوئی او بہم رسید، میرزا رفیع گوید:

ہر ورق پر ہے میر کے اصلاح — لوگ کہتے ہیں سہو کاتب ہے

تذکرۂ نکات الشعرا تالیف اوست در آں عجب نکتہ چینی در کلام شعرای ریختہ نمودہ ہر کرا یاد نمودہ بہ تحقیر و ایذائی آوردہ و اشعار ایشاں را بارتبہ ناپسندیدہ چیدہ ذکر کردہ اگر راست بگویم سبب تالیف این تذکرہ مسرت افزا ہم ہمیں بود کہ من بر غم حاسداں عیب ہیں۔ و خردہ گیراں نکتہ چیں حالات ہر یکے کما ہی در سطر تحریر کشیدم لیکن چوں در ریں غربت دیوان احدی با خود نبود کہ اتفاق انتخاب شعر ہم می شدہ از اشعار ایشاں آنچہ یاد بود نوشتم طرفہ ترکہ میر چوں ہمت خود بہ انتخاب اشعار ناپسندیدۂ شعرا گماشتہ بود طبعش با ہمیں مرغوب گشتہ از ایں جہت از اشعار خود ہم ہر چہ در آں تذکرہ نوشتہ اکثری از آں بے رتبہ و ناپسندیدہ است در دیوانش بہتر ازیں اشعار بنظر فقیر در آمدہ، شنیدم کہ محمد تقی میر سید نیست، منیر مرحوم والد میر در بشاہدۂ جودت طبعش در عنفوان جوانی و آغاز حالش می گفت کہ محمد تقی میر میدان سخنوری خواہد شد، از آں روز خود را ملقب بمیر ساختہ و ایں

لطیفہ بخاطر رسید کہ حضرت مصیب قدس سرہٗ میفرمود کہ شخصے در ہمسایۂ من بود کہ خود را شیخی گفت بعد چندے جہت سعی معاش سفر کردہ چوں از آنجا بخانہ رسید خود را میر مشہور ساخت۔ روزے بطریق استہزا ازو پرسیدم کہ در شیخی چہ خلل بود کہ میر شدی گفت پیر من مرا میر خطاب دادہ۔ ایں چند اشعار از زادہای طبع اوست:

صید کو قابل ہر دل صد پارہ اس نخچیر کا
جس کے ہر ٹکڑے ہوے پیوستہ پیکاں تیر کا

کس طرح سے جانیے یارو کہ وہ عاشق نہیں
رنگ اڑ جاتا ہے مت چہرہ تو دیکھو میر کا

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا
اکثر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا

ہمارے بعد ساقی قلقل مینا نہ ہووے گا
ترے گلگوں کا شیشہ ہچکیاں لے لے کر رووے گا

دیر و حرم میں کیوں کہ قدم رکھ سکوں میں میر
مجھ سے ادھر تو بت پھرا ادھر خدا پھرا

دل پہنچا ہلاکت کو پٹ کھینچ کر لا
لے یار مرے سلمہ اللہ تعالیٰ

گزرا ہے چرخ سے نالا پگاہ کا
خانہ خراب ہو جیو اس دل کی چاہ کا

یک قطرہ خون ہو کے مژہ سے ٹپک پڑا
قصہ یہ کچھ ہوا دل غمناک کا

ظالم زمیں سے لوٹتا دامن سنبھل کے چل
ہوگا کہیں میں ہاتھ کسی دادخواہ کا

میر کو دیں اور شراب کو پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

زندگی بیسبب اس کی نرگس میں بھی میر سو ہر گز
اسی کو نام کی سمرن تھی جب من کا ڈھلکتا تھا

مت ڈھلک مژگاں سے میری اے سرشک آبدار
مفت میں جاتی رہے گی تیری موتی کی سی آب

گرچہ آوارہ چوں صبا ہیں ہم
لیک لگ چلنے کو بلا ہیں ہم

عاشق ہو یا مریض ہو پوچھو تو میر سے
پاتا ہوں زرد روز بروز اس جوان کو

طفلی سے ہوا پیر گیا عہد جوانی
اے عمر گذشتہ میں تری قدر نہ جانی

دیکھیو دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

گور کس دل جلے کی ہے یہ فلک
شعلہ ہر صبح یاں سے اٹھتا ہے

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

شکوہ کروں میں کب تک اس اپنے مہرباں کا
القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جاں کا

دل پاکے اس کی زلف میں آرام رہ گیا — درویش جس جگہ کہ ہوئی شام، رہ گیا
فتنہ یہ دیکھو جاکے کہاں ٹوٹتی ہے کمند — دو چار ہاتھ جبکہ سر بام رہ گیا

ہم سے کچھ آگے زمانے میں ہوا کیا کیا کچھ — تو بھی ہم غافلوں نے آکے کیا کیا کیا کچھ
طرفہ صحبت ہے کہ سنتا نہیں تو ایک مری — واسطے تیرے سنا میں نے سنا کیا کیا کچھ
نام ہے خستہ و آوارہ و بدنام مرا — ایک عالم نے غرض مجھ کو کہا کیا کیا کچھ
حسرت وصل و غم ہجر خیال رخ یار — مر گیا میں، پہ مری جی میں رہا کیا کیا کچھ
دل جگر جان بھی جسمت ہوا سینے میں — گھر کو آتش دی محبت میں جلا کیا کیا کچھ
دل گیا، ہوش گیا، صبر گیا، جی بھی گیا — شغل میں غم کے پڑے ہم سو گیا کیا کیا کچھ
قبلہ و کعبہ خداوند ملاذ و مشفق — مضطرب ہو کے اسے میں نے لکھا کیا کیا کچھ
پر کہوں کیا رقم شوق کی اپنے تاثیر — ہر سر حرف پہ کہنے لگا وہ کیا کیا کچھ
ایک نو مبد چلے میر ہم اس دنیا سے — ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

۱۴۴/۲۰۳ شیخ معین الدین، معینؔ تخلص جوانیست بسیار خوش خلق و سپاہی و منع و شیریں زباں و لطیف طبع زادگانش بداؤنست۔ اما نشو نما در دہلی یافتہ و اکثر زبان آوران اطراف را دریافتہ۔ وقتیکہ در بلدۂ الٰہ آباد مخیم سرادقات سلطانی بود برفاقت بعضے امرا بسر میبرد و از جانب وی اعانت ضروریات میشد۔ چوں امداد فیض الٰہی معین دل او بود دریامیکہ نواب عنایت خاں پسر حافظ رحمت خاں جہت ملاقات وزیر الممالک نواب شجاع الدولہ مرحوم آمدہ وی مخمس در تعریف اسپ و اظہار بے پسی خود نظم نمود بوسیلہ بعضے رفقایش بخان مذکور گزرانید۔ خان قدرداں حکم خواندن نمود۔ چوں تمام کرد کہ اسپے خاص مع ساز بوے عنایت فرمود۔ از آنجملہ:

قدردانی کا بسکہ توڑا ہے — جو پیادہ ہو رہ کا روڑا ہے
اسپ جس کا فلک نے چھوڑا ہے — اس کا رتبہ کہو سو تھوڑا ہے
آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

کیسے ہی مرد با ارادہ ہو — ذو فنوں ہو سے یا کہ سادہ ہو
شاہزادہ ہو عمدہ زادہ ہو — نہیں عزت اگر پیادہ ہو
جادو بے اسپ اگر سوے نخاس — بولے چابک سوار بے وسواس

چھوٹے ٹٹو کے کیا کھڑے ہو پاس — یو گھوڑا کلاں ہو جس کی راس
سو روپے تک اگر ہو شرح سواز — تو مہینا پیادے کا ہو چار
سو میں کیا ہو بصد تکرار — دستخط کرنے میں یوں کہہ سردار
بعد مدت جو ہو طلب کی راہ — سب سے پیچھے ملے انھیں تنخواہ
روز و شب وہ کہیں بنا لاوآہ — زیست بے اسپ ہیچ ہے اللہ
عقل حیراں ہے کیسی باؤ بہی — قدر ہی گھوڑی کی جہاں نہ رہی
کہیں ہیں مغل سے سوار یہی — اسپ چوبیں ؟ ؟ تخت شہی
فیل بکری کی طرح جو بخشے — ہے یقیں ان کو فیض بخشی سے
اس مخمس کو سن کے گھوڑے نے — تو معیں یہ سوار ہو کے کہے

آج جو کچھ کہو سو گھوڑا ہے

وقصۂ نامہ جنگی کہ بامردم شاکر الدولہ میرزا چھجو بیگ در میدان چکلہ کوڑہ رو دادہ بود احوال برہمی لشکر طرفین در سلک مخمس بقسمے نظم ساختہ کہ حیرت افزائے سامعان است۔ چند بند آں مخمس کہ مخطوظ خاطر بود جہت انبساط خاطر دوستان مسطور مینماید:

شاہ شاکر اب تو دولہ ہو گیا — دیکھو نا رنگی سے گولا ہو گیا
ترش ہونا اس کا اولی ہو گیا — خلق پر کیا فضل مولی ہو گیا
زور ہی لشکر میں رولا ہو گیا

وہ دھواں دیکھا ابر بھی حیران تھا — گولیوں کا برستا باران تھا
برق زن خیمہ بخیمہ بان تھا — گوشہ گیر اس وقت ہر انسان تھا

پڑھ گئے سب نان حلوے کا سبق — لائے کھاجے کے مطالعے میں ورق
یعنی شیرینی کے جتنے تھے طبق — خلق ناحق کھا گئی کر حق حق دو؟

جب بسالمی کی لٹی کمنگھی سوئی — رہ گیاں حیران وہ جوں آرسی
دیکھ منہ خیاط کی چھاتی پھٹی — دھن رفوگر نے رکھی کشمیر کی

جمع ہو کہنے لگے بینے تمام — دال میں کالا ہے کچھ لشکر عام
اس میں گولا مرگ کا لایا پیام — بھاگے سب دوکان سے کر رام رام

ہنستے ہنستے میں یہ دیوانہ ہوا — جب کہ دھینے نے جو روسے کہا

روئی سے کانوں کے تئیں اپنے چھپا — بیٹھی ہے کیا بھاگ رہی خنیاں کی ہا

جو کہ بستی اور پٹ بے خرچ تھے — چھوٹتے ہی رنڈیوں کے گھر گئے

واں جو گذرا ان پہ کوئی کیا کہے — خوب ہی چکلے میں جا چوڑے ہوے

اپنے میانے میں نمایاں رام چند — جس طرح سے کرتے ہینگے دیل کو بند

لوگ اس کے پاس بہر پرشنند — پڑھتے ہیں یہ مصرعہ شاعر پسند

اپنے آقا کا تو وہ ہمدرد ہے — رات کو رنڈی ہے دن کو مرد ہے

زیر مشق خلق اس کی مسند ہے — سنتے ہیں چہرہ اب اس کا زرد ہے

زور ہی لشکر میں رولا ہوگا

بعد ازاں کہ حضرت جہاں پناہ بہ سمت دہلی نہضت فرمودہ در رفاقت نواب منیر الدولہ ناظم الہ آباد در آمد چند در نگذشتہ بود کہ نواب برحمت حق پیوستہ صوبہ الہ آباد در عمل نواب شجاع الدولہ مرحوم آمدہ از بہمی روزگار پریشاں و مغلوک شدہ در لکھنؤ رسید لیکن با ایں ہمہ لیاقت و قابلیت خود و قدر دانی اہل آں دیار ہیچ ترقی بوی نشدہ بہر حال زمانہ را بخوشی بسر میبرد۔ در اول مشق سخن بخدمت میر ضاحک رفیع نمودہ بود، حالا از کثرت مشق خود کوس استادی مینوازد:

مت دکھا تو اے ہلال عید اپنا رو مجھے — یاد آجاوے گا اس کا گوشۂ ابرو مجھے

درد پہلو گر نہ بخشے بیقراری تو مجھے — آہ میرے کون اس پہلو سے اس پہلو مجھے

آج سر پر خاک ڈالوں ہوں کل ہی کی بات ہے — جائے تکیہ تھا میسر یار کا زانو مجھے

کیا دیار دوستی میں اب یہی انصاف ہے — میں دعا دوں تجھ کو ظالم گالیاں دے تو مجھے

واہنیں ہونے کا میرا غنچۂ دل اس بغیر — کیوں لیے جاتے ہو یارو سیر گلشن کو مجھے

نہ گل رہے نہ وہ چمن آباد رہ گئے — پر ہم کو باغباں کے ستم یاد رہ گئے

اہل جہاں جو دینے سے تی داد رہ گئے — ناچار ہم بھی کرنے سے فریاد رہ گئے

دو چار روز دہر میں سب عیش کر گئے — اک بے نصیب ہم تھے کہ ناشاد رہ گئے

جب سے نظر پڑی ترے مکھڑے کی آب و تاب — آئینہ دیکھنے سے پریزاد رہ گئے

میرے جیتے غیر کو بوسہ دیا چاہے ہے تو — جان میری کیا کسی کا جی لیا چاہے ہے تو

اب تو خرمن سوز تاب و صبر عالم کا تو ہے ——— کیا کہوں اے برقِ وش کچھ زور ہی چمکا ہے تو

خبر لے اے دل صد چاک غافل کیا تو بیٹھا ہے ——— کہ شانہ بے طرح اب یار کے بالوں میں بیٹھا ہے

وصل کی شب ہائے کیا جلدی سحر ہو جاتی ہے صبح ——— سب مزہ دلدار کی صحبت کا کھو جاتا ہے صبح

لب خشک چشم تر ہے، منہ زرد ہو رہا ہے ——— کیا راز عشق اپنا بے پردہ ہو رہا ہے

قرار و صبر و خواب و ہوش اب کرتے ہیں رم ہم سے ——— جدائی میں تری جاتا ہے کیا کیا کچھ صنم ہم سے

ہم اتے جاں بلب ہیں جب سے ملتا ہے وہ کم ہم سے ——— تپش دل کی عبث کاوش کرے ہے دمبدم ہم سے

اڑے کا دھجیاں ہو کر گریباں تاب و طاقت کا ——— بہت گستاخ ہے ظالم ترا دست ستم ہم سے

معیں کوچے میں ان کے آن کر بیٹھے سو بیٹھے ہم ——— اٹھا جاتا نہیں اے یار یوں نقش قدم ہم سے

شہر میں کوئی گھر نہیں اس کا جہاں کا گذر نہیں ——— جلوہ نما اگر نہیں میں ہوں جہاں وہ گھر نہیں

چاہا تھا قاصد آپ ہوں منت نامہ بر نہ لوں ——— اڑ کے میں تجھ سے جا ملوں پر میرے بال و پر نہیں

میکشی بد نہ سمجھیو دیتی ہے یہ خودی کو کھو ——— عیب اگر بلطف ہو تو وہ کم از ہنر نہیں

کیوں دلا صبر کلید دل مقصود ہوا ——— جس کو نقصان تو سمجھا تھا وہی سود ہوا

ایک ہی خاک کے پتلے ہیں سب انساں لیکن ——— کوئی مقبول ہوا اور کوئی مردود ہوا

اے قوی پنجہ ضعیفوں سے حذر کرتا رہ ——— دیکھ کب عہد پر آپ اپنے سے نمرود ہوا

سبزہ کہتے ہیں غلط لوگ تمہارے منہ پر ——— یہ تو آہوں کا ہماری اثر دود ہوا

عشق سے باز آ دلا وقت ہے انگریز کا ——— کوئی فرنگی بچہ تجھ کو نہ دے گل کہیں

جوں پشم کی تخت، اگر اس راحت جاں کو ——— چھاتی سے لگا رکھے تو دل کا ہے کو دھڑکے

ایک دم کی ہوا پر اے مغرور ——— کھینچ مت جوں پتنگ آپ کو دور

اے دل دیوانہ کہ چھٹنے کی کیا تدبیر ہے ——— سر پر آئی فصل گل اور پاؤں میں زنجیر ہے

خوابیدہ بخت کب ہیں سزاوار رنگ سرخ ——— ہم اور خاک تیرہ صنم اور پلنگ سرخ

دد عاشق اسکے سامنے لڑکے جو ہوں شہید ——— وہ خانماں خراب سمجھتا ہے جنگ سرخ

یہ جان تاب و تب ہجر سے جلی ؛ افسوس ——— کسی نے آکے خبر ایک دم نہ لی، افسوس

اٹھا ہی دیتے ہیں اہل محلہ اس کو آہ ——— معیں سے مٹتی ہے پیارے تری گلی افسوس

قاصد کہتے ہیں شب ملک آتا ہے ——— یہ جا، کوئی دم میں لب تلک آتا ہے۔

ہنستے ہنستے میں یہ دیوانہ ہوا — جب کہ یہ دھینے نے جورو سے کہا

روئی سے کانوں کے تئیں اپنے چھپا — بیٹھی ہے کیا بھاگ رہی خنیاں کی ہا

جو کہ بستی اور پٹ بے خرچ تھے — چھوٹتے ہی رنڈیوں کے گھر گئے

واں جو گذرا ان پہ کوئی کیا کہے — خوب ہی چکلے میں جا چوڑے ہوے

اپنے میانے میں نمایاں رام چند — جس طرح سے کرتے ہینگے دیل کو بند

لوگ اس کے پاس بہر لشخند — پڑھتے ہیں یہ مصرعہ شاعر پسند

اپنے آقا کا تو وہ ہمدرد ہے — رات کو رنڈی ہے دن کو مرد ہے

زیر مشق خلق اس کی فرد ہے — سنتے ہیں چہرہ اب اس کا زرد ہے

زور ہی لشکر میں رولا ہوگا

بعد ازاں کہ حضرت جہاں پناہ بہ سمت دہلی نہضت فرمود و در رفاقت نواب منیر الدولہ ناظم الہ آباد در آمد چند در نگذشتہ بود کہ نواب برحمت حق پیوستہ صوبۂ الہ آباد در عمل نواب شجاع الدولہ مرحوم آمدہ از بہی روزگار پریشاں و منکوک شدہ در لکھنؤ رسید لیکن با ایں ہمہ لیاقت و قابلیت خود و قدر دانی اہل آں دیار ہیچ ترقی بوی نشدہ بہر حال زمانہ را بخوشی بسر میبرد۔ در اول مشق سخن بمذمت میر زا رفیع نمودہ بود، حالا از کثرت مشق خود کوس استادی مینوازد:

مت دکھا تو اے ہلال عید اپنا رو مجھے — یاد آجاوے گا اس کا گوشۂ ابرو مجھے

درد پہلو گر نہ بخشے بیقراری تو مجھے — آہ پھیرے کون اس پہلو سے اس پہلو مجھے

آج سر پر خاک ڈالوں ہوں کل ہی کی بات ہے — جائے تکیہ تھا میسر یار کا زانو مجھے

کیا دیار دوستی میں اب یہی انصاف ہے — میں دعا دوں تجھ کو ظالم گالیاں دے تو مجھے

وا نہیں ہونے کا میر اغنچۂ دل اس بغیر — کیوں لیے جاتے ہو یار و سیر گلشن کو مجھے

نہ جمل رہے نہ وہ چمن آباد رہ گئے — پر ہم کو باغباں کے ستم یاد رہ گئے

اہل جہاں جو دینے سیتی داد رہ گئے — ناچار ہم بھی کرنے سے فریاد رہ گئے

دو چار روز دہر میں سب عیش کر گئے — اک بے نصیب ہم تھے کہ ناشاد رہ گئے

جب سے نظر پڑی ترے مکھڑے کی آب و تاب — آئینہ دیکھنے سے پریزاد رہ گئے

میرے جیتے غیر کو بوسہ دیا چاہے ہے تو — جان میری کیا کسی کا جی لیا چاہے ہے تو

اب تو خرمن سوز تاب و صبر عالم کا تو ہے
کیا کہوں اے برقوش کچھ زور ہی چمکا ہے تو

خبر لے اے دل صد چاک غافل کیا تو بیٹھا ہے
کہ شانہ بے طرح اب یار کے بٹوں میں بیٹھا ہے

وصل کی شب ہائے کیا جلدی سی ہو جاتی ہے صبح
سب مزہ دلدار کی صحبت کا کھو جاتا ہے صبح

لب خشک چشم تر ہے، منہ زرد ہو رہا ہے
کیا راز عشق اپنا بے پردہ ہو رہا ہے

قرار و صبر و خواب و ہوش اب کرتے ہیں رم ہم سے
جدائی میں تری جاتا ہے کیا کیا کچھ صنم ہم سے

ہم اے جاں بلب ہیں جب سے ملتا ہے وہ کم ہم سے
تپش دل کی عبث کاوش کرے ہے دم بدم ہم سے

اڑے کا دھجیاں ہو کر گریباں تاب و طاقت کا
بہت گستاخ ہے ظالم ترا دست ستم ہم سے

معیں کوچے میں ان کے آن کر بیٹھے سو بیٹھے ہم
اٹھا جاتا نہیں اے یار جوں نقش قدم ہم سے

شہر میں کوئی گھر نہیں اس کا جہاں کا گذر نہیں
جلوہ نما اگر نہیں میں ہوں جہاں وہ گھر نہیں

چاہا تھا قاصد آپ ہوں منت نامہ بر نہ لوں
اڑ کے میں تجھ سے جا ملوں پر میرے بال پر نہیں

میکشی بد نہ سمجھو دیتی ہے یہ خودی کو کھو
عیب اگر بلطف ہو تو وہ کم از ہنر نہیں

کیوں دلا صبر کلید دل مقصود ہوا
جس کو نقصان تو سمجھا تھا وہی سود ہوا

ایک ہی خاک کے پتلے ہیں سب انساں لیکن
کوئی مقبول ہوا اور کوئی مردود ہوا

اے قوی پنجہ ضعیفوں سے حذر کرتا رہ
دیکھ کب عہد پر آپ سے نمرود ہوا

سبزہ کہتے ہیں غلط لوگ تمہارے منہ پر
یہ تو آہوں کا ہماری اثر دود ہوا

عشق سے باز آ دلا وقت ہے انگریز کا
کوئی فرنگی بچہ تجھ کو نہ دے گل کہیں

جوں پشم کی تختی، اگر اس راحت جاں کو
چھاتی سے لگا رکھیے تو دل کا ہے کو دھڑکے

ایک دم کی ہوا پر اے مغرور
کھینچ مت جوں پتنگ آپ کو دور

اے دل دیوانہ کہ چھٹنے کی کیا تدبیر ہے
سر پر آئی فصل گل اور پاؤں میں زنجیر ہے

خوابیدہ بخت کب ہیں سزاوار رنگ سرخ
ہم اور خاک تیرہ، صنم اور پلنگ سرخ

دو عاشق اسکے سامنے لڑ کے جو ہوں شہید
وہ خانماں خراب سمجھتا ہے جنگ سرخ

یہ جان تاب و تب ہجر سے جلی؛ افسوس
کسی نے آ کے خبر ایک دم نہ لی، افسوس

اٹھا ہی دیتے ہیں اہل محلہ اس کو آہ
معیں سے چھٹتی ہے پیارے تری گلی افسوس

قاصد کہتے ہیں شب ملک آتا ہے
یہ جا، کوئی دم میں لب تلک آتا ہے۔

طے ہو گیا انتظار میں نامۂ عمر ـــــ عرض کا جواب اب تلک آنا ہے

جانا بجھ بن چمن میں کچھ لطف نہیں — جانا بجھ بن چمن میں کچھ لطف نہیں
آنا گل گشت کو شتابی ورنہ — جانا بجھ بن چمن میں کچھ لطف نہیں

ایں رباعی در صنعت تجنیس مثل باقی شخصیست کہ گفتہ:

متوالے شراب کو چھپا کر لانا — متوالے شراب کو چھپا کر لانا
ہے دختر رز کی پاس حرمت منظور — متوالے شراب کو چھپا کر لانا

دیدار کا شوق یار حد سے گزرا — وعدوں کا ترے شمار حد سے گزرا
پتھرا گئیں آنکھیں دیکھتے دیکھتے آہ — آجا کہ اب انتظار حد سے گزرا

۲۴/۲۰۴ خواجہ بخش منتظر تخلص از شاگردان حضرت بیتاب الٰہ آبادیست سلمہ اللہ تعالیٰ چون بخشش الٰہی شامل حال او بود از اوائل محبتش در دل استاد جا گرفت و ترقیش منظور نظر شریفش گشت۔ در اندک زمانہ در شیریں زبانی و خیال بندی از اماثل خود بہتر گشت۔ ابتدائے حال شباش بود، بسبب ملامتے کہ داشت خود را بحدے دور می کشید و در خود آرائی بمرتبہ میکوشید و بجانب احدی بچشم محبت نمیدید۔ ناگاہ در دام محبت و ارادت آغا میرزا کی کی از سند نشینان محفل خاکساری و کاملے از منزل گزینان وادی سالکی بود در افتاد، از برکت صحبت وی خود نمائش بخود فراموشی مبدل شد و بجائے خود آرائی و عجز و انکساری برگزید۔ آخر ہمراہ وی از الٰہ آباد بفیض آباد رفت و مدتے در خدمتش بسر بردہ، بعد ازاں بمیدانم کہ چرا از خدمت وی جدا شدہ باز ہوائے طلب دنیا در سر آوردہ، وقتیکہ مؤلف در عظیم آباد بود، وی ہم بر فاقت یکی از صاحبان انگریز آنجا رسیدہ، چوں خبر آمدن منتظر بدل منتظر و مشتاق رسیدہ، طاقت انتظار طاق شد۔ آرزوی دیدنش کردم، بمجرد استماع خبر قدوم گرامی برادرم، دام ظلہ جہت ملاقات آمد و سخنہائے بسیار نمودہ، خیلے خلیق و متواضع و یار باش و گرم اختلاط دیدم و از سخنوران عظیم آباد تعریف خوش گوئی بسیار شنیدم و قطع نظر از شعر گوئی شعر خوانی او ناخن بدل میزند و شیریں زبانی او سامعانرا از دل خود می برد:

تیرے تھے میاں خواہ بھلے خواہ برے ہم — لے یار تو خوش رہ کہ ترے در سے چلے ہم
اب روئیں گے لگ کر کے بھلا کس کے گلے ہم — اک دل تھا سو اس کو بھی نذر کر کے چلے ہم
ہیں باغ جہاں میں شجر سوختنی آہ — اٹھتے ہی ہوئے خشک نہ پھولے نہ پھلے ہم

اس کے دل تک کہاں پہنچتی ہے — پھر چل اے آہ کیوں بھٹکتی ہے

بیخود اتنا ہے نہ کچھ ایمانہ کچھ تقریر ہے — منتظر کے ہاتھ میں شاید تری تصویر ہے

بازارِ جہاں میں آئے تھے ہم — کچھ کر کے خرید جائیں گے ہم
سودا نہ بنا چلے ہیں خالی — کیا جایئے منہ دکھائیں گے ہم

بولتا ہے یہ زخمِ سینے کا — فائدہ کیا ہے اس کے سینے کا

ترے غم نے جسے دی آگ سیماب و سپند آسا — کوئی سرگرمِ شیون ہے کوئی خاموش اڑتا ہے

نامِ خدا قدم تو نکالے ہیں شوخ نے — شاید کہ رفتہ رفتہ ادھر بھی گزر کرے

متصل روتے ہی رہیے تو بجھے آتشِ دل — ایک دو آنسو تو اور آگ لگا جاتے ہیں

۶/۲۰۵ تھا زخمِ دل جہاں وہیں بیٹھا نگہ کا تیر — قرباں ہوں اس کے میں جو کوئی گھر میں گھر کرے

میر حمایت علی، مجنوں جوانیست بسیار خوش اختلاط و یار باش دہلی نژاد است، از آنجا بتلاش معاش در مرشد آباد آمدہ در حمایت خوش حال چند سیٹھ خوشحال و فارغ البال بود، از چندے باعث انقلاب روزگار تخللے در خوشحالی وی افتادہ۔ مشق سخن در خدمت شاہ قدرت اللہ نمودہ ہمانجا۔ ضامن را بآئین رنگین در سلسلۂ نظم پابند میکند از دست:

جاں آتش و تن آتش و یہ داغ دل آتش — کی عشق نے اے وائے عجب مشتعل آتش

یہاں تک مرے سر پر اس کا سنگ ستاں ٹوٹا — کہ جس کو دیکھنے کے تئیں زمیں اور آسماں ٹوٹا

ڈر نا ہی مناسب تھا خونخوار کی آنکھوں سے — مارا مجھے آخر کس پیار کی آنکھوں سے

۱۰/۲۰۶ میر محسن تخلص دولت زباندانی از خرمینۂ محمد تقی، میراندوختہ و چراغ سخنوری از فروغ استعدادش افروختہ۔

یوسف مصر پہنچتا ہے کوئی — بھیجو دیبا عزیز دلہا کو

حرف تیرے عزیز سب کا صنم — زندہ کرتا ہے نام عیسیٰ کو

مرا رنگ رواں قدر زرد ہے — کہ یاں زعفراں زار بھی گرد ہے

اگر شیخ دوزخ میں گرمی نہ پائے — مرے پاس بھی اک دم سرد ہے

کیا جانیے وہ شوخ کدھر ہے کدھر نہیں — ہم کو خبر، بدن کی اپنے خبر نہیں

۲۷/۲۰۷ محمد علی خاں مشتاق خلف ہاشم قلی خاں، داروغۂ توپخانہ، نواب ہیبت جنگ مرد بسیار خوش اختلاط و عاشق مزاجست در عظیم آباد بسر می برد۔ گویند دیوانہای ریختہ شاعران ہندوستان و عظیم آباد و مرشد آباد و بتلاش تمام جمع نمودہ و پیوستہ مشتاق اشعار و حالات شاعران این زبانست و اشتیاق تالیف تذکرہ در سر دارد۔ شاعر زبردست و ناظم معانی رس است و مضامین تازہ میجوید و اشعار طرحی فوراً میگوید نمی دانم کہ خوشہ چین خرمن کیست۔ این چند اشعارش کہ مسموع شدہ بالفعل در جریدۂ سینہ محزون بود مرقوم میشود۔

یہ دم کب تک مرا ہمدم رہے گا — یہاں کوئی کم رہا ہے کم رہے گا
اس عالم کی تو ہے کیا بات لیکن — خط آنے پر بھی اک عالم رہے گا

کیا دکھاویں گر منہ وفا کو ہم — چشم میں نام کو بھی نم نہ رہا
ہم نے دیکھا ہے اس کی مکھڑی کو — ایک دم جن نے دیکھا دم نہ رہا

پرسش کو آیا اس دم جب دم رہا نہ دم میں — خانہ خراب کر کے خانہ خراب آیا
اے جنوں جا خبر لے داماں کی — اب گریباں تو پارہ پارہ ہوا

کون سا نالہ تھا کہ سر نہ کیا — آہ دل میں ترے اثر نہ کیا
گو تری لطف کے لائق نہ یہ نالائق تھا — غیر کے روبرو کہنا تجھے کیا لائق تھا
کس کی بات تو سنو صاحب — بن سنے ہی خفا ہو، لو صاحب

کیا سمجھ ہو اس دل کو جو ہو ساتھ ہمارے — دشمن ہو کہ پہلو میں ہو دن رات ہمارے
خواہش جاہ و حشم کچھ نہ تجھے ہو نہ مجھے — واقعی اس سے کچھ حاصل نہ تجھے ہو نہ مجھے
ہمیں رو کیں تو رو کیں منہ پہ اس کے آستیں دیکھ — کسی کا منہ نہیں جو منہ پہ آئے دیدۂ تر کے
بجلی ہے یا کڑا چمکتا ہے — پاؤں میں کیا پڑا چمکتا ہے

۱۲/۲۰۸ میر باقر مخلص علی خاں مخلص تخلص در مرشد آباد است غزال افکارش در کمال حسن و جمال و نور سان اشعارش در نہایت غنج و دلال، از ظرفای زمان و خوش گویان دوران است مخلص نازنینان معانی و مشتق پری رویان وادی سخندانی از وست:

آئینہ رو کے دل میں کوئی راہ کیا کرے — دم مارنے کی بات نہیں آہ کیا کرے
نام تیرا ورد ہے اس دل کو یا مشکل کشا — کر تو آساں میری ہر مشکل کو یا مشکل کشا

کیا عبث میں علاج داغ کروں — خانۂ دل کو بے چراغ کروں

یار بن کس کو ہوس جینے کی ہے اے جلاد — گر جدا سر کو جو کرنا ہے تو کر، بسم اللہ

مجھ قاتل ترے سر کی قسم ہے — نہ چھوڑوں گا قدم جب تک کہ دم ہے
کبھی نہیں بولتے بندوں سے اپنے — بتاں کی میں عجب دیکھی خدائی

۴/۲۰۹ میر ماشاء اللہ مصدر تخلص چوں اسم خود ماشاء اللہ مصدر فضائل پسندیدہ و معدن خصائل سنجیدہ، در نکتہ فہمی و حاضر جوابی یگانۂ زمانہ و در ہنرمندی و سخندانی یکتای دوراں. قامت قابلیتش بخلعت اوصاف آراستہ و چہرۂ استعدادش

بزیور علم و ہنر پیراستہ۔ در علم طبابت مہارت کلی دارد و در علم حکمت حذاقت بنایت۔ فکر صوابش شفا بخش اذہان سقیم و اشارات روح افزایش در قانون نجات بخشی از امراض نہایت مستقیم جرعہ کش مصطبۂ زبان آوریست و بادہ نوش محفل لسانی و سخنوری۔ لیکن حیف کہ غبار زیادہ گوئیش آئینہ جمال کمالش را مکدر ساختہ و از خود نمائی کہ دارد سخنش از پایۂ ایقان اعتقاد افتادہ و عمر خود را قریب صد سال می گوید لیکن بر چہرہ اش دلالت نمی کند کہ این قدر مرد سال خوردہ باین قوت و توانائی باشد تا حال در چشم بینندگان جوان معلوم می شود۔ از لطافت کلمات اوست کہ ہر کہ در غماندان ہمدسال شدہ می میرد او را می گویند جواں مرد۔ اکثر از جودت طبیعت اشعار نامربوط منتظم میسازد دو بیت ہزاری دو ہزاری چہار پنج و علی ہذا القیاس نام می گزارد۔ لہذا اشعارش کہ خالی از چاشنی و لطافت نیست آں ہم بے اعتبار گردیدہ۔ حقاکہ در بعض اشعار فارسی مضمون خوب می بندد۔ روزی در لکھنؤ اتفاق تلاقی رو دادہ بود در اثنائے آں ابیات چہار ہزاری و پنجہزاری این چند اشعار خواند کہ پسند طبع افتادہ:

قاصد اشک نداستہ کہ پرسم خبرے ۔۔۔ گرم از وادی دل آمد و بیتاب گذشت

باز دل شد اسیر دام کسے ۔۔۔ رفت از خویش و گفت رام کسے

نیم بسمل گذاشت صیادم ۔۔۔ وای بر کار ناتمام کسے

اشعار ہندی وی نیز از ہمی قبیل است۔ غرض میر بس غنیمت است۔ مدتے در بنگالہ در سرکار نواطین آنجا بکمال عمدگی میبود۔ بعد برہمی وضع بنگالہ بطرف ہندوستان رفت و در سرکار نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ مرحوم اقتدار کلی و تقرب بحدی بہم رسانید، مدت حیات نواب مرحوم باوی بکمال تقرب بسر میبرد۔ بعد وفات نواب چندے در سرکار خلف وی نواب آصف الدولہ بہادر نیز زمانہ را گذرانید۔ آخر الامر امسال کہ سنہ یکہزار و یکصد و نود و چہار ہجریست کشیدہ خاطر شدہ روبہ لشکر نواب ذو الفقار الدولہ میرزا نجف خاں بہادر کہ قدر شناس اہل فضل و کمال است آوردہ نمیدانم کہ در آنجا کہ چہ است:

تیرے نقش قدم کو لائیے گا ۔۔۔ کعبہ اپنا الگ بنائیے گا

مستی کی دھڑی اوپر کیا پان کی لالی ہے ۔۔۔ شب خون کے کرنے کو یہ وضع نرالی ہے

این وقت این بیت بخاطر گذشتہ معلوم نیست از کیست لیکن مضمونش بغایت نازکی دارد:

مسی پر سرخی پاں دیکھ میری عقل بھولی ہے ۔۔۔ کہ ہے خورشید تاباں اور اس سے شام پھولی ہے

۲۸/۲۱۰ خواجہ محترم خاں محترم، خلف خواجہ محمدی خاں برادر خواجہ عاصم خاں شورما جای بود باش ہر دو برادر یکیست لہذا تکرار ناگوار آمد۔

مکرر اگر چہ سحر آمیز باشد ۔۔۔ طبیعت را ملال انگیز باشد

او نیز در ین فن شاگرد حضرت عشق است کہ از حسن خلق و تواضع معزز و محترم زیست میکند:

دل حلقہ بگوش ہو گیا ہر چند سنبھالا ۔۔۔ کیا طوق محبت ہے ترے کان کا بالا

کیوں کر مرا فسانہ کسو کو پسند ہو ——— سمجھے وہ درد دل جو کوئی درد مند ہو

اے چشم مری موتیوں کا ہار نہ ٹوٹے ——— یہ اشک مسلسل ہی رہے تار نہ ٹوٹے

جو دل سے گرا اہل دلوں کی سو کدھر کا ——— دنیا کا نہ دیں کا نہ ادھر کا نہ اُدھر کا

ہمدم نہ فکر کر، کہ مرا کام ہو چکا ——— جو دل نہیں ہے تو مجھے آرام ہو چکا

بستا ہو تو میرے یار جی میں ——— تس پر بھی نہیں قرار جی میں

سر کے تئیں ہاتھ سے ہم اپنے قلم کرتے ہیں ——— یہ تو رستے نہ ہو یار جو ہم کرتے ہیں

دل ہی افسردہ ہوا، اب شادمانی پھر کہاں ——— ہم تو وہ ہی ہینگے لیکن نوجوانی پھر کہاں

مجبور ہو گیا ہوں میں سخت دل کے ہاتھوں ——— دیکھا نہ تھا سو دیکھا کمبخت دل کے ہاتھوں

گن کے قدم رکھے تھا یار یک دو سہ چار پنج و شش ——— مر گئے ہم خاکسار یک دو سہ چار پنج و شش

محرم کیا ہوا تری دل کو ——— دم میں روتا ہے دم میں ہنستا ہے

مشفقوں ذکر کیا اس سے ——— کہو تو محرم کو یاں لا دیں

کہنے لگا کہ شرط کر لو تم ——— اپنی مجلس میں ہم جو بلوا دیں

رونہ دیو کہ اس کو رونے سے ——— ساری مجلس کو ہم رلا جاویں

۸/۲۱۱ عبداللہ خاں ساری مسافر تخلص غازی پوری جوانیست ایثار مند دوستاں و مستمند مخلصاں، اکثر جہت تلاش معاش مسافری باشد و گاہ گاہ فکر ریختہ میکند، از دست:

اے بلبلو نہ پوچھو کچھ جور باغباں کا ——— خس بس رہا نہ باقی گلشن میں آشیاں کا

غنچے جو تنگ دل ہیں گلشن میں کیا سبب ہے ——— شاید کیا صبا نے کچھ وصف تجھ دہاں کا

کس کس کی کشمکش کے عہدے سے کوئی برآوے ——— یہ جور باغباں کا وہ ظلم گلرخاں کا

تو نے مسافروں کو اتنا کبھی نہ پوچھا ——— آتے ہو تم کدھر سے اور قصد ہے کہاں کا

۱۲/۲۱۲ میر قمر الدین منت تخلص از مصاحبان نواب عماد الملک غازی الدین خاں عمری در مجلس نواب با سخنوران ہم سخن بود و زبان آوران ہم نشیں. قمر سپہر سخنوریست و نجم برج زبان آوری از خوش گوئیش سخن مرہون منت شد و از اداہ بندیش مضمون ممنون فصاحت گشتہ بعد انقلاب روزگار از نواب رفاقت و گذاشتہ جہت تلاش روزگار در لکھنو رسیدہ و مدتے در آں دیار بسر بردہ اکنوں ندانم کجاست:

مدعی اس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے — پھر تمنا کو یہاں مژدۂ مایوسی ہے
عوض درد مزہ سیتی بھرے ہیں پیارے — جس لب زخم ز شمشیر تری چوسی ہے
آہ اے کثرت داغ و غم خوباں کہ تمام — صفحۂ سینہ مرا جلوۂ طاؤسی ہے
ہر مری طرح جگر خون ترا مدت سے — ای خناکس کی بھتے خواہش پابوسی ہے
تہمت عشق جبث کرتے ہیں مجھ پر منت — ہاں یہ سچ ملنے کی خوباں سے تو نک خوسی ہے

پیش ازیں از اکثر مردم شنیدہ بودم کہ ایں ریختہ از نتائج فکر گنا بیگم، حرم نواب موصوف است و اوہم منت تخلص مینماید لیکن چوں در عظیم آباد تذکرۂ ایں معنی بمرزا فدوی در میاں آمد گفتند کہ منت تخلص میرزا قمرالدین است نیز ایں اشعار زادہاے طبع اوست۔ لہذا ایں اشعار در ذیل احوال میر قمرالدین نوشتم من بعد الرجعت چوں اتفاق در رود بلدۂ فرخ آباد رو داده از میرزا مقبول خلف یقین کہ مدتے در حرم نواب پرورش یافتہ معلوم شد کہ گنا بیگم در اوائل منت تخلص می کرد، چوں از میر قمرالدین منت مطلع شد ایں تخلص موقوف نموده از آں زماں در مقاطع اشعار ہیچ تخلص نمی آورد و بیگم ہم اشعار خوب بکار چنانچہ می آید۔

۱۶/۲۱۳ میر غلام حیدر مجذوب خلف رشید میر زا رفیع سودا شاعر لیست بسیار مضبوط و با شاہدان معانی مربوط اگرچہ در شعر گوئی کم گوئی شعار ساختہ، امابر چہ می گوید از خود بدل میزند طبع رسا و سخنوراں ببسوی کلامش مجذوب نگراد از زباندانان باستماع کلامش مرغوب؛

اشک آنکھ میں ہو عشق سے تا دل میں غم رہے — یہ گھر ہے وہ خراب جو آتش سے نم رہے
تنگ ہم اس طرح جہاں سے چلے — یاد بھی کچھ نہیں کہاں سے چلے
چاہوں مدد کسی سے نہ اغیار کے لیے — میں بھی تو یار کم نہیں دو چار کے لیے
آہ میں اپنی اثر ڈھونڈتے ہے مجذوب تو — سرو میں ہم نے لگی اب تک پھلیاں دیکھیاں

۴۰/۲۱۴ شیخ ولی اللہ محب اصلش شاہجہاں آباد است۔ جہت سعی روزگار از آنجا در فرخ آباد آمدہ، مہربان خاں رند کہ مہربان حال شعرا و محب بدل ظرفا بود بکمال مہربانی بہ تفقد احوالش پرداختہ بعد برہمی طبقۂ دولت احمد خاں چوں مہربان خاں از آں دیار برآمد و در دیار لشکر نواب ذوالفقار الدولہ آورد و دے بسبب پابندی عیال از وجدا شدہ در فرخ آباد ماندہ، اشعار دلچسپ و پر مضمون دارد۔ ایں چند اشعار در فرخ آباد بطریق ہدیۂ دوستانہ بنظر مؤلف گزرانیدہ۔

نہ مال و زر کی تمنا، داغ کو چھاتی پہ دھر لیجا — چلو تو جب کہ دنیا سے، تو نیکی کا ثمر لے جا
خریداری جو ہو منظور جنس رستگاری کی — بجاے گنج گوہر ساتھ اپنے چشم تر لے جا

جہاں میں کون ہے اپنا نہ جاں اپنی نہ تن اپنا — بگڑے بعد اپنے یادگار اپنی، سخن اپنا

سبکدوش اس قدر دنیا میں ہوں بارِ علائق سے — کہ جوں گل ہے لباسِ زندگی اپنا، کفن اپنا

دلِ مومن خدا کا گھر ہے، یاں عشقِ بتاں پایا — غلط ہے یہ، کسی کے گھر میں کوئی گھر نہیں کرتا

تو اور تری چاہ پوچھنا کیا — صدقے تری، واہ پوچھنا کیا

ہم دل جلوں کو شوق کہاں سیر باغ کا — کرتے ہیں دید اپنے ہی سینے کے داغ کا

ہم سے ملنے کی اس قدر خواہش — وہ بت بے وفا نہیں رکھتا

جانتا ہے کہ لعل و در کے سوا — یہ محب مال و زر نہیں رکھتا

دوستی چھوڑ چھڑائے سے کسی کے کس طرح — بند ہوتا ہی نہیں رستہ دلوں کی راہ کا

دل تو پہلے ہی چلا اب کیا ہے مطلب آپ کا — بے تکلف وہ بھی کہہ دیجے کہ ہے سب آپ کا

دیکھیو جلوہ اس کی قامت کا — فتنہ انگیز ہے قیامت کا

قطرہ اگر پیے مئے گلگوں کے جام کا — پھر محتسب مبالغہ ہو والحرام کا

صحرا میں چار باغ گل و گل میں بو ہوا — جس رنگ میں نمود ہوا یار تو ہوا

اس بزم میں کسی کو ملا غم کسی کو عیش — ساغر کو خندہ (ہ) گریہ نصیب سبو ہوا

قطرۂ اشک جو اس دیدۂ تر سے نکلا — ایک سو ایک فزوں قدر گہر سے نکلا

آ آج گلستاں میں بہ (وقت) صبح لے جا — نہ تیری موج گل کا، پہ پیرہن کیا وا

جو جو جی میں ہے کسی کے چھپ چھوڑتا نہیں ہے — وہ حال میرے دل کا خندہ خال تیرے لب کا

شبِ فراق میں تجھ بن جو ماہ نکلے ہے — فلک تلک مرے سینے سے آہ نکلے ہے

محب اس کے آنے کا وعدہ تو کل ہے — سو یاں آج ہی آن پہنچی اجل ہے

۱۴/۲۱۵ مقبول نبی، مقبول خلف انعام اللہ خاں جوانِ مقبول دلہا و سادہ مزاج بے ریاست دریں ولا در فرخ آباد است۔ از گردش روزگار در کمال پریشانی بسر می برد و باوجود کمال خوش نویسی دخطاطی در چشم اہل روزگار بقدر راست۔ اشعار اساتذہ قدیم و حال ہزارہا از بردارد و محبت دی باشد اوزبان ریختہ جبلی است، منازل شوق تعاد شرائط مینماید۔ چوں پدرش در خرد سالی ذائقۂ شربت مرگ چشیدہ، وی از دولت صحبت پدر محروم ماندہ مشق سخن از شیخ ولی اللہ محب مینماید از دست:

پھیرے خدا رقیبوں سے جی میرے یار کا — اتنا ہی مدعا ہے دل بے قرار کا

آئینے کے سوا کرے کس کی طرف نظر ۔۔۔ وہ مبتلا ہے اپنے ہی نقش و نگار کا

اگر عزم بالجزم ہے قتل کا ۔۔۔ تو نصر من اللہ فتح قریب

میرے پہلو میں رہ کے کیا لے گا ۔۔۔ تو بھی جا دل جدا سہی نہ سہی

اس گل کو ہم سے ملنے میں ہے ننگ اب تلک ۔۔۔ جوں غنچہ ہر سحر ہے یہ دل تنگ اب تلک

تڑپے ہیں کئی طالب دیدار تمہارے ۔۔۔ یک حشر بپا ہے سر بازار تمہارے

وہ مردمک دیدۂ عشاق ہے واللہ ۔۔۔ جو خال ہے چہرے پہ نمودار تمہارے

۲۱۶/۸، گنا بیگم منت تخلص، حرم خاص نواب عماد الملک صبیۂ علی قلی خاں والد داغستانی بعہد خود در حسن ملاحت بے نظیر بود و در سخنوری و فصاحت عدیل خود نداشت، شہرۂ خوبروئی وی خوبرویان جہاں را در ربای خجالت انداخت و آوازۂ خوشگوئی از خوشگویان زمان را حیران ساخت خلقے بہ استماع حسن خداداد آں خورشید سیارہ دار والہ و مفتون شدہ و علے الشوق دیدن آں لیلای ماہ لقا مجنوں صفت از خود رفتہ، پیش از آں کہ آں گل گلزار ملاحت غنچۂ ناشگفتہ و گل جیب نادریدہ بود، مشاطۂ نسیم بوی از آں بمشام نظارہ بازان گلہای چمن خوبروئی رسانیدہ و ہر یکے را ہوای شمیدن شمائم وصالش بدماغ جا گرفتہ، ام الاطراف آپوستہ تمنا بدست آوردن آں گلدستۂ رعنائی بدل می گردید و خار خار ایں شوق در صفائح سینۂ عدہ ہای اکناف می خلید و لیکن دست بر باغباں تقدیر بلامنت و احسان آں گلدستۂ تر و تازہ را بدست قسمت نواب عماد الملک بہادر نہاد و نسائم وصالش را در نصیب وی ساخت، پس مدتہا طالب و مطلوب بکام دلہا رسیدند و پیوستہ سائر عشرت پیمودند و از غم زمانہ فراغت گزیدہ بکمال سرور بسر می بردند، آخر الامر در ایامے کہ نواب از جنگ گربہ گوہدی آمد وی نیز چوں جاں با جسم ہمقرین نواب بود، اتفاقاً در نور آباد کہ مابین گوہد و گوالیار واقع است سواری بیگم قدری پیشتر از سواری نواب رسید بیگم از آبدار آب طلبید تا تشنگی فرو نشاند، آبدار از چاہیکہ بر سر راہ بود قدری آب برآوردہ گزرانید، خوردنش ہماں بود و جاں دادنش ہماں خداداند کہ دراں آب چہ زہر ہلاہل و زہر قاتل آمیختہ بود کہ بمجرد گذشتن از حلق جاں عزیز آں نازنیں را بباد فنا بردن۔ نواب بعد حلقش بر سرش رسید ہر چند سر بر سنگ زد و ہیچ حاصل ندید آخر نعش وی را بہماں جا امانت گذاشتہ بگوہد آمد بعد مدتے از آنجا نقل نمودہ بدہلی فرستاد الغرض بیگم در سلیقۂ شاعری زیب النساء مجالس نکتہ دانی بود و در ریشۂ حاضر جوابی نور جہاں ثانی، طبعش بغایت موزوں و فکرش نہایت دلچسپ و با مضمون۔ در ادائل منت تخلص می کرد چوں شنید کہ منت تخلص شخصے دیگر است تاب منت نیاوردہ موقوف نمودہ۔ در اشعار وی بسیار اختلاف است۔ مردم اشعار میسوزد را اکثر بنام وی میخوانند۔ روزے مذکور ایں معنی از میرزا مقبول نبی نمودم۔ وی بیاض مسودۂ دست بیگم آوردہ بمن نمود ایں چند اشعار از و برچیدم:

جس طرح لگی دل کو مرے چاہ کسو کی — اس طرح نہ لگوے مرے اللہ کسو کی

اب زلف دراز اپنی کو ظالم نہ گرہ دے — کیا فائدہ جو عمر ہو کوتاہ کسو کی

ہر ایک پہ تم جور و جفا کرتے ہو پیارے — دھڑکا ہے مرا دل نہ لگے آہ کسو کی

نے نامہ نے پیغام نہ زبانی نہ نشانی — حالت ہے کوئی کیوں کر ہو آگاہ کسو کی

بلبل ہو تم کو وہ گلزار مبارک ہووے — ہم کو وہ سایۂ دیوار مبارک ہووے

رات دن جس لیے روتی ہوں سو اللہ کرے — انکھڑیو تم کو وہ دیدار مبارک ہووے

ایک تو رسوا کیا عالم میں تیرے نیہہ نے — دوسرا سننے پڑی لوگوں کے طعنے مہنے

ہم سے بیزار ہوا خوب ہوا تو پیارے — اب تجھے صحبت اغیار مبارک ہووے

سیکھ لی تم نے طرح نازہ دادا کی ظالم — اب ہووے پوری طرحدار مبارک ہووے

آہ ایسی نہ ہوئی کوئی گھڑی تمت میں — کہ ہماری بھی شب تار مبارک ہووے

اس کا پیغام مجھے کیوں کر زبانی آوے — نام سنتے ہی مرا جس کو گرانی آوے

جھوٹ کہتا ہے ارے قاصد یہ زبانی پیغام — مجھ کو باور نہیں جب تک نہ نشانی آوے

دین و دنیا سے سروکار ہے کس کافر کو — رات دن فکر یہی ہے کہیں بانی آوے

ناصحا کہنے سے تیرے تو کروں منع شراب — شرط یہ ہے جو اگر پیر جوانی آوے

اشک امڈا ہو (تو) پھر ضبط سے کم رکتا ہے — ناصحا اٹھ مری بالیں سے کہ دم رکتا ہے

زلف کا کھولنا بہانہ ہے — مدعا ہم سے منہ چھپانا ہے

اب تو جاتے ہو اس طرح ہم سے — کبھو پھر بھی تو منہ دکھانا ہے

شب کو طلب میں تیری میاں ہم بھٹک بھٹک — جوں حلقہ در پہ دوگئے سر کو پٹک پٹک

میری بھی مشت خاک کا مٹک پاس ہے ضرور — اے جاں نہ یوں چلیو نہ دامن جھٹک جھٹک

یوں ہیں جو تپش دل پر ہر اک آن رہے گی — پھر کاہے کو اس دکھ سے مری جان رہے گی

جس کا بھی چاہے ادا تجھ میں ہیاں سو تو نہیں — گل تصویر میں گو رنگ ہوا، بو تو نہیں

شمع کو چہرۂ دلدار سے کیا نسبت ہے — کیوں کہ وہ ہے رخ خنداں و یہ فق صورت

دکھ دی چلے ہو مل کے مری جان واہ واہ — اچھی نکالی تم نے پہچان واہ واہ

مت کر خیال دل تو رخ و زلف یار کا — دن اور رات صبح ہوا ہے کہاں کہاں
کل تم جو میرے پاس سے فی الفور اٹھ گئے — فرمایئے یہ آپ سدھارے کہاں کہاں
داغوں کو میرے سینہ کا مت پوچھ کچھ شمار — گنواؤں تجھ کو عرش کے تارے کہاں کہاں

یہ ہوا اور ابر باراں سر پہ چھایا ہے طرح — یار بن برسات آنکھوں نے دکھایا ہے طرح

اس وعدہ خلاف کا نہ آنا — جانا کہ کیا عرف بہانا ہے؟

ہماری خاک پہ جب یار نے گزار کیا — دم مسیح نے سر کو آشکار کیا

آیا نہ کبھی خواب میں یہ وصل میسر — کیا جانیے کس ساعت بد آنکھ لگی تھی

عرق گرتا ہے اس کی زلف سے اور دل سہمتا ہے — کہ شب تاریک ہے اور ٹوٹتے ہیں دم بدم تارے

بساں شمع جلتی ہوں کہ ہوں جوں صبح ہوتی ہے — تجھے اٹکھیلیاں سوجھیں ہیں میری جان جاتی ہے

گویند روزے عماد الملک در خواب بود بر بالیں وی بیگم آمدہ چوں غافل دید برگشت ناگاہ نواب بیدار شد و این مصرع بدیہہ خواند "آکر ہماری لاش پہ کیا پیار کر چلے" بیگم گفت "الفور گفت" "مخواب عدم سے فتنے کو بیدار کر چلے" بعد ازیں ریختہ را تمام کرد:

میرے دل حزیں کو جو افگار کر چلے — اے واہ وا میاں یہ بھلا پیار کر چلے
کیا سیر تھا نہ جانیے گلشن میں آن کر — بلبل کو گل کی شکل سے بیزار کر چلے
آباد رہیو پیر مغاں اب یہ میکدہ — ہم بھی ہوں کو یاں تراب اک بار کر چلے
جاتے جو ہو بھرے ہوئے گرد و غبار سے — تعبیر کس کو دل کی یہ سیر کر چلے

ہم سے کرتی ہو تری زلف کی کیا کہیے — دل مرا کہتا ہے کہتی ہو نہ جی کیا کہیے
دیکھو تیرے بغیر آب تو نہیں رہتی چشم — اس کی تدبیر کہو اب تو اجی کیا کہیے

۴/۲۱۷ یار علی خاں، مستمند تخلص یار باش دستمند عاشق مزاج و دردمند معلوم می شود از دست:

لگی ہے جس طرح میرے دل بیتاب میں آتش — نہ دیکھی ہوگی تو نے شمع ایسی خواب میں آتش

۴/۲۱۸ مجنوں تخلص نو مسلمے است نبیرۂ راجہ بشن نارائن کہ دیوان محمد شاہ بود. سر و پا برہنہ مجنوں وار در کوچہ بازار لکھنؤ می گردد و در حالت مستی گاہگاہے فکر ہم میکند:

نہ محبت نہ ترحم نہ وفا تجھ میں ہے — کوئی دلداری کی بھی بات بتا تجھ میں ہے
دیکھ تو آپ ہی میں یار کا جلوہ اول — مثل آئینہ اگر نقش صفا تجھ میں ہے

نیم اللہ میرزائی بسیار خوش معاش و خوش اختلاط بہت و در فیض آباد کہ در عہد شجاع الدولہ بہادر رشک نعیم بود تو من برگزیدۂ احوال در ہمہ بنجا بکمال رعنائی و میرزائی بسری برد، ایں رباعی بنام او مسموع شدہ:

جو کوئی کسی کو یار کلپا دیگا — یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاوے گا
اس دور مکافات میں سن اے غافل — بیداد کریگا آج کل پاوے گا

۲/۲۲۰ مرزا علی نقی مستر تخلص کشمیری نژاد است، در لکھنو استقامت دارد و ازیں قیامت تخلص کہ یافتہ در مجلس شاعران شور محشر برپا ساختہ ہمیں یک بیت از وی یاد بود:

دریا میں لے کے لاش کو میری بہا دیا — قاتل نے میرے قتل کا یہ خوں بہا دیا

۴/۲۲۱ محمدی بیگم شیخ ولی اللہ محب می گفت وی زنی بود فاحشہ، عیاش در لشکر نواب شجاع الدولہ بہادر در رسالۂ اسمٰعیل خان بسری برد، بدیہہ گو و حاضر جواب، ہیرہ دی مجمع جوانان ظریف و یاران حریف و منزل گاہ او مرجع ظریفان تماشا بیں و حریفان رنگیں نہایت باداغ و کشیدہ مزاج کہ پرتو التفات بجانب آیندگان می انداخت و دنازو ادا خود را بمدی می آراست در عالم عیاشی آں قدر بے التفاتی و کم توجہی از خاص او بود. روزی از برای دیدنش رفتم و در ملاحت و نزاکت زیادہ از شنیدہ دیدہ و سخن آرائی و بدیہہ گوئی احدی نظیر او نہ شنیدم. اشعار فارسی و ہندی اساتذہ ہزارہا از بر داشت و بر محل بدیہہ میخواند و خود ہم فوراً اشعار پرمضمون و رنگین موزوں می ساخت. آئین نزاکت و زنانہ و ضعی را بہ حسن روش می آراست از وست:

اگر مصری ترے لب کو مقابل ہو چبا جاؤں — تری آنکھوں سے بیشی کر بادام کھا جاؤں

و نیز می گفت کہ ایں بیت من است:

قفس میں مر گئی بلبل ترستی — نہ دیکھی ہائے پھر گلشن کی بستی

لیکن مقبول طبائع افتادہ از عدم شہرت کسے را نشناختہ بدیگراں منسوب میکنند، اشعار من ہست از اشتہار اشعار خود بنام دیگراں عار ندارم محب می گفت کہ ادعا را ز ذکا را و بعید ندیدم شاید راست باشد.

۶/۲۲۲ منشی غلام احمد، منشی ساکن نارنول از شاگردان مرزا مظہر در انشا پردازی و منشی گری سلیقہ درست دارد. از چندی گاہ در لکھنؤ گاہ در فیض آباد بسر می برد.

چرا لیتا ہو لفت دمن کو آئینہ آنکھوں میں — خدا کو واسطے تک کر حیا کو پلسباں اپنا
مگر پیاسا ہو زخم دل تری بیداد کا ظالم — کہ ترکرتا ہو آب تیغ سے ہر دم دہاں اپنا

۱۶/۲۲۳ حافظ علی، ممتاز تخلص در میان شاعران در شاعری ممتاز و شہرہ بہ حسن تراشی پا انداز و ساز از شاگردان میرزا

سودا ست۔ پیش ازیں در دہلی بود اکنوں بطرف دکھن رفتہ:

میں تیرے داغ کو رکھتا ہوں اس لیے دل میں — کہ آشنا کا دیا آشنا کرے تعویذ

۲۲۴/۲۴ شیخ فتح، متصف تخلص نازی پوری خلف شیخ معشوق علی خداوند حقیقی اور ادریس جوانی جامع صفات آفریدہ، مردیست بسیار منصف و کمال خوبی متصف گرم انشلاط و یارباش عزیز دلہا و مبش رسا و شیریں کلام و خوش تقریر و دلستان بے نظیر پدرش در عہد نواب صادق علی خاں نائم بنگالہ بمرشد آباد آمدہ، در سرکارش خدمات عمدہ سرفراز شدہ و بعد وے در وقت نواب قاسم علی خاں نیز بکمال تقرب مباہات داشت۔ بعد برہمی دور عالی جاہی خانہ نشیں گشتہ۔ و سلمہ اللہ تعالیٰ نیز سپاہی پیشہ است۔ مدتے در سرکار نواب وزیر علاقہ روزگار داشت باموئف بسیار مربوط است۔ اشعار فارسی خوب بمضمون منظوم می سازد۔ گاہگاہے ریختہ نیز می گوید از وست:

جب میں وہ چمن میں یار ہووے — شرمندہ گل و ہزار ہووے
مت دیکھیو اس کی چشم نرگس — آیا نہ وہ پر خمار ہووے
وہ فتنۂ چشم نابدوں سے — یارب نہ کہیں دوچار ہووے
ہر تیر قیامت اس نگہ کا — لگتے ہی جگر کے پار ہووے

جب تیری گلی سے جائیں گے ہم — واللہ کہ پھر نہ آئیں گے ہم
اس جور و جفا کو تیرے پیارے — ہرگز نہ زبان پہ لائیں گے ہم
کیا تجھ کو کہے گا، ہائے ظالم — جس کو یہ جگر دکھائیں گے ہم
جس دن کہ ملیں گے یار تجھ سے — سب ہجر کے غم سنائیں گے ہم
تو رحم کرے و گر ستم ہی — عاشق ہی تری کہائیں گے ہم
پوچھے گا جو کوئی ہم سے قاتل — منصف ہیں تجھے بتائیں گے ہم

شتابی لے خبر ظالم کہ میرا کام ہووے گا — تری دیکھے سے اب دل کو مرے آرام ہووے گا
کہا لوگوں نے اس سے دیکھ کر یوں ناتواں تجھ کو — کہ اس کے خون سے قاتل عبث بدنام ہووے گا

کل در پہ تری جو ہو گئے ہم — دیکھا نہ تجھے تو کھو گئے ہم
بیتابی دل سے گرچہ دم میں — جوں ابر بہار رو گئے ہم
کر غور نظر جو خوب دیکھا — اپنے ہی تئیں ڈبو گئے ہم

جو نقش کہ تھا سوائے تیرے ـــــ منصف ہو جگر سے دھو گئے ہم
یار جو تیری گلی کا خار ہو ـــــ اپنی آنکھوں میں وہی گلزار ہو

۱۴/۲۲۵ میرزا ابراہیم مشتاق از خاک بنارس، خیلے ظریف طبع و رسا معنی یاب و عقدہ کشا بود۔ در عنفوان جوانی مالی تولیا دماغش را در اختلال آوردہ، ہر چند بزرگانش کوشیدند ہیچ سود نکردہ، آخر ہمدرآں شورش آوارگی اختیار کرد و رفت، معلوم نشد کہ چہ شد۔ ایں چند اشعار وی بر السنۂ مشتاقاں مشہور است:

نہ پایا مجلس خوباں میں اتنا اختیار اپنا ـــــ کہ جوں فانوس کرتے شمع کو ہمکنار اپنا
لوگ کہتے ہیں کہ اب مشتاق دیوانہ ہوا ـــــ کیا کرے کوئی عزیزاں، دل کو لگ جاتی کہیں
اے پریزاد تری زلف کی ہو عمر دراز ـــــ جس کو اب ہاتھ ہوا حال پریشاں میرا
موئے دام محبت میں تو اپنی داد کو پہنچے ـــــ نہ کر افسوس اے صیاد ہم فریاد کو پہنچے
جلنے کو گھر رقیب کا جلتا ہے دل مرا ـــــ اے برق آہ تجھ میں بھی شرط وفا نہیں
کہاں قسمت ہوا ایسی ہم شہیدوں کی کہ آپ آکر ـــــ جنازے کے اوپر وہ قاتل مغرور رو دیوے
غزالو تم تو واقف تھے کہو مجنوں کے ماتم میں ـــــ دوانا مر گیا جس وقت بیٹھے پہ کیا گزرا

۳۲/۲۲۶ میر مہدی اگرچہ مؤلف از احوال وی کما ینبغی اطلاع ندارد، لیکن سید پاک نژاد و از قید دنیا و مافیہا آزاد معلوم میشود کہ مولد و منشاء وی شاہجہان آباد است، مدتہا در آں مکان فردوس نشاں بفراغ بال بسر بردہ، بعد خرابی دہلی بمعۂ اطفال و عیال وارد الہ آباد شدہ دست بدامن تقوی زدہ خانۂ توکل را از آلایش دنیوی پاک رفتہ و بر من رضا بقضا انزوا گزیدہ، چاشنی لذت فقر و فنا حاصل کردہ، و بر جفای زمانہ صابر و شکیبا شدہ و عمل بر قول "عز من قنع و ذل من طمع" نمودہ بر عطایای واہب العطایا کہ مقسوم قسمت اوست اکتفا نمودہ۔ در علوم ظاہری خصوص فن طبابت حذاقت کلی دارد و در معرفت توحید و تصوف مہارت بغایت۔ ناظم فارسی و ریختہ است۔ تمام دیوان حضرت لسان الغیب حافظ شیرازی را تتبع کردہ و غزلی برابر غزلے از و گفتہ و دیباچۂ معانی سفتہ، شاگرد میاں مضمون است۔ برادر مہین وی میر محمد عسکری سلمہ اللہ تعالیٰ کہ در مرشد آباد بکمال عزت و امتیاز ہستند۔ صنادید و کبار است۔ صاحب طبع لطیف و ذہن ظریف سراپا بحلیۂ مکارم اخلاق و بمکارم اشفاق آراستگی دارد۔ سخن شیرینش گلو سوز ثبات است و کلام آبدارش بگوارائی آب حیات در علم طبابت مسیحائی میکند۔ وقت ورود در مرشد آباد در لقاء وی غنچہ خاطر افسردہ شگفتگی میشد۔ لیکن سخت حیرانم کہ وی باایں ہمہ علو و رفعت و جاہ و ثروت چرا از حال ہیچ برادر خود ایں قدر غفلت دارد۔ زبانی میر موصوف شنیدہ ام کہ وی نیز شعر فارسی بر جستہ و خوب می گوید، ایں شعر از وست:

چرخ خونخوار کو لوہو میں ڈبونے نہ دیا — ناصحوں نے مجھے دل کھول کے رونے نہ دیا

ایں چند اشعار نتائج میر مہدیست:

کہیں رحم اے آوی، ہو بے رحم وہ ظالم — اے اشک ذرا اس کے تو آگے تو ٹپک جا
گر طالع ہوں امشب مرے بیدار اے مہدی — تو یاد میں اس کی نہ مری آنکھ جھپک جا
اس عشق کے کوچے سے ذرا دل تو الگ جا — یاں آگ ہے بھڑکی تری دامن کو نہ لگ جا
اگر وہ سرو قد مجھ گھر کبھی بندوں شتاب آوی — چمن میں رشک سیتی قمریوں کو پیچ تاب آوی
یہ مرے دل کا داغ جلتا ہے — لوگ جانیں چراغ جلتا ہے
شعر و عیب سے تری ساتھ مری لاگ لگی — تب سیتی شمع کے دل بیچ عجب آگ لگی
نکلے ہو جبھی رخسار مل کے — چمکتے یوں ہیں جو رخسار جھلکے
یہ مستی کے سوا ہے کس کی قدرت — کہ لیوے کام تجھ سے ہونٹ مل کے
ترا دل کیوں کہ بہلے اے مہدی — صنم کرتا ہے وعدے آج کل کے
جھوٹ یا سچ... لوگ مجھے کہتے ہیں کذاب — اس میں بھی شک ہے مجھ تیری میاں ہے کہ نہیں
رہٹ کی طور پھرتا ہے یہ کس کی چاہ کا اوپر — عبث اب چرخ میں رہتا ہے ڈانوا ڈول دل میرا
روزی کے واسطے اب کہتا ہے تجھ سے مہدی — مانند آسیا کے پھرتا ہے کیوں تو گھر گھر
کر لیے جینے کا چمن اری لے — یہ کہتی پھرتی ہے کوئی کرے لے
کوئی طرح ملنے کی بھی یار ٹھہرے — کہ تا غم سے کوئی دم یہ بیمار ٹھہرے
نگاہی فقط دیکھنے قاتل سے دکھا — تری چشم ہیں مردم آزار ٹھہرے
مرا حال سن فرہاد روئی — وہ اپنا کھودنا پتھر کو کھودی

۲۲۷/۲۰ محمد علی نالاں تخلص در مرشد آباد معتبری می گفت کہ وی ہندوستان نژاد است و بخوبان سخن آشنا. در عنفوان سپہگری بسر می برد. دیوانش بنظر فقیر در آمدہ:

خدا چاہے گا جب، دنیا میں میرا تب بھلا ہوگا — بغیر از ناخن لطف اس کے یہ عقدہ نہ وا ہوگا
سوا ذات علی میں اور وسیلہ یاں نہیں رکھتا — مرا کونین میں حاجت روا مشکل کشا ہوگا
ندیم دیار ہیں اب نالہ و آہ و فغاں میرے — سوا ان کے نہیں غمخوار رہے کوئی یہاں اپنا

میں اس کے ہاتھ سے فریاد کس کی پاس لیجاؤں ۔۔۔ ہوا جب دشمن جاں آہ یار مہرباں اپنا

یار جب دشمن ہوا نالاں تو نہیں اس کا علاج ۔۔۔ زور کیا تقدیر سے چلتا ہے اپنا یا نصیب

پوچھا میں اپنے دل سے کنایاب کیا ہے یاں ۔۔۔ بولا وہ دو سب ہٹے ہے نہیں آشنا پست

گر عدو میری بدی کرتا ہے خاص عام میں ۔۔۔ میں اسے رسوا کروں گا باندھ کر دیوان میں

در دیوان وی این شعر بنظر آمدہ لیکن بیت حاتم شاید غلطی کاتب باشد یا توارد شدہ:

کارواں عمر کا ہے نالاں ۔۔۔ ہر دو ہی ارد نزد و شب دواں انس

جفای یار تپش دل کی، طعنۂ اغیار ۔۔۔ عدم سے آکے میں دیکھا یہ اس جہاں کا لطف

مست محفل کو کریں گے مجھے منہ لگنے دو ۔۔۔ یار دے کہتی ہے یہ بات کھری شیشے میں

۱۸/۲۲۸ میرزا امام بخش، نہاں تخلص پسر مرزا فوج علی، اصل وطن پدرش دہلی است در پٹروندی) در بلدۂ مرشد آباد آمدہ۔ ظہور نہاں از نہانخانۂ عدم در ملک بنگالہ شدہ نازنین جوانیست ظریف بسیط رنگیں وضع با میرزا ظہور علی۔ ظہور قرابت خویشی دارد مشق سخن در اوائل بخدمت شیخ فرحت اللہ فرحت می نمود، بعد انتقال وی اشعار خود بمیرزا ظہور علی می برد، باوجود نوجوانی ذوشق مضامین تازہ می بندد:

چشم یار ہم تو تجھ کو گھوریں گے ۔۔۔ مست تو ہو تو ہم ہیں دیوانے

کون ساقی یہاں سے جاتا رہا ۔۔۔ سارے ٹوٹے پڑے ہیں مینا نے

لخت دل اپنے دھانپ رکھا ہے چشم ۔۔۔ ہم نے کھائے ہیں یہ بہت کھانے

وصل میں اتنا داغ جلتا ہے ۔۔۔ دن کو بھی یہ چراغ جلتا ہے

حال جن نے مرا سنا ہوگا ۔۔۔ ان نے سنتے (ہی) رو دیا ہوگا

گر یہی جور اور جفا ہوگا ۔۔۔ کوئی کیا تم سے آشنا ہوگا

عید آئی سب خوشی ہوئے از شاہ تا گدا ۔۔۔ پر میرے گھر میں بن تری رمضان ہی رہا

ذکر ہر ایک آن ہے تیرا ۔۔۔ دل میں ہر دم دھیان ہے تیرا

تو نہ آئینے کو دیکھ شک ہے لیک ۔۔۔ یار رو در میان ہے تیرا

۱۲/۲۲۹ مولوی جان محمد تاواں، خلف شیخ غلام مصطفےٰ جونپوری اصل وطن اجداد وی غزنی است۔ آباء وی از آنجا آمدہ، در یکی از قصبات جونپور استقامت نمودہ سلسلۂ آباء او بحضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ میرسد تحصیل کتب درسی بخدمت مولانا محمد حسین محزوں، نور اللہ مرقدہ نمودہ لیکن از قدیم وارستگی در مزاجش بود۔ او تعالیٰ خاک او را از آلایش مکروفا دہرا آفریدہ

باسخن دنیاداری شناسائی ندارد بجز خدا پرستی و خداشناسی مذکور خاطرش نیست، خود را بکمال فروتنی بمدد ما عاجز و ناتوان میداند و از غایت انکسار و نفس شکنی کمترین خلائق میداند بسبب کشش آب و دانه بظیم آباد آمده، بخدمت حضرت شاه حسن رضا که از خلفاء قدوة الابرار حضرت شاه منعم قدس الله سره است ارادت پیدا نموده در حلقه مریدانش درآمد، اکنون اوقات عزیز خود در عبادت و ریاضت بسر می برد، گاهگاهی بمقتضای بزرگی در زبان فارسی ورزیده اشعار متعارفانه می گوید، دوی استدعای اشعار او نمودم این چند بیت بنشار فرموده، بپاس حقی که بر تکلف دارد خالی بودن این تذکره از ذکر وی گوارا نکرد، چون شعر گوئی شعار او نیست، اشعار او از عیب مبرا است. یک شعر فارسی نیز روزی بنام خود می خواند. فی الحقیقت این یکبیت برابر هزار بیت است:

آفریں بر همت خس دامنش هر که گرفت — یا سلامت بر کنارش برد یا همراه رفت

جب تک ہو جی بدن میں نفس زن یاد حق — پھر یہ نقارہ تجھ سے بجایا نہ جائیگا
ہو تو دریغ مت کر دھرگز فقیر سے — پھر ایک دانہ تم سے اٹھایا نہ جائیگا

از اشعار فارسی اوست:

مخور زنان خطائی را سوزان ہیچ دل هرگز — کہ می آرد زیاں از شبہ ایں نان و کباب آخر

۱۴/۴۳۰ محمد شاکر ناجی تخلص نمیدانم کیست. او تعالی او را ناجی کند که از کلام وی بسیار راضی میشویم:

ہر گھ ظالم کی نہیں فتنہ سے خالی الحفیظ — کیا بلا ہے جس پہ تیغ پر نکالی الحفیظ
خون کا پیاسا خاصہ ہے جس کھلا تو کو پان — کیا بلا لالا وگی تیرے لب کی لالی الحفیظ
دیکھ تیرے قد کی تمکیں فاختہ بیتاب ہو — کر سرو پہ گرتی پھرے ڈالی بہ ڈالی الحفیظ

۱۶/۲۳۱ محمد قائم نیاز تخلص وطن او دہلیست که وقت ورود بلدهٔ اکبرآباد اکثر کتب فارسی بخدمت شاه محمد علیم بتاب سلمه الله تعالی تحصیل نموده، استفادهٔ سخن نیز از وکرده، دریں ولا در عظیم آباد بشیوهٔ معلمی بسر میبرد. مشق سخن از میرزا فدوی میکند و باو نیاز دانی دارد از دست:

وہ آفتاب طلعت مشہور ہے ہمارا — اس کو چھپا لکیں ہیں مقدور ہے ہمارا
کیا پوچھتے ہو اس کو اے ہمدمو کہوں کیا — مدت سے دل بغل میں رنجور ہے ہمارا
میں نے کہا کہ پیار دیتے گالیاں ہی دو گے — کہنے لگا کہ چپ رہ دستور ہے ہمارا

نظر آتا ہے بجا عشق کی آتش میں کام اپنا — سپند آسا تڑپتا ہے دل مضطر مدام اپنا
نیاز ان کے قدم کی خاک کو سر پر کیوں نہ — جنھوں کی چشم سے منظور کیا ہے سلام اپنا

آستانے کو ترے چھوڑ کدھر جاؤں گا — جاؤں گا تب ہی میاں جس گھڑی مر جاؤں گا

تو ایسا ہی ہمیشہ تند خو تھا — کبھی آگے بھی ہم سے دو بدو تھا

دماغ سیر تھا جب تک صبا کو — جہاں میں گشت اپنا کو بکو تھا

۸/۲۳۲ خواجہ محمد اکرم، نثار تخلص از شاگردان میر تقی است، گویند مرد لیست در محبت پر یزاداں زار و نزار۔ کلامش بحدی دلچسپ و آبدار از دست:

کیا پرسش احوال جگر سوختۂ عشق — اس مملکت حسن میں دستور نہیں ہے

۱۰/۲۳۳ نعیم اللہ نعیم تخلص مرد کشیدۂ مزاج و دیر آشنا شنیدہ می شود:

صبا جن دنوں جستجو تھی کسی کی — تلاش ہم کو بھی کو بکو تھی کسی کی

مجھے گل سے یہ رشک آتا ہے بلبل — اسی طرح ہنسنے کی خو تھی کسی کی

۶/۲۳۴ میر عبدالرسول، نثار تخلص شاگرد تقی میر ساکن اکبر آباد جوانیست بر پری رویان بدل نثار و در پے تلاش معانی تا نہ بیقرار:

اکثر ہیں دلفگار و لیکن نہ اس قدر — کتنے ہیں بیقرار و لیکن نہ اس قدر

۴/۲۳۵ شیخ نظام الدین، نادر تخلص ساکن شاہجہان آباد است اشعار تازہ و مضامین نادر دارد از دست:

بد وضع کو کون چاہے گو کہ ہو اشراف وہ — کون لیتا ہے وہ نافہ جس میں آوے بو نہ شیر

راست رو ہے تو اگر نادر تو کج رو سے نہ مل — دیکھ تو کج سے کماں کے کس طرح بھاگے ہے تیر

۴۱/۲۳۶ محمد وارث نالاں تخلص، ساکن عظیم آباد، واقف رموز خوش آئیں، کلامش دلہای سامعاں را نالاں می سازد و اشعارش خاطرہای حاسداں را پریشاں می سازد:

گر نہ ہوتا قافلہ ہمراہ اشک و آہ کا — پہنچنا معلوم تھا اس تک دل گمراہ کا

دیر و کعبہ پر نہیں موقوف شیخ و برہمن — کون سی جا ہے جہاں جلوہ نہیں اللہ کا

دی جگہ تجھ کو خانۂ دل میں — اس سے بہتر کوئی مکان نہ تھا

مار ڈالا غریب نالاں کو — بیمروت یہ امتحان نہ تھا

کیوں کر نکل کے دام سے پرواز کیجیے — صیاد تو گلے کا مرے ہار ہو گیا

نالاں جو ایک دن میں کہا اپنے یار سے — ملنا بھی اب ترا مجھے دشوار ہو گیا

میری زبان سے ہو نہ پایا سخن تمام — بولا ہے وہ جھڑک کہ بہت یار ہو گیا

نالاں خموش درد کو میرے بیاں نہ کر ——— راز نہفتۂ خلق میں ظالم عیاں نہ کر
اشک اس چشم کو سفید نہ کر ——— دید کو اس کو نا امید نہ کر
مہربانی کی ٹک نظر رکھنا ——— اپنے بندوں پہ اے غریب نواز
ہیں جمع آج ناوک مژگاں کے شوق سے ——— تیری شکارگاہ میں صید حرم تمام
روئے کامرکنہ پوچھا باعث ——— کیوں کر میں کہوں کہ یار بچہ دہن ہے
مرتا ہوں گو کہ آرزوئے وصل یار میں ——— لیکن لذت ہے زور مزا ہجر یار میں
اے چشم، راز عشق کو افشا نہ کیجیو ——— ناحق کسی غریب کو رسوا نہ کیجیو
اپنے دل کا تو ایک حال نہیں ——— کہیے کیا کیا کسی سے یا اللہ
سو گئی طالع بیدار مری اے یارب ——— یار بالیں پہ جب آیا مری تب آنکھ لگی
نالاں خیال روئے صنم جس کے دل میں ہو ——— رکھ کر بغل میں اپنی وہ قرآں کیا کرے
رحم نہ بھی چاہے ستم کیجیے ——— ہم سے ملاقات نہ کم کیجیے
غیر کمر کی شادی ہو مجھے کیا نالاں ——— ایک دن مجھ کو بھی اس بزم سے اٹھ جانا ہے
جس وقت تو پسند کرے یہ مکان چشم ——— وہ دیں نکل کھڑے ہوں مری مہمان چشم

در اشعار ریختہ بہتر ازیں کم شعر بسمع رسیدہ، لیکن ہمیں بیت از محمد عابد دل بایں روش شنیدہ شدہ:

آوے اگر پسند تمہیں یہ مکان چشم ——— وہ دیں نکل کھڑے ہوں مری مہمان چشم

واللہ اعلم از کیست، شاید توارد روداده باشد یا غلطی ناقل اتفاق تحقیق نیفتاده:

۶/۲۳۷ نرجن ہندی بود، عطار پیشہ دہلی نژاد بعد ہ قابل وقار، در فن طبابت ہم مہارت داشت، در وقت حکومت نواب فضل علی خاں از شاہ جہاں آباد وارد غازی پور شدہ و مدتے در سرکار نواب در شیوۂ طبابت سرفرازی یافت بعد برہمی نواب راہی لکھنو شدہ و ہمانجا فوت کردہ از وست:

اس وقت اے اسیر دلم کو یہ بیکسی ہے ——— جانا تمہاری جی کا صیاد کی ہنسی ہے
شتابی کر جفا ہو یا عطا ہو ——— ہماری حق میں اب جو کچھ رضا ہو
ان دنوں میں کچھ نہیں ہے اور بیماری مجھے ——— ایک کافر سے ہوئی یار و گرفتاری مجھے

۱۲/۲۳۸ مبارک علی ہدا تخلص خلف شاہ قدرت اللہ جوانیست والا نژاد وقت تالیف مسموع شدہ بود کہ والا تخلص

وارد و بعد ازآں از نواب علی ابراہیم خاں خلیل بہ تحقیق رسیدہ کہ والہ میکند۔ واللہ اعلم بالصواب۔ قابل و آشنا پرست والہ تلاش معانی و شیفتۂ فکر خوش بیانی از وست:

ستم گر سے ہوا دل سرد میرا ۔۔۔ نہیں پوچھے ہے ہرگز درد میرا

مری اس درد دل کی قدر جانے ۔۔۔ جو پیدا ہو کوئی ہمدرد میرا

آج اس دھج سے مری قتل کو آتا ہے شوخ ۔۔۔ تیغ لے ہاتھ میں اور باندھ کمر سے دامن

تب فراق مری جان کو جلاتی ہے ۔۔۔ اے مری جان شتاب آ کے جان جاتی ہے

رو دے سب حال پر مری لیکن ۔۔۔ ایک وہ شوخ چشم تر نہ ہوا

یار غیروں کا ہوا یار خدا خیر کرے ۔۔۔ ہم کو دینے لگا آزار خدا خیر کرے

۱۸/۲۳۹ محمد ولی، وکی تخلص مظہر کمالات خفی و جلی، مجمع فضائل کماہی، عارف اہل دل ولی کامل در دکھن پرتو ظہور گرفتہ دانبدہ و شعور در آں ممالک کوس یکتائی نواختہ گویند بشاہجہاں آباد نیز آمدہ و در خدمت شاہ گلشن گلشن اخلاق و اوصاف بود ارادت بہم رسانیدہ روزی پارۂ از اشعار خود رو بروی آں بزرگوار خواند و محظوظ ساخت۔ ایشاں فرمودند کہ مضامین فارسی بسیار بکار افتادہ اند تو در زبان ریختہ بکار برکہ آں از محاسبہ خواہد گرفت۔ راست دروغ برگردن راوی۔ الغرض اصل ریختہ از دکھن است و در آں دیار ولی موجد ایں ایجاد تازہ شد۔ بعد از آں سخنوراں ہندوستان گفتہ گفتہ ایں روش آراستہ تا ہم کلامش تا حال بر صفحۂ روزگار ثبت است و استادیش بر صفحۂ دلہای سخنوراں ثابت اشعارش از اشتہار بحدی رسیدہ کہ گوش احدی را ازاں بہرہ نیست۔ لیکن تبرکاً چندی از آں بتحریر می کشم:

ترا کہ مشرقی حسن انوری جلوہ جمالی ہے ۔۔۔ تیں جامی جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے

۸۰/۲۴۰ شاہ محمد واقف، واقف تخلص از زادبوم وی چنداں واقف نیستم مرد لیست قلندر مشرب درویش وضع عاشق مزاج و رنگیں طبع اکثر اوقات در سیاحت بسر بردہ وقتیکہ الآباد از قدوم حضرت خاقان دار الخلافت و منزل السرور بود۔ بطریق سیر وارد آندیار شدہ اکثر در مجالس مشاعرہ حاضر می شد و یاراں را محظوظ می ساخت۔ گویند در ہموں ایام از نیرنگی روزگار در بند محبت مغل بچۂ خوش صورت کہ در حسن و صباحت زبانزد خلق و منظور نظر عالمے بود گرفتار شدہ از حسن اتفاق (و) موافقت ایام یارش بوی موافق شد پس ہمواہ از بادۂ وصالش جام عشرت می پیمود و غافل از گردش زمانہ شب و روز خوش می بود چوں آں بت ستمگر رام وی شد، ہمزادانش از راہ غمازی پدرش را کہ از آنجا چند مفاصلہ بود اطلاع کردند کہ او را حمیت دامنگیر شدہ پسر را نزد خود طلبید۔ بر واقف شاہ کہ از قصۂ مہاجرت واقف نہ بود۔ بلائے ناگہاں بر سر آمد و کمال پریشانی و آشفتگی

بخاطرش راہ یافت و شہرت و شنیدگی در نزاجش غالب آمد و آں زمان اشعار بدیہہ حسب حال بسیاری گفت از آنجملہ است:

جس سو کچھ اس شہر میں بہلے تعادل سو بھی گیا ـــــ دیکھیے واقف کی کون اب آکے دلداری کرے

مل رہی ہیں دل سو دل آنکھوں سو آنکھیں جی سو جی ـــــ گو بظاہر یار سو واقف جدا افتادہ ہوں

یہی انصاف ہی ای چرخ دوں پرور ترے گھر میں ـــــ رقیبوں کا بسے گھر اور ہمارا خانماں اجڑے

جو کوئی سامنے سے میرے یار گزرے ہی ـــــ تو ہی خیال میں بے اختیار گزرے ہے

الغرض بعد چندے از الہ آباد برآمد چوں در آں زماں فیض آباد عطاء کرم شجاع الدولہ مرحوم رشک فردوس ارم و مجمع گلرخاں باشکوہ حشم بود دراں گلشن رسیدہ و بسبب مجمع سخنوران اہل دل و اہل دلان کامل مقیم آنجا گردید۔ ازاں زمان تا حال ہمانجا است۔ کلامش ناخن بدل میزند ایں چند اشعار زادہ فکر اوست:

دیکھ قاصد کو جو وہ شاد ہوا ہووے گا ـــــ پہلے دشنام ہی ارشاد ہوا ہووے گا

جب تب حق میں مرے لطف و کرم کر دے ـــــ کوئی ستم تازہ ہی ایجاد ہوا ہووے گا

شب کو واقف تو ذرا دیکھے ہیں ستارے ٹوٹتے ـــــ ایک مجھ سے دل جلے کی آہ بے تاثیر ہی

شعلۂ آہ نہ دے آگ، جگر جلتا ہی ـــــ اشک جلدی سو خبر لیجو کہ گھر جلتا ہی

جا کے پہنچا ہے کہاں عاشق جانباز ترا ـــــ جس جگہ جاتے فرشتے کا بھی پر جلتا ہی

سوز فراق، آتش عشق و تب جنوں ـــــ درپے ہیں آہ اس مرے دل داغدار کے

ساقی پہنچ کہ باغ میں جوں تاک کشاں ـــــ انگڑائیوں سے مر گئے مارے خمار کے

یاران ہمنشین و رفیقاں دوستدار ـــــ سب آشنا ہیں زندگی مستعار کے

جب مند گئی یہ آنکھ تو اے دوست بعد مرگ ـــــ پھٹکے ہے کون گرد کسی کے مزار کے

جوں نقش پا رہی سو رہی پھر نہ اٹھ سکے ـــــ واقف کی طرح آہ گری کوئی یار کے

تم جو شب وعدہ پر اپنے گھر سو چل کر رہ گئے ـــــ صبح ہوتے ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے

کیا سنی اے شمع آخر شب صبا سے تو نے بات ـــــ اڑ گیا رنگ اور اشک آنکھوں سے ڈھل کر رہ گئے

لے گیا دل سامنے ہوتے ہی باتوں میں وہ شوخ ـــــ آخر کار آہ ہم یاں ہاتھ مل کر رہ گئے

کروں میں شکوہ اگر تیری بے وفائی کا ـــــ جہاں میں نام نہ لے کوئی آشنائی کا

سمجھ کے رکھیو قدم دیر میں تو اے زاہد ـــــ ہر ایک بت کو ہے دعویٰ یہاں خدائی کا

کب مانتے ہیں یہ بت گمراہ کسی کی — یاں پیش نہ جا دی کسو واللہ کسی کی

جب کہ وہ رخ اوپر نقاب چھپا — ہوگئی شام آفتاب چھپا

ایک ہووے داغ اس دل کا تو کوئی دھو سکے — روز و شب کی شست و شوائے چشم کس سے ہو سکے
جاگتے ہی جاگتے آنکھوں میں کٹ جاتی ہے رات — آہ جس کو درد ہو ایسا، وہ کیوں کر سو سکے
صبح تک ہم اور بھی مہمان ہیں اس بزم میں — رو لے یاں پر مرے اے شمع جتنا رو سکے
کون پہنچاوے مرا پیغام واں تک اے صبا — کام واقف کار کا ہے تجھ سے ہو تو ہو سکے

یار بن آہ کس طرح گزرے — آہ صد آہ کس طرح گزرے
شب ہجر تاریک فکر راہ دراز — قصہ کوتاہ کس طرح گزرے

غریب دل یہ تجھے کس بلا نے گھیرا ہے — کہ آہ و نالہ ہے اور اس گلی کا پھیرا ہے

آرام نہیں دیتے ہیں یہ چشم (د) دل اس بن — بیگانے کا کیا دوس ہو دشمن ہوئے گھر کے
کوئی علم پہ نازاں ہے کرامات پہ کوئی — اک رو سیہ ہم ہیں نہ ادھر کے نہ ادھر کے

جنبش ابرو ہی ایماں لے گیا بت اے خدا — طاق پر رکھنے کو دی تھی کیا مسلمانی مجھے

نہ جا اے نور چشم آرزو تک دور آنکھوں سے — یہ واقف کیوں کر دیکھے گا تجھ اس کو آنکھوں سے

ناصبے اور مسجد و بانگ و نماز ہے — نازبتاں ہے اور ہمارا نیاز ہے

نقش قدم کی طرح رہے ہم جہاں رہے — ہے الوداع ہمسفراں ہم تو یاں رہے

دوستاں اب جیب سینے کی عبث تدبیر ہے — دست چالاک جنوں اپنا گریباں گیر ہے
سوچ کر رکھیو قدم اے دل نواح عشق میں — چشم مجنوں بستیاں ہر حلقۂ زنجیر ہے
خرمی اہل فنا کو ہے فنا ہی سے مدام — خندۂ بخشی شمع نت خمیازۂ گلگیر ہے

۸/۲۴۱ نیر بخشی وحشی تخلص متوطن دہلیست از چندی در عظیم آباد بسر می برد و از بخشش الٰہی وحشیان معانی را بایں روش در دام نظم می کشد:

ان دنوں بے قرار ہے یہ دل — کیا ہو اس سے یار ہے یہ دل
اپنے ملنے سے منع مت کر تو — اس میں بے اختیار ہے یہ دل

یاد کچھ یار کا رہے مذکور — باتیں ہم اور کم سمجھتے ہیں

اتنا نہیں کوئی کہ جا دیوے یار کو　　دشوار زندگی ہے دل بیقرار کو

۲۰/۲۴۲ شاہ محمد وارث، وارث تخلص از شاگردان حضرت مصیب قدس اللہ سرہٗ پیوستہ در خدمت حضرت بسر بردہ وار فیض کرمت مصیب وراثت مملکت زبان آوری یافتہ ہمراہ آنجناب بزیارت مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ شرف اندوز شدہ بلد انتقال آں ستودۂ ایزد متعال با جمیع رفقای دیوطن برگشتہ در زبان فارسی ریختہ گفتہ و در آں تلاش معانی تازہ نمودہ و داد سخنوری دادہ اکثر در مقاطع اشعار بشاگردی آنحضرت افتخار و مباہات میکند چنانچہ میگوید:

کب شعر و شاعری میں مجھے تھا دل و دماغ　　وارث یہ سارا فیض ہے حضرت مصیب کا

پڑا ہے سنگدلوں سے معاملہ دل کا　　نہ ٹوٹ جاوے میں ڈرتا ہوں آبلہ دل کا

صدائے نالہ و آہ جگر کو لے ہمراہ　　چلا ہے کیسے تجمل سے قافلہ دل کا

نہ گھر میں رہنے دے مجھکو نہ کوہ و صحرا میں　　بھلا میں کس سے کہوں جا کے اب گلہ دل کا

نہ ظلم چرخ نہ جور صنم سے ہوں میں خفا　　مجھے ان آنکھوں سے شکوہ ہے اور گلہ دل کا

لاکھوں لوگوں کے تئیں دیکھا اٹھاتے لیکن　　جو گرا دیدہ و دل سے ہوا اٹھایا نہ گیا

ہم تو ہستی میں سبک مثل صبا ہوتے ہیں　　بار خاطر نہ کسی کے نہ غبار دامن

قیامت ہے ترا کہنا اجی کا　　مرا جی ہے تصدق تیرے جی کا

چمن میں دیکھ اس غنچہ دہن کو　　کلیجا پھٹ گیا گل کی کلی کا

ہماری جب سے دنیا میں کھلی چشم　　نہ دیکھا ایک دن ہرگز خوشی کا

تجھے اعدا سے کیا دہشت ہے وارث　　جو تو بندہ ہوا حضرت علی کا

کیا آہ ناتواں مری اس کو اثر کرے　　اک عمر چاہیے کہ لبوں تک گزر کرے

سحر ہے کچھ اس کی حکایات میں　　لگے نہ جی کیوں کہ ملاقات میں

کہیں نہ ملا دل کو میں ڈھونڈا بہت　　دیر و حرم اور خرابات میں

ہم کو باتیں تری ہیں سب سہنا　　کہ لے جو کچھ کہ ہو تجھے کہنا

اے صبا میری خاک کو لے کر　　دلربا کے دیار میں بہنا

غنچۂ دل کھلے ہیں جب دلبر　　پہن آیا ہے پھول کا گہنا

سخت دل گیر ہیں چل کر کہیں دلشاد کریں　　جا بیابان میں دل کھول کے فریاد کریں

تجھ کو غیرت نہیں آتی مری قاتل صد حیف ہم تری ہوتی ہو منت جلاد کریں

اس متدلی ہوا میں اور ابر خوشنما میں کیا ہو جو آوے ساقی لے جام اور مینا

انگشتری پہ تیری قاتل مرا لہو ہے اس کو نہ تو سمجھنا یاقوت کا نگینہ

۱۲/۲۴۳ میر ولایت اللہ خاں، ولایت تخلص دہلوی از منصب داران اردوی معلی بود، اصل وطن وی ولایت ایران است لیکن نشو و نما وی در شاہجہان آباد شد، صاحب ولایت سخن و قدر شناس صاحبان این فن گاہ گاہی بمقتضای جودت طبع شعر سخن ہمی کرد۔ این ریختہ از و بسمع رسیدہ:

نہ تنہا ہی تن بلکہ جاں بیچتا ہوں اس ہستی کی ساری دکان بیچتا ہوں

زمیں آسماں تک ہی سب چیز ارزاں ولے ایک دل کو گراں بیچتا ہوں

مواسلا میں کہتا ہوں دل کا عزیزاں جو ہو اہل دل سو وہاں بیچتا ہوں

ارے یار دیکھو نہ عارفاں کو کہ یہ گنج پنہاں عیاں بیچتا ہوں

ولے ایک مشکل ہی سوداگروں کو کہ بے شرط سود و زیاں بیچتا ہوں

ولایت تجھے کون تجھ سا خریدے اور میں بھی تو تجھ کو کہاں بیچتا ہوں

۲۲/۲۴۴ مرزا محمد علی وفی تخلص ولد میرزا عسکری وطن اصلی پدر وی اصفہانست، از آنجا در دہلی آمدہ بسبب قدر دانی امرایاں آں مکاں را مدتی زمانہ بخوبی بسر بردہ۔ بعد برہمی و برگشتگی از اہل آنجا رو بہ بنگالہ آوردہ و در مرشد آباد توطن گزیدہ، در سرکار ناظم بنگالہ اقتدار کلی بہم رسانیدہ و در ہموں شہرہ نوت شد۔ ولی بعد رحلت پدر و لیعہد وی گشتہ در بنگالہ نشو و نما یافتہ و مشق سخن در خدمت مرزا فدوی نمودہ۔ اگرچہ ندیدہ ام لیکن تعریف از اہل مرشد آباد بسیار شنیدہ۔ وقت ورود در مرشد آباد وی چند اشعار خود را بوساطت دوستے بطریق ہدیہ ارسال نمودہ، الحق اشعارش بس دلپذیر است از آنجملہ:

کیا مقابل اس کے رخ کے ماہ و کنعاں ہو سکے ..... (مصرعہ ثانی ندارد)

سد رہ مژگان خوں آلودہ کب ہو اشک کی سیل دریا کا نہ حائل دست مرجاں ہو سکے

بزم میں اس آئینہ سیما کی یہ تاثیر ہے مستعد واں بولنے کو طوطی تصویر ہے

ناقصوں کو صحبت روشن دلاں ہے کیمیا خاک کو کرتا ہے پرتو مہر تاباں کا طلا

حسن کو شرم و حیا رکھتی ہے چشم بد سے دور شمع روشن کو نہیں فانوس میں بیم ہوا

نظر میں پشم ہے صاحبدلوں کی بال ہما انھوں کے کوچے کی ہے ہر مگس مثال ہما

وہ کرے سیر گل باغ جہاں شبنم کی طرح
جو سراپا چشم دنم ہو بلبلاں شبنم کی طرح

اس چمن میں مبتلاے درد و غم ہیں سب مگر
ہم کو خوش آتی ہے اے بلبل یہاں شبنم کی طرح

ہیں چشم اہل دید میں اغیار و یار ایک
ہے آگے ان کے روے گل و شکل خار ایک

کس طرح اس چمن میں ولی آشیاں کروں
یاں ہے نوائے زاغ و صداے ہزار ایک

خوش آوے کب گلوں کا تبسم ہزار کو
جب دیکھے مسکراتے لب لعل یار کو

۱۲/۲۴۵ وحشت تخلص معلوم نیست کہ کیست تا حال از احوال او خبری بہ مؤلف نرسیدہ۔ یک غزلش مسموع شدہ کلامش شوق آمیز، وحشت انگیز است از دست:

مری سامنے گر وہ اک آن ٹھہرے
تو آنکھوں میں آکر مری جان ٹھہرے

نظر بھر کے دیکھوں اسے میں عزیزو
مرا اس کے آگے جو ادسان ٹھہرے

تری عقل ناصح بتا کیوں گئی ہے
بھلا کون دل دے کے نادان ٹھہرے

عجب یہ جنوں ہے کہ ہاتھوں سے اسکے
نہ دامن رہے نہ گریبان ٹھہرے

کہا میں نے رونے سے وحشت نہ دیکھا
جو یکدم تری چشم گریان ٹھہرے

لگا کہنے میں ضبط کرتا ہوں لیکن
کہاں تک جگر میں یہ طوفان ٹھہرے

۲۴/۲۴۶ ہدایت اللہ، ہدایت تخلص بہ ہدایت صحبت حضرت میر درد پے بہ تمیز معانی بردہ و راہ بہ شہرستان سخن یافتہ۔ ایں چند اشعار از وے بسمع رسیدہ:

عزیزاں مرا کوئی ماتم نہ کیجو
مرے بعد مرنے کا، تم غم نہ کیجو

میں اپنے تئیں آپ ہی رو لوں گا قاتل
مری لاش پر دیدہ پرنم نہ کیجو

ہدایت مری اس سے الفت ہر زیادہ
مری یاد دیکھو کبھی کم نہ کیجو

عاشق تری گلی سے مواہی نہ ٹل سکے
جی نکلے پر نہ جی سے محبت نکل سکے

کشتۂ غمزۂ صد نرگس بیمار تھے ہم
شوخی و ناز کے سو جی سے گرفتار تھے ہم

یکطرف ہم بھی پڑے رہتے چمن میں جوں خار
باغباں کیا تجھے اتنے بھی نہ درکار تھے ہم

وے زمانے بھی گئے آہ جو بلبل تم سے
ایک مدت تئیں دیوار بہ دیوار تھے ہم

تو نے گر قتل کیا ہم کو بہت خوب کیا
ہاں میاں سچ ہے کہ ایسے ہی گنہگار تھے ہم

اے ہدایت تو ہی تنہا نہیں اک سودائی — اس بلا میں تو کوئی شخص گرفتار تھے ہم

بھلا بتا تو مری جان کچھ ہدایت نے — تمہارے جور کا شکوہ بھلا کیا ہوگا
مگر یہی نہ کہ بے اختیار رہو کے کبھو — جو کچھ کہ بس نہ چلا ہوگا رو دیا ہوگا

۲۶/۲۴۷ انعام اللہ خاں یقین تخلص، خلف اظہر الدین خاں بہادر مبارز جنگ نبیرۂ شاہ احمد سرہندی، نواسۂ نواب حمید الدین خاں ازامرزادہائے دہلی مثل وی قابل وقابل پرست از کتم عدم بعرصۂ ظہور نیامدہ، از عطائے الٰہی وانعام غیر متناہی وی در عنفوان جوانی بفضائل کامل رسیدہ مقبول دلہا وصاحبان فضل وکمال گردیدہ ازامداد بخت منظور نظر حضرت میرزا شدہ بود از فیض صحبتش شہباز فکر وی بصید معانی چناں بلند پروازی کرد کہ طائر خیال سامعاں بدیں نہ یافت کنہ آں در نیم راہ باز ماند وہمائے اندیشۂ وی بر قلۂ کوہ سخن بطور پرفشانی نمودے کہ بطبع رسائے سخنوراں بامید رسائی در پرتو سایۂ اش ہر چند دویدے ولے از تیز پروازیش بجائے نرسیدے زباں آوراں از مضامین رنگین اشعارش رشک خوردہ، انکاری نمودند وسخنوراں از معانی تازہ وخوش آئین کلامش متحیر شدہ بجانب حضرت میرزا مظہر منسوب می کردند لیکن بتجسس کنندگان وبتفحص جویندگان آخر خود مقرر شدہ اند کہ ایں اشعار بایقیں زادۂ طبع یقین است۔ حق تعالیٰ سخن او را بسند حسن قبول بخشیدہ ودیوانش در چہار طرف ہندوستان اظہر من الشمس گردیدہ آخر کار بدختے او را بانارۂ پدرش شربت شہادت چشانیدہ وجہت قتلش را بعضے گویند کہ بریکے از کنیزان پدر مفتون شدہ بود لہذا پدر او را مقتول ساخت وآخر کار مصداق آں مقطع خودش کرد:

یقیں مارا گیا جرم محبت پر زہے طالع — شہادت اس کو کہتے ہیں سعادت اسکو کہتے ہیں

ایں چند اشعار یقیں در سفینۂ سینہ منقوش بود ہر قوم می شود:

ہے ترے داغ سے پُر سینۂ سوزاں میرا — آب در رنگ آگ سے رکھتا ہے گلستاں میرا

ہمیشہ کھینچتا ہوں اشک خوں کو دار گلزار — اگر رونے کو میرے دیکھتا منصور رو دیتا

خدا دیتا مجھے گر میر سامانی خدائی کی — تو میں ان بلبلوں کو گلشنوں کا باغباں کرتا

نہیں معلوم اب کے سال پیمانے پہ کیا گزرا — ہماری توبہ کرنے سے تہی میخانے پہ کیا گزرا

برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا در کے آگے — خدا جانے تری صورت سے بتخانے پہ کیا گزرا

یقیں سوز وگداز اپنے کو گر اظہار میں کرتا — خدا شاہد کہ دوزخ کا بھی زہر آب ہو جاتا

سر بر سلطنت سے آستان یار بہتر تھا — ہمیں ظل ہما سے سایۂ دیوار بہتر تھا

آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقیں — گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

اس قدر غرق لہو میں یہ دل زار نہ تھا — جب ترا کوتری پاؤں سے سروکار نہ تھا

ہے زخم مرا کاری اس سینے سے کیا ہوگا — اب مرنا ہی بہتر ہے اس جینے سے کیا ہوگا

نہ کہتی راز دل تو اتنی رسوائی بلا سہتی — فضیحت کر کے مجھ کو اس زباں کا ہاتھ کیا آیا

مرے ان آنسوؤں نے کھو دیا نور البصر میرا — یہ یوسف بیچ کر اس کارواں کا ہاتھ کیا آیا

جو کچھ کہیں ہیں تجھ کو سزا تیری دیکھیں — بندہ ہو تو بتوں کا ہوا کیا خدا نہ تھا

تری آنکھوں کی کیفیت کو میخانے کیا نسبت — نگہ کی گردشوں کو نور پیمانے سے کیا نسبت

مرا اپنا نہ دیکھا کر ہو جاوے گا دیوانہ — آئینے کو کہتے ہیں اے شوخ پریخانہ

کچھ مجھ میں نہیں باقی، ساقی تو شتاب آ جا — ڈرتا ہوں چھلک جاوے لبریز ہے پیمانہ

۲۲/۲۴۹ میر عزت اللہ یکدل تخلص مرد باعظمت و جلال صاحب عزت و کمال بود، در دہلی بر فاقت نواب ناظر خواجہ سرائے کہ در عہد محمد شاہ، بادشاہ و خلف وی احمد شاہ نور اللہ مرقدہما تقرب و اقتدار کلی داشت۔ بسر بردہ و باہر یکے از یگانہ و بیگانہ یکدل دیگر دلبود۔ ایں چند شعر وی زبانی میر رحمت اللہ سوید، خلف وی در مرشد آباد مسموع شدہ بود:

پھرا بتخانہ و مسجد ٹھہرنے کی نہ جا پایا — بھٹکتا اس گلی آیا تہیں پایا، خدا پایا

دیکھو جس آگ سے جلتی ہے شمع گل گل کر — اسی آتش سے پروانے کو محو جاں فدا پایا

جگر کے دیکھ گلنے کو لگی جب آگ ہر تن میں — بہت ڈھونڈا بدن میں دل کو میں آخر جلا پایا

ادھر مرنا اس طرف آنکھیں بنائی بات میں باتیں — نہ تھا کوئی اور مرنے کو ہمیں تم نے بھلا پایا

درگاہ مرتضیٰ کو کیا سب میں برتری ہے — گلیخ جس کے در کا خورشید خاوری ہے

لافتا شاہد ہے یعنی دوسرا ایسا نہیں — لفظ ثانی کو جہاں پاؤں تو اس کو لا کروں

ہوش رکھ ہر بات میں یہی بات ہے — جو صفت دیکھو علی کی ذات ہے

ایک ڈالی نے کیا ہے سب ظہور — ڈال ہے پھل پھول کانٹا پات ہے

رخ پھرا گھوڑا نہ چل پیادہ ہو رہ — عشق بازی میں سراسر مات ہے

دیکھ دل کو یوں پکارا زلف نے — اب کہاں جاتا مسافر رات ہے

عشق میں یکدل جدائی سخت ہے — جوں کہ مکے کے اوپر پھرلات ہے

۶/۲۵۰ یاد تخلص ولد عابد خاں، برادر حقیقی مخلص علی خاں، شاگرد میر محمد حیات حسرت دریں ولا در عظیم آباد بسر می برد۔

اضافہ

مخطوطۂ خدا بخش سے

غلام حسین خاں خلف نواب عماد الملک غازی الدین خاں، عیاش تخلص، نوجوانے است عیاش و خوش معاش آشنا پرست دیارباش مقتضائے جودت طبیعت گاہگاہے شعر ہم می گوید۔ از وست

ہے شب و روز ہمیں نالہ و افغاں سے کام
جس طرح قیس کو تھا دشت و بیاباں سے کام

دل میں آتا ہے کہ اب کیجئے ترک اسباب
بے سر و پاؤں کو کیا ہے سر و ساماں سے کام

خاکساری کا مجھے مرتبہ بس ہے عیاش
نہیں اس عاریتی منزلت و شاں سے کام

چھا لیا ہے ابر روئے زمیں سبزہ زار ہے
ساقی جو تو بھی آوے تو کیا ہی بہار ہے

دیکھا جو میں نے حسن خط سبز گلرخاں کا
گلزار کی خرابی کے در پے بہار ہے

عیاش پاس کیا ہے، کرے نذر جو تری
اک نقد دل ہے سو تو وہ تجھ پر نثار ہے

محفوظ علی ہمدم خلف میر محمد حیات حسرت مرشد آبادی جوانے است با سخنوران ہمدم و با زبان آوران قدم بہ قدم دُر ریختہ گوئی خوش فکر و شیریں بیان است۔ از وست۔

گور میں نہ کھولیں جیب کفن ہمارا
کچھ واں بھی کر رہیگا دیوانہ پن ہمارا

سخت مشکل ہے آشنا ہونا
بے وفاؤں سے بے وفا ہونا

ملے ہے دیدہ و دانستہ سب سے
اٹھایا ہے...

تو نے گر اپنا ہمیں جانا نہیں
دوست دشمن، آہ پہچانا نہیں

مزید اشعار جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں

شاد کے انتخابِ کلام کے انتخاب میں اختصار مدنظر رکھتے ہوئے قاضی صاحب نے جو اشعار متن کو نقل کرتے ہوئے کم کر دیئے تھے وہ یہاں دیئے جا رہے ہیں تاکہ مکمل متن سامنے رہے۔

آرزو (ص ۴)

جان کچھ تجھ پر اعتماد نہیں ـــــ زندگانی کا کیا بھروسا ہے

میخانہ بیچ جا کر شیشے تمام توڑے ـــــ زاہد نے آج دل کے اپنے پھپھولے پھوڑے

کھلے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے ـــــ چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

اجمل (ص ۵-۶)

ہو گیا خون ناب آنکھوں میں ـــــ تھا بہاں تک کہ آب آنکھوں میں

شب فرقت میں تیری اے ظالم ـــــ ہو گیا خواب خواب آنکھوں میں

شاد تھا دل سب طرف سے بزم میں جب جا نہ تھا ـــــ ہائے کیسی رات تھی جس رات وہ مہمان نہ تھا

ہو گیا تھا کہتے کہتے ان دنوں میں ہوشیار ـــــ پھر جو کل دیکھا میں اجمل کو وہی دیوانہ تھا

آبرو (ص ۷)

جدائی کے زمانے کی میاں کیا یاد تی کیجے ـــــ کہ اس ظالم کی ہم پر جو گھڑی گزری سو جگ بیتا

بوسہ لباں سے دینے کہا، کہہ کے پھر گیا ـــــ پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

قول آبرو کا تھا کہ نہ جاوے گا اس گلی ـــــ ہو کر کے بے قرار، دیکھو آج پھر گیا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہے ـــــ یہ روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹکنا

کرتے تو ہو تغافل پر حال آبرو کا ـــــ دیکھو تو تم بھی پیارے، بے اختیار رو دو

یوں آبرو بنا وے دل میں ہزار باتیں ـــــ جب روبرو ہو تیرے گفتار بھول جاوے

مشک چلنا جن کا ہوتا نہیں اب تلک مجھ کو ـــــ طرح وہ پاؤں رکھنے کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے

کون چاہے گا گھر بسے تجھ کو ـــــ مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح

اشتیاق (ص ۱۰)

بتاں جو ہیر کی باتیں ہمیں سناتے ہیں — کچھ ان کا دوس نہیں یہ خدا کی باتیں ہیں

اثر (ص ۱۱)

کچھ ان روزوں مرا دل سخت بے آرام رہتا ہے — اسی حالت میں کل کر صبح سے تا شام رہتا ہے

کلیجا پک گیا میں کیا کہوں اس دل کے ہاتھوں سے — ہمیشہ کچھ نہ کچھ اس میں خیال خام رہتا ہے

حال میرا نہ پوچھیے مجھ سے — بات میری تو معتبر ہی نہیں

کر دیا کچھ سے کچھ ترے غم نے — اب جو دیکھا تو وہ اثر ہی نہیں

وہی میں ہوں، اثر، وہی دل ہے — اب خدا جانے کیا ہوا مجھ کو

کیا کہیے اختیار نہیں دل کی چاہ میں — ہیں سب، اگر نہ تیری یہ باتیں نگاہ میں

اثر کہیے کیا، کدھر جائیے — مگر آپ ہی سے گذر جائیے

کبھو دوستی ہے کبھو دشمنی — تری کون سی بات پر جائیے

بس ہو یا اب یہ امتحاں کہیں — پاکل جلے اب یہ جاں کہیں

صرف غم ہم نے نوجوانی کی — واہ کیا خوب زندگانی کی

بے وفا تجھ سے اب گلہ ہی نہیں — تو تو گویا کہ آشنا ہی نہیں

یوں خدا کی خدائی برحق ہے — پر اثر کی تو ہم کو آس نہیں

عاشقی اور عشق کی باتیں — سب یہاں سے اثر کے ساتھ گئی

آہ کے ساتھ بھی نکل نہ گیا — آہ ملے آہ، یہ خلل نہ گیا

امین (ص ۱۱-۱۲)

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا — نزدیک ہمارے نہ یہاں کا نہ وہاں کا

جی نکلتا ہے پہ لب یاد میں چلتے ہیں تری — مرتے مرتے بھی ترا نام لیے جاتا ہوں

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو — ملاقات تیری اگر کم نہ ہو

یار بھی اب لگا گلہ کرنے — یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

اظہیر (ص ۱۲)

ساقی بہار آئی، میرا ایاغ خالی ـــــ انصاف بھی ہے ظالم مت کر دماغ خالی
اب تو ہر یک سے طلب کرنے لگے چاہ نئی ـــــ ہے یہ آئین وفا میں ہمیں سے راہ نئی
نہیں ہے مردمک چشم، ساتھ آنسو کے ـــــ نکل کے داغ جگر جم رہا ہے آنکھوں میں

آتش (ص ۱۳)

مثال آئینہ ہم نے تو سعی نقش جہاں دیکھا ـــــ جہاں دیکھا، بہر صورت، تجھے قالب تہی پایا
قیامت کی عقوبت ساری ہجر یار میں گزری ـــــ وہاں تھا دیکھنا جو کچھ، سو سب ہم نے یہاں دیکھا

احسن (ص ۱۳-۱۴)

جو دل اُدھر گیا سو وہ مانی میں مل گیا ـــــ تیری گلی میں خاک کریں جستجوئے دل
لطف سے کیجے ادھر بھی تو نگاہ بے گاہے ـــــ شاد ہر لحظہ نہیں کرتے تو گاہے گاہے
اب تو غازوں نے وہ بات بھی کھو دی یارو ـــــ گھر کر بیٹھتے تھے جو سرراہے گاہے
محرم ہم ہوں، محرم اسرار ہو کوئی ـــــ خلوت میں ہو کوئی پس دیوار ہو کوئی
دل کو نہ رکھوں سینے میں تو کیا کروں احسن ـــــ جس جنس کا خواہاں نہ ہونا چار ناچار میں

انشا (ص ۱۳)

گالی سہی، ادا سہی، چین، جبیں سہی ـــــ یہ سب سہی، پہ ایک نہیں کی نہیں سہی
یوں سب سے نہ مل، کہا، تو بولا ـــــ تیرا ہی تو مجھ کو در (ڈر) بڑا ہے
میں کہا تک چلے میرے گھر کہا باعث سنوں ـــــ کس سبب کس واسطے، کاہیکو، کیوں کچھ کام بھی

حاشیہ پر (ق ۱۵ الف ب)

سادگی کا تری یا جلوہ گری کا عالم ـــــ کیا بیاں کیجیے بس خیرہ سری کا عالم
رات کی بے ادبی کیجیے معاف آپ، کہ تھا ـــــ نشۂ مے سے مجھے، بے خبری کا عالم
جام پھر منہ سے لگا لے کہ عجب ہوتا ہے ـــــ مے کا گرنگ سے یہ لب پہ تری کا عالم
ربط کر بوئے گل و باد سحر سے پیدا ـــــ آخر اے ہوش یہ ہے ہمسفری کا عالم
تا لب بام قفس، اڑ نہ سکے ہم صیاد ـــــ اب تو پہنچا ہے یہ بال و پری کا عالم

آج صد چند ہوا جوشِ جنوں اے انشاؔ — دیکھ بوئے گُل و بادِ سحری کا عالم

کہتے ہو تم تو دم لے پر ہے بٹ ابھی نہیں — اور آ نہ جائے کوئی مرے جی میں جی نہیں
ہاں ہاں ہے سب سے اور ہیں سے نہیں وکیوں — کیوں کر نہیں نہیں نہیں کیوں ایسے جی نہیں
گر یار مے پلاوے تو کیوں کر نہ پیجیے — زاہد نہیں ہیں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں
میں نے کہا کبھی تھے ہمارے بھی کوئی تم — بولے کبھی نہیں مرے تم کوئی بھی نہیں
ذرا سی بات پر ہے انشاؔ سے کیوں خفا — کیا جانے کیا بلا ہے ، تو کچھ آدمی نہیں

اکڑ کے پنجوں کے بل پہ چلنا ، نہ کشتہ کیوں کر ہوں اس ادا کا — سجا سجایا کہ کل کا یا ، یہ دھج تو دیکھو غضب خدا کا
شبِ انکھڑیوں کا تری تصور ، خیال میں مجھ کو اسقدر تھا — کہ بوئے نرگس سے پُر ہے اب تک کنارِ دامن مری دعا کا
فزوں ہے وہم و قیاس سے بھی ، کروں جو تعریف اس صنم کی — جوان رنگیں ، بحسن خوبی ، پری کا عالم ، نوش گدا کا
برنگِ گل کے جلا میں کب تک کروں نہ جیب شکیب ٹکڑے — کنار میں اس کو تنگ کھینچے ، ہوا یہ مقدور اب قبا کا
گھٹا یہ کالی ، گلوں کی یہ بو ، خروش برق اور رعداں — پلا نہ بھر بھر کے جام ساقی ، سمجھ تو انداز ٹک ہوا کا
بجز شمیم نگار اے گل ، شگفتہ غنچہ نہ ہووے دل کا — بہار گر لاکھ رنگ لاوے ، اٹھاوے یہ بار کب حیا کا
نگہ یہ ظلم و کرشمہ آفت ، قیامت اس پر یہ قامت انشاؔ — ملاحت ایسی بلا کہ توبہ ، یہ عالم اپنے ہے دل ربا کا

آگاہ (ص ۱۳)

نہیں ممکن کہ لیں مفت یہ بت عاشق سے — اپنے کوچہ میں بھی گر خاک بسر دیکھیں تو

افسوس (ص ۱۴)

اس قصہ کو تو ہمدم کل کہے کو سناتا ہے — وہ بھولی ہوئی باتیں کیوں یاد دلاتا ہے

کہا میرا مطلق نہیں مانتا ہے — تو جیسا ستاتا ہے جی جانتا ہے

جس کو تیسرا نگہ لگا ہوگا — ایک دم میں وہ مر گیا ہوگا
اس کے اٹھتے ہی جی پہ آن بنی — دیکھیے آگے آگے کیا ہوگا

صبح بہت کرتا ہے یہ دل اشکباری بیشتر — ہو سحر کو خانۂ ماتم میں زاری بیشتر

احسن (ص ۱۳-۱۴) یہ ہے مضمون خط کا احسن اللہ — کہ حسن خوبرویاں عارضی ہے

تتمہ-۱

- اضافہ مخطوطہ خدا بخش سے ۱۷۱
- مزید اشعار جو مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہیں ۱۷۲

ایں چند بیت از و یاد بود:

کوئی کچھ کہے مجھ کو یاد نہیں ۔۔۔ یہ عاشق کا خوں ہے مہاد نہیں

جب ملک تلخ ہوئی ہر آن زندگی دکنار ۔۔۔ معلوم تجھ بغیر میری جان زندگی

ہم یار دو چار رہے، رات ساری رات ۔۔۔ مژگاں بگ کے پار ہے، رات ساری رات

۱۲/۲۵۱ غلام محی الدین، بیمیائی تخلص برادر کوچک شاہ محمد علیم بیتاب الہ آبادی جوانیست عاشق مزاج، خوش اختلاط درخدمت برادر کلاں خود، حضرت بیتاب تربیت یافتہ واز فیض صحبت وی در زباں آوری بمرتبۂ استادی رسیدہ۔ اشعار دلچسپ و ابیات پر مضمون دارد، بسبب فرزندی شاہ خوب اللہ قدس اللہ سرہٗ کہ اسم مبارکش محمد یحییٰ بود بیمیائی تخلص می نماید و در زبان فارسی و یختہ طبع آزمائی می کند۔ در ینولا خدمت قضا، سدبورکہ در تو ابع گنہ نازی پور است متعلق (باو) شدہ لہذا در آنجا می باشد، ایں چند اشعار از وست:

صبا کا اگر اس طرف بار ہو گا ۔۔۔ یہ غنچہ مرا دل کا گلزار ہو گا

دریں زمیں شیخ فتح علی، منصف غازی پوری مطلع خوب ہم رسانیدہ وقت تحریر منصف ماہر بود مرکب ترقیم شدہ:

جو تو رونق افزای بازار ہو گا ۔۔۔ میاں ایک عالم خریدار ہو گا

ہر چند میں جگہ دی اس کو دل او جگر میں ۔۔۔ پر کچھ اثر نہ دیکھا اس آہ بے اثر میں

بخشے ہے فائدہ کیا ناصح تری نصیحت ۔۔۔ صحرا نورد ہیں ہم دل کب لگے ہے گھر میں

نہ دن کو چین نہ راتوں کو خواب ہے تجھ بن ۔۔۔ غرض میں کیا کہوں جینا عذاب ہے تجھ بن

شتاب آ کہ بھروسہ نہیں ہے جینے کا ۔۔۔ لبوں پہ جان بسان حباب ہے تجھ بن

وعدہ یہ وعدہ چاند کہ ہونے لگے غروب ۔۔۔ آیا نہ یار مفت میں جاتی ہے چاندنی

۴۴/۲۵۲ مصطفےٰ خاں، یکرنگ، ہمعصر میاں آبرو گویند مرد بسیار شوخ و شنگ و خوش اختلاط و آشنای یکرنگ بود، اشعار وی بجز ایں چند بیت یاد نبود:

یار کا جب خیال آتا ہے ۔۔۔ ہوش میرا تمام جاتا ہے

لب شیریں سے بیزبانوں کو ۔۔۔ بولنا تلخ کام ہے تیرا

ہاتھ اٹھا جو راہ جلسے تو ۔۔۔ یہی تیرا سلام ہے گویا

سنتا نہیں ہے بات کسی کی تو اے سمن ۔۔۔ تجھ کو ترا غرور زبانوں کریگا کیا

زبان شوق ہو منہ کی کہاں بات — کہ خوبوں نے لگایا ہے ہمیں ہات

مسخر حسن کے شاہ و گدا ہے — رکھیں ہیں خوبرو ظاہر کرامات

خیال چشم و ابرو کر کے تیرے — کوئی مسجد پڑا، کوئی خرابات

بسیج جو کوئی کہے سو لا جائے — راستی ہیگی داری کی صورت

یکرنگ کی بساط میں کچھ اور نہیں سجن — رکھتا ہو دوئی جو کہو تو ندکرا کرے

کیوں کھینچتے ہو تیغ سجن ہم میں دم نہیں — پنہاں نظر تمہاری بھی دگتی سے کم نہیں

پارسائی اور جوانی کیونکے ہو — یک جگہ پر آگ و پانی کیونکے ہو

برگ حنا اوپر لکھوا احوال دل مرا — شاید کبھی جو جاوے تو گلرو کا ہاتھ

لگے ہے خوب آنکھوں میں بتاں کے — سخن یک رنگ کا، گویا گہر ہے

نہ تو ملنے کو اب قابل رہا ہے — نہ مجھ کو داغ اور دل رہا ہے

۲/۲۵۳ یکرو تخلص شاگرد میاں آبرو فکرش برجستہ و کلامش صاف و شستہ. در شیوۂ دوستی حاضر و غایب یکساں و یکرو بود:

دل پر مرے ہیں داغ تری ہجر کے کئی — گنتے میں جس کے عمر مری سب گزر گئی

۶/۲۵۴ (یوسف) از حالات وی کماہی اطلاع ندارم، لیکن این قدر از کلامش دانم کہ نجم برج سخنوری است و گوہر درج مضمون پروری از رقائم صحائف صفائح اوست:

سو گیا جب سے جگایا تھا مجھے — بخت میرا جاگ اٹھا وہ سو گیا

ہے مضراب فلک صرا تمام — اس میں اوپر کوئی کیا بو گیا

تحفۂ تذکرۂ مسرت افزا

دانشمندان دیدہ ور دیدہ وران دانش پرور ہا ورکنند کہ مؤلف در سال یکہزار و یکصد (و) نود و سہ ہجری و اثنا سفر کلکتہ با کمال تشتت و اختلال کہ لازمۂ سیاحت است، این تذکرہ مشتمل بر حالات سخنوران چند کہ اسامی شاں بطرز تازہ در ضمن دیباچہ بیان شدہ است، ترتیب نمودہ بود چوں در سنۂ نود و چہارم باز اتفاق مراجعت و ورود بلدۂ لکھنؤ رو داد بر احوال اکثر نکتہ پردازان این دیار اطلاع دست داد، تذکار شاں درین تذکرہ کہ معیار احوال این گروہ ست مناسب دید و استلزام انحصار کتاب بذکر شاعر اینکہ اسامی شاں در خطبۂ مذکور است بر ہم نمودہ، اکنوں از ناظران عیب پوش و سامعان عذر نیوش التماس آں دارد کہ اگر در انشا پردازی و محاورہ گوئی کہ منظور از آں استکمال

خود در عبارت آرائیست، نه اظہار فصاحت و کمال، تصور رہنمند عذورم دارند چہ از ذخائر پیشینیان خوشہ چینی نمودن و در رہاے پراگندہ را در سلک ترتیب آراستن نیلے و شوار است خرد ہ گرفتن و پریشان ساختن چہ قدر کار۔

ہر کہ سخن را بسخن ضم کند　　قطرۂ از خون جگر کم کند

از خرد گیری مردم خردہ بیں عبار بر آئینہ خاطری نشیند چہ عیب جوئی تنگ چشمان تنگ ظرف تازہ نیست سابقان ایں میدان در بلارع من سنف قد استہدف" مبتلا بودند و دانند و ہ بخاک بردند سخنور۔ وشن ضمیر کمال الدین محمد بن نصیر مرثیے بریں جراحت مے نہد قطعہ۔

چوں صاحب سخن زندہ باشد سخن　　بہ نزد ہمہ کس ایکانی بود
یکے را بود طعنہ بر لفظ او　　یکے را سخن در معانی بود
چو صاحب سخن مردہ باشد سخن　　بہ از گوہر نغز کانی بود
زہے حالت خوب اہل سخن　　کہ مرگش بہ از زندگانی بود

ملا عرفی شیرازی دادیں معنی میدہد:

افسوس چہ سود کہ بعد از وفات من گویند　　کہ بودہ است فلاں دام استاد

اگر در توصیف بعضے شعرا جہت عنایت نام و تخلص وے مبالغہ رفتہ یا در تعریف بعضے بواسطہ عدم علم بہ احوال و قائلہ رو دادہ محل واقع نباشد چہ در آں طبع تو آموز نقد قابلیت را بر محک امتحان می زند و دریں دست اعتذار "لا علم لنا الا ما علمتنا" قرار می کند ہیچ وجہ انبات و انکار را در آں مدخلے نیست، و در تصحیح اشعار دفتر قدیم آں تحت احوال ناظمانش اہتمام عظیم بکار بردم و لیکن اتفاق تطبیق از دواوین شان نیفتاد اگر شعر یکے در شعر دیگرے مذکور شود تصور ناقل است۔ نہ تقصیر مؤلف۔

حسب ذیل اشعار کسی نہ کسی سبب سے درج نہ ہو سکے حاشیے کے ہندسوں سے یہ معلوم ہوگا کہ کن شعرا کے اشعار ہیں۔

خوب تیری شکل کر سکتا نہیں تصویر میں　　مد تمیں گزریں مسافر کھینچتا ہے انتظار ۲
رہتے ہیں دل میں مصرع دلچسپ کیطرح　　گھر بار ہو ہے سرو قدوں کا ہمارا بیت
کچھ ان دنوں مرا دل سخت بے آرام رہتا ہے　　اس حالت میں لے کر نام تیرا شام رہتا ہے ۳
گالیاں دو دیں سو دیں بس دے چکے　　سن چکے ہم جب تمہارا مدعا رہتا ۱۶
یارو وہ صنم کیوں کے کرے کام کسی کا　　رام اس کا خدا ہے وہ نہیں رام کسی کا ۴
دل بھرے اپنے کو کس طرح سے کیجے خال　　اس کی غیرت نے نہ دی نصف آبگینے

راتوں کو اس کے کوچے میں جاتا تو ہوں ولے ۔۔۔ دھڑکے ہے دل مرا کہ نہ بیدار ہو کوئی کے

میں کہا شب خوب آئے بولا تو گھر میں تھا ۔۔۔ ایک تو وعدہ خلافی دوسرے الزام بھی

جب میں نے کہا میری طرف تو دیکھو ۔۔۔ دیتا ہوں اگر نہ ہی کو دیکھو دیکھو

جھنجلا کے اٹھا وہ کہنے ایں کیا معقول ۔۔۔ خوبی خلط کی واہ منہ تو دیکھو

۲۱ منہ دیکھو اپنا سیکھو ابھی رسم چاہ کی ۔۔۔ باتیں بنا بنا کے کرو ہو نباہ کی

۲۲ کیا بے تیری آنکھوں نے نہ کچھ مجھ پر ستم ڈھالی ۔۔۔ ہوئے ہیں جان سے نرگس کے قالب یکقلم خالی

۲۳ بزم میں اس کی نہ ہنستے ہیں نہ رو سکتے ہیں ۔۔۔ چپکے بیٹھے ہوئے ہر ایک کا منہ تکتے ہیں

پھر ہجر ہے وہی اور وہی دن پہاڑ سا ۔۔۔ وصل عنم تو رات کو اک خواب ہو گیا

دل کو تجھ عشق میں قرار نہیں ۔۔۔ اب تلک تجھ کو اعتبار نہیں

سدا بیدار رہ غفلت سے تو ترس ۔۔۔ مثل مشہور ہے سویا سو چور کا

میں تو لکھا تھا اس کو خط بیرنگ ۔۔۔ اس تغافل شعار نے نہ پڑھا

۲۴ قفس کے در کو وا لے بلبل اب صیاد کرتا ہے ۔۔۔ خدا جانے کہ ذبح یا آزاد کرتا ہے

۲۸ تری زلفوں نے کے پیچ سلجھا ۔۔۔ دل بے کل کو راتوں رات لے گئے

۴۲ اپنے مذہب میں ہے اک شرط طریق اخلاص ۔۔۔ کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں نہ اسلام سے کام

۴۷ مری لوح تربت پہ یارو لکھدانا ۔۔۔ کسی سنگ دل سے نہ کوئی دل لگانا

بیخود جو ہوا آتا تو دیکھ کے میخانہ ۔۔۔ حیراں ہوں میں کیوں کر کہے ہو گیا تو پیمانہ

زنجیر کے کرنے سے کرتا ہے جنوں دونا ۔۔۔ دیکھا نہیں اے درآت تجھ سا کوئی دیوانہ

۵۰ ایک دن ہاتھ لگایا تھا تری دامان کو ۔۔۔ آج تک سر ہے خجالت سے گریباں کے بیچ

ہائے بیداد سے ملا کیوں تھا ۔۔۔ آگے آیا ترا کیا تیرے

کوئی سنتا نہیں ہے داد بیداد ۔۔۔ کوئی سنتا نہیں فریاد فریاد

۶۲ میں پا بتا ہوں عشق چھپاؤں پہ کیا کروں ۔۔۔ رسوا کرے ہے خلق میں چشم تر مجھے

۶۸ دل میں سو بات تھی پر اس نے جو پوچھا احوال ۔۔۔ مجھ سے تب درد دل اظہار ہوا کچھ نہ ہوا

کس کا ہے جگر جس پہ یہ بیداد کرو گے ۔۔۔ لو دل تمہیں ہم دیتے ہیں کیا یاد کرو گے

وہ دن گئے کہ گلشن تھا بود و باش اپنا — اب تو قفس میں ہو لے نقشہ بھی گلستاں کا

چھوٹا نہ واں تغافل اس اپنے مہرباں کا — اور کام کر چکا یاں یہ اضطراب جاں کا

کام کیا زور ہی جہاں نے — شیخ کی ڈاڑھی کو قصر کر گیا

پتھر پڑے سر اور سر پر پتھر — رہتا ہے یہ کاروبار تجھ بن

تار طنبور و نے و بین و صدائے مطرب — ہر زباں میں ہے صنم تیرا ہی مذکور سدا

جان سے ہو گئے بدن خالی — جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا

کہسار میں جاگرا ہے ناحق کے تئیں — پرویز سے آبھڑا ہے ناحق کے تئیں

کوئی کر پہاڑ سے لیتا ہے — فرہاد کا سر پھرا ہے ناحق کے تئیں

ہے غم سے رقیبوں کے مرا دل ناشاد — اس دھڑکے سے بلاتے ہیں ہمہ عیش باد

پرویز کے شیشہ خانۂ عشرت پر — سنگ آیا ایک سخت آیا فسوس باد

دل میں ہر ایک (کے) سودائے خریداری کا — یوسف مصر مگر تو ہی ہے اے جان عزیز

وہ لوگ کہاں جو یار باشی کیجیے — وہ وقت کہاں جو خوش معاشی کیجیے

ایک گوشے میں بیٹھ کر دوانے تنہا — اب ناخن غم سے دل خراشی کیجیے

درد دل اور دوا سے تیری افزود ہوا — بس طبیب اٹھ مری بالیں سے یہ سود ہوا

جب سے آیا ہوں میں دنیا میں یہی سنتا ہوں — آج یہ نیست ہوا آج یہ نابود ہوا

شب جو اس ماہ سے روشن مری آغوش ہوئی — شمع یاں تک ہوئی شرمندہ کہ خاموش ہوئی

در پہ ترے آہ پھر چلے ہم — جو ہم سے ہوا سو کر چلے ہم

بس یار یہ کب تلک تغافل — ٹک دیر ادھر کو مر چلے ہم

دل کھو کے ہنسی ہنسی میں پیارے — گھر سے ترے چشم تر چلے ہم

کیا ہو گئے وہ تپاک ظالم — برہم نہ ہوا اس قدر چلے ہم

الفت نے گلی سے اس کی راسخ — جانے نہ دیا جدھر چلے ہم

بن تیرے کس کو نیند آتی ہے — روتی ہی روتے رات جاتی ہے

غیر بھی گالیاں ہمیں دیویں — تجھ کو یہ بات کیوں کے بھاتی ہے

کیا کہیں ہم تری جدائی اب
جو مصیبت ہمیں دکھاتی ہے

چھپتا ہے کوئی آہ یہ آزار محبت
کس کس کو کہوں میں نہیں بیمار محبت

بیزار نہ ہو مجھ سے مرا جرم نہیں کچھ
ہو دید تو باعث اظہار محبت

مرا داغ دل رشک باغ ارم ہے
تماشا گہ خلق یہ چشم نم ہے

کسے دل دیا ہم نے بیہودہ جس میں
نہ مہر و وفا ہے نہ لطف و کرم ہے

نہ رکھو مرے سر پہ تم ہاتھ جاؤ
سمجھتا ہوں میں بھی جو کچھ تم پہ ہم ہے

نہیں جام جم کی ہوس دل میں سنگ
مری چشم تر ہی مجھے جام جم ہے

دمبدم دل کو اضطرابی ہے
بن تری آہ یہ خرابی ہے

کیوں نہ ہوئے کباب دل اپنا
غیر ہے، تو ہے اور گلابی ہے

دور میں چشم مست کے تیری
جس کو دیکھے ہیں ہم شرابی ہے

بیفائدہ ہے ہر دم میرے تئیں سمجھانا
وحشت زدہ ہوں صبح میں اور یہ ویرانہ

کیا کیا کہیں اس کو اگر کچھ بھی کہا جائے
اپنی تو یہ صورت ہے منہ دیکھ کے رہ جانا

سرگزشت چشم نم کس سے کہیں
کون سنتا ہے یہ غم کس سے کہیں

چھوڑ ہم کو غیر سے تو جا ملے
کیا ستم ہے یہ ستم کس سے کہیں

اضطرابی کوئی جاتی ہے دل ناکام سے
یہ تو رہنے کا نہیں زیر زمیں آرام سے

دیکھ تک تو آئینے میں منہ پہ خط بھی آچکا
ننگ ہے ظالم تجھے اب تک ہمارے نام سے

غنچہ و گل کیوں گریباں چاک رکھتا ہے صبا
کس کے غم میں صبح تک رقت ہے شبنم شام سے

یا الٰہی کب ملے گا یار وہ یادش بخیر
دن ہمارا کب پھرے گا گردش ایام سے

بہار (ص ۱۸)

وہی یک ریسماں ہے جسکو ہم تم تار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ، کہیں زنار کہتے ہیں

اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں ظاہر
سلیمانی کے خط کو دیکھ کیوں زنار کہتے ہیں

دیکھ کر کیوں کر نہ ہووے دل رقیبوں کا کباب
کس ادا سے تی صنم دیتا ہے، ساغر، واہ رے

سبھی کرتے ہیں دعویٰ خوں کا قسمت ہے تو دیکھینگے
صف محشر میں کس کا ہاتھ دامن ہوگا قاتل کا

کرے وہ سلطنت، یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے
تکلف برطرف خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

تڑپتا ہے پڑا جیوں نیم بسمل خاک و خوں میں دل
عقوبت ہے جو کچھ اس صید پر، صیاد کیا جانے

جو کچھ جا کر گلستاں میں کیا ہے کیوں چھپاتے ہو
عیاں ہے آستیں کی چیں سے داغ خوں گل لالا

خوش سخن کا حرف، دل کو لاتا ہے کیا حال ہے
یہ غلط کہتے ہیں، کچھ لذت نہیں ہے قال میں

منظور سیر لالہ جو ہو اس بہار میں
پھولا ہے خوب، دیکھ دل داغدار میں

بے رنگ (ص ۱۸)

یار کا جب خیال آتا ہے
ہوش میرا تمام جاتا ہے

نہیں مطلب مجھے کچھ باغباں اور
دوا ہوں میں گل رنگ و بو کا

بے ہاتھ تراخوں سے عاشق کے گر آلودہ
مہندی سے سیمن مت کر بار دگر آلودہ

مفلس کی خبر کب ہے اے سیم بدن تجھ کو
افشاں سے ترا ماتھا رہتا ہے زر آلودہ

فرہاد کو محنت کی تلخی نہ کسو ہوتی
شیریں کا جو یک بوسہ ملتا شکر آلودہ

پیام (ص ۱۹)

بات منصور کی فضولی ہے
ورنہ عاشق سے کو آہ سولی ہے

بسمل (ص ۲۱)

لہو پی رہ گیا بسمل وگرنہ ملاتا اپنے تئیں وہ خاک و خوں میں

بیان (ص ۱۹)

وہ بھی کیا دن تھے کہ ہر آغوش ہم سے یار تھا — در کے باہر مدعی جیوں صورت دیوار تھا
اس تجاہل پر پڑا میں یہ بہتا ہوں گو رہیں — وہ کہ جس کی چشم کا میں عمر بھر بیمار تھا
دیکھ کر تابوت کو بیمار داروں سے مرے — پوچھنے لاگا کہ اس مردے کو کیا آزار تھا

کوئی کسی کا بتاں آشنا نہیں دیکھا — سوائے اس کے ان آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا
یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق سے مجھ کو — انھوں نے یار کو دیکھا بھی یا نہیں دیکھا

ہمارا ضعف بعبارت ہے مانع دیدار — وگرنہ سامنے آنکھوں کے یار ہے موجود

قمار عشق کی بازی ہی کچھ دنیا سے باہر ہے — اسے کہتے ہیں جیتا جو کوئی یاں نقد جاں ہارے

جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی — ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی

مت آئیو اے وعدہ فراموش تو اب بھی — جس طرح کٹا روز گذر جائیگی شب بھی

یار و تمہاری دوستی سے یہ بعید ہے — میں یار سے بعید ہوں کیسی یہ عید ہے
جا کہو کوئے یار میں کوئی — مر گیا انتظار میں کوئی
وہ بھی کیا رات تھی کہ سوتا تھا — سر رکھے اس کنار میں کوئی
کیوں بیاں بہر باغ کی نسبت — نہیں دیتا بہار میں کوئی

یار نے جب سے اٹھایا اپنے چہرے سے نقاب — طعن کرنے سے مرے آتا ہے ناصح کو حجاب
کل تو آویگا ہی آخر غرۂ ماہ صیام — آج تو پی لیجیے من مانتی ساقی شراب

اس قدر تو ہے بھرو سایہ کو اپنی آہ پر — گنبد فلک لیجیے اٹھا یک نالہ جان کاہ پر

جھگڑتے تجھ سے تو پیارے حجاب آتا ہے — وگرنہ بات کا تیری جواب آتا ہے

جو نہ ہو اس شمع رو کے عشق کا سینے میں داغ — کون مجھ بے کس کی تربت پر کرے روشن چراغ

کب تلک اس کی شکایت ہو نہ لب آشنا — ایک بے گانہ ہے مجھ سا اور سب سے آشنا
غیر کے کہنے پہ مت بیگانہ ہو یکبارگی — دیکھو تو اے شوخ میں تیرا ہوں کب سے آشنا

کیوں آج سناتا نہیں سینے میں خوشی سے — پہنچا ہے مگر دل تجھے پیغام کسی کا

قفس میں ہیں رہائی کیلیے کیا کیا نہیں کرتا — پھڑکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

میں لبکہ خاک میں ترے کوچہ کی مل گیا — تسپر بھی تیرے دل میں ہے مجھ سے غبار میف

ہوئی آہ اب اس قدر نارسا — کہ سینے سے آتی نہیں لب تلک

بیکل (ص ۲۰)

سرو کو رتبہ ترے آگے نہیں اے سبز پوش — اے کہ تجھ بازار خوبی کا ہے، وہ سبزی فروش

بنیاد (ص ۲۰)

محبت کی بھی کچھ ہوتی ہیں کیا اے ہمنشیں! اہیں — کہ خوباں یوں ہمیں دکھ دیں ہم ان کو اسطرح چاہیں

جی میں ہے اس کی بات میں، اب پھر نہ بولیے — لیکن کسی طرح جو یہ کافر زباں رہے

رباعی:

یاں آکے ہم اپنے مدعا کو بھولے — مل مل غیروں سے آشنا کو بھولے

دنیا کی تلاش میں گنوائی سب عمر — اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے

تاباں (ص ۲۳)

ہے سوز عشق یاں تئیں، مجھ میں کہ بعد مرگ — پروانہ، مرغ روح ہو شمع مزار کا

مرا بس ہو تو ہرگز خط نہ آنے دوں ترے لیکن — لکھا قسمت کا کوئی بھی مٹا سکتا ہے کیا قدرت

لے میری خبر چشم میرے یار کی کیوں کر — بیمار عیادت کرے، بیمار کی کیوں کر

خزاں تک تو رہنے دے صیاد ہم کو — کہاں پھر چمن اور کہاں آشیانا

ساقی ہو اور چمن ہو، مینا ہو اور ہم ہوں — باراں ہو اور وہ ہو، سبزہ ہو اور ہم ہوں

مری گور پر لوگ رکھتے ہیں گل کو — تری دلربائی کی غیرت کہاں ہے

بیاں کیا کروں ناتوانی میں اپنی — مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

جفا تو چاہیے اے شوخ، مجھ پہ یاں تک کر — کہ سب کہیں مجھے رحمت تری وفا کے تئیں

دیکھنا ان ماہ رویاں کا تو اے تاباں نہ چھوڑ — چاہتا ہے گر ہمیشہ نور بینائی کے تئیں

کاٹے ہیں بتاں تاباں، جیوں شمع زباں میری — یاں بات کے کہنے کی ہوتی ہے گنہگاری

گلی میں مجھ کو روتا دیکھ، مجھ کو وہ لگا کہنے — کہ کچھ حاصل نہیں ہوویگا ساری عمر رو بیٹھا

تو مے پی اس قدر ظالم کہ مجھ کو کیف کم ہووے ——— تیرا بے ہوش ہو جانا ہمارا ہوش کھوتا ہے

بتاں کے شہر پرساں میں کب کوئی داد کو پہنچے ——— مگر واں اپنے بندوں کی، خدا، فریاد کو پہنچے

قیامت مجھ پہ کل کی رات اس کے ہجر میں آئی ——— نہ آیا یار میرا آج بھی، وہ رات پھر آئی

ثابت (ص ۳۰)

یہ سچ کہو کہ کیا کن نے بدگماں تم کو ——— غبار میری طرف سے ہے اے بتاں تم کو

ہم اپنے جانتے، سو اس سے عرض کر لیتے ——— ہمارا حال نہ کہنا تھا، دوستاں تم کو

ثاقب (ص ۳۱)

ثاقب کی نعش اوپر قاتل نے آ کے پوچھا ——— یہ کون مر گیا ہے کس کا ہے یہ جنازہ

جوشش (ص ۳۲)

عاشق کو کب ہے جلوۂ معشوق کی طلب ——— مہتاب کو دیکھے نہیں مقدور کتاں کا

اس گلشن ہستی سے نکل راہ عدم لے ——— بے رنگ نظر آوے ہے کچھ رنگ یہاں کا

ہمچشم کیوں کہوں میں اے لالہ راز کا ——— عالم ہی کچھ جدا ہے دل داغدار کا

دمبدم آلودہ رہنا خوں سے عشاق کے ——— جوہر ذاتی ہے یہ جوہر تری شمشیر کا

اتنا تو کچھ گناہ نہ آیا ظہور میں ——— کیا بات ہو گئی کہ وہ بیزار ہو گیا

نہ چھوڑ نزع میں جوشش کو، جلد ہو، اے مرگ ——— مریض عشق کوئی دم، جیا جیا نہ جیا

تعلقات جہاں سے خبر نہیں رکھتا ——— ہزار شکر کہ میں دردسر نہیں رکھتا

اس ادا کا ہوں تیری دیوانا ——— دیکھنا مجھ کو اور چھپ جانا

نہ کام باغ سے ہے نہ بہار سے مطلب ——— رکھوں ہوں اپنے دل داغدار سے مطلب

درخت خشک ہوں میں باغ دہر میں جوشش ——— غرض نہ برگ سے مجھ کو نہ بار سے مطلب

اگر ایک دم تو ہم آغوش ہو ——— تو عیش دو عالم فراموش ہو

طلال دہر کب روشن دلاں خاطر میں لاتے ہیں ——— نہیں ممکن کہ خاکستر سے آئینہ مکدر ہو

اے رفوگر تو رفو کر کے پشیماں نہ ہو ——— یہ تو ہے چاک جگر چاک گریباں نہ ہو

کثرت داغ اس قدر سینے میں ہے ——— دل کے بھی رہنے کو جوشش جا نہیں

توانائی جدا کرتی ہے اب آغوش سے مجھ کو
گرامت دیکھیو اے ناتوانی دوش سے مجھ کو

دل میں ہے لب، قرب میں آئینہ سا پیدا کروں
وہ مجھے دیکھا کرے اور اس کو میں دیکھا کروں

جیوں آئینہ یہ ستم رسیدہ
رہتا ہے مدام آب دیدہ

فصاد ڈھونڈتا ہے لہو اب کہاں تلک
نشتر پہنچ چکا ہے مرے استخواں تلک

پرستاروں میں تجھ لب کی نہ ہوئے گفتگو کیونکر
نہیں ممکن کہ بن بولے رہیں میخوار آپس میں

جفا و جور کے مشتاق ہیں ہم تجھ پہ مرتے ہیں
ڈراتا کیا ہے ہم کو، ہم کوئی مرنے سے ڈرتے ہیں

ایک عالم کی جاں خراش ہے یہ
آہ ہے یا قلم تراش ہے یہ

سوے حرم یا طرف میکدہ
الغرض اے شیخ جدھر جائیے
دونوں جگہ جلوہ گہ یار ہے
خواہ ادھر، خواہ ادھر جائیے

کہنا نہ کسی کا دل میں لایا جوشش
ان سنگدلوں سے دل لگایا جوشش
نہ کہنے میں دل ہے لب، نہ ملتے ہیں بتاں
جیسا میں کیا تھا ویسا پایا جوشش

جرأت (ص ۳۲)

کیا سحر کیا ہے یار دل کو
تجھ بن نہیں جو قرار دل کو
آنے کی خبر ہے اس کے لیکن
آتا نہیں اعتبار دل کو
تب زخم تو اس کے بھرنے پاویں
جب صبر ہو اس نگار دل کو

نالہ و آہ و فغاں تیرا ہی دم بھرتے ہیں
آپ کا جان کے سب مجھ پہ کرم کرتے ہیں

اے ستم ایجاد، کب تک یہ ستم دیکھا کریں
تو کرے غیروں سے باتیں اور ہم دیکھا کریں

ہم کچھ، اسیر ہوتے ہی خاموش ہو گئے
سب چہچہے چمن کے فراموش ہو گئے

چین اس دل کو نہ اک آن ترے بن آیا
دن گیا، رات ہوئی، رات گئی دن آیا

کیوں نہ کرتا ہے جو کچھ ٹھانی ہے دل میں تو نے
دل میں سب میرے عیاں ہے تجھے معلوم نہیں

حاتم (ص ۳۲)

آزاد کو بھلا ہے رہنا جہاں میں ننگا
ہیگا لباسوں میں جن نے لباس ننگا

حاتم بیکس کا تجھ بن کون ہے
کون ہوگا جو نہ ہوگا تو مرا

لیا اس گلبدن کا ہم نے بوسہ — تو کیا ہو ہا رقیبوں نے مارا

حزیں (ص ۳۳)

ویراں ہو اخزاں سے یہاں تک چمن کہ ہم — چاہیں جو جل مریں تو کہیں خار و خس نہیں

بہار آئی ہے جب سے یاد کر کے گلستاں اپنا — قفس میں، ہائے، بلبل کس طرح جیتی ہے جاں اپنا

یہ آہو رام تھے مجنوں کے سب لیلیٰ کی خاطر سے — وگرنہ ان پری زادوں کو دیوانے سے کیا نسبت

کریں کیوں کر نہ ہم مجنوں کا ماتم — کہاں ملتے ہیں اپنے فن کے استاد

حشمت (ص ۳۳-۳۴)

جب آخزاں چمن میں ہوئی آشنائے گل — تب عندلیب رو کے پکاری کہ ہائے گل

حسن (ص ۳۴)

ہم نے ایسی ہی تو کچھ چوری نہ کی تھی آپ کی — بے سبب جو آپ اب ادھر کے آنے سے رہے

آہ کس کس بے وفائی کا میاں کیجے شمار — اور تو سب اک طرف نہ بھی دکھانے سے رہے

حیراں (ص ۳۴)

ہوا ہے اب تو نئے دوستوں سے ربط دل — تمہیں اب آنے کی فرصت ہمارے پاس کہاں

کٹے شب کس توقع پر ہماری جان سے حیراں — اب آیا دم میں آیا دن تو ان باتوں میں کتنا ہے

حسرت (ص ۳۵)

تم جو کہتے ہو کہ دو حسرت کو — آہ و فریادیاں کیا نہ کرے

آپکا اس میں کیا بگڑتا ہے — درد دل کی کوئی دوا نہ کرے

دل میں سو بات تھی، پر اس نے جو پوچھا احوال — مجھ سے تی درد دل اظہار ہوا کچھ نہ ہوا

حسن (ص ۳۶)

چھوٹا نہ واں تغافل اس اپنے مہرباں کا — اور کام کر چکا یاں یہ اضطراب جاں کا

کہا میں کہ بھرتا ہوں دم آپ کا — لگا کہنے صاحب کرم آپ کا

صیاد کی مرضی ہے کہ اب گل کی ہوس میں — نالے نہ کریں مرغ گرفتار قفس میں

رہنے نہ دیگا اس بن، یہ دل تو ایک دم بھی — کیوں اوٹھ کر ہم اپنا کھو دیں عبث بھرم بھی

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو — کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو

دیکھنا زلف و رخ تمہیں ہر وقت　　شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو
پہنچے نہ کبھی منزل مقصود کو ہم اور　　آخر ہوئے سب زیست کے ایام سفر میں

حسرت (ص ۳۷)

بحق آں علی زین عباد　　قدوۂ سالکان راہ رشاد
نامۂ زشتی عمل در پیش　　نمک زخمہائے سینہ ریش
یہ آنکھیں نہ بھتیاں ہماری　　تن رہتی ہیں شکبار تجوبن

حسرت (ص ۴۳)

زلف و رخ یار دیکھتا ہوں　　کیا لیل و نہار دیکھتا ہوں

خاکسار (ص ۴۵)

تیری زلف سیہ سے اے پیارے　　مجھ کو یک سر ہزار سودا ہے
تیغ قاتل سے ہوئے محروم بے تقصیر ہم　　روز محشر سے اٹھیں گے گور سے دلگیر ہم
خاکسار عاشق میخوار کو تقوٰی سے کیا　　ابھی دیکھا تھا میں اس رند کو میخانے میں
قیامت بھی ہوگی تو میری بلا سے　　مجھے داد خواہی کی طاقت کہاں ہے
عشوہ و ناز کو ترے پیارے　　یہ ترا خاکسار جانے ہے
شانہ آہستہ کیجیو ہمدم　　تار اس زلف کا رگ جاں ہے

درد (ص ۴۶)

اکسیر پر ہوش اتنا نہ ناز کرنا　　ہے کیمیا سے بہتر دل کا گداز کرنا
جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا　　تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
نالہ، فریاد آہ، اور زاری　　آپ سے ہو سکا جو کر دیکھا
ان لبوں نے نہ کی مسیحائی　　ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا
دیکھیے اب کے غم سے جی میرا　　نہ بچیگا، بچیگا، کیا ہوگا
دل کے پھر زخم تازہ ہوتے ہیں　　کہیں غنچہ کوئی کھلا ہوگا
دل بھی اے درد قطرۂ خوں تھا　　آنسوؤں میں کہیں گرا ہوگا
عاشق بے دل و زباں تک تو جی سے سیر تھا　　زندگی کا اس کو جو غم تھا دم شمشیر تھا

درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے
جو سانس بھی نہ لے سکے آہ کیا کرے

اگر یونہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو یک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا

میں جاتا ہوں دل کو تیرے پاس چھوڑے
مری یاد تجھ کو دلاتا رہے گا

خفا ہو کے اے درد مر تو چلا تو
کہاں تک غم اپنا چھپاتا رہے گا

اے درد یہ درد ہی سے کھونا معلوم
جیوں لالہ یہ داغ دل سے دھونا معلوم

گلزار جہاں ہزار پھولے، لیکن
میرے دل کا شگفتہ ہونا معلوم

تو اپنے دل سے غیر کی الفت نہ کھو سکا
میں چاہوں اور کو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکا

گو نالہ نارسا ہو، نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو درگذر نہ کی، جو مجھ سے ہو سکا

مژگان تر ہوں یا رگ تاک بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں، سو ہوں، غرض آفت رسیدہ ہوں

فرصت زندگی بہت کم ہے
مغتنم ہے یہ دید، جو دم ہے

دین دنیا میں تو ہی ظاہر ہے
دونوں عالم کا ایک عالم ہے

اپنے نزدیک باغ میں بجز این
جو شجر ہے، سو نخل ماتم ہے

درد کا حال کچھ نہ پوچھو تم
وہی رونا ہے، نت وہی غم ہے

روند سے ہے نقش پا کی طرح خلق یاں مجھے
اے عمر رفتہ چھوڑ گئی تو کہاں مجھے

دل دے چکا ہوں اس بت کافر کے ہاتھ میں
اب میرے حق میں دیکھیے اللہ کیا کرے

دانا (ص ۴۹)

بہر صورت خدا کو دیکھنا عنوان ہے میرا
یہی توحید میں مصرع سر دیوان ہے میرا

نہ چاٹے خون کو جس روز، میرا، اس کو فاقہ ہے
رگ گردن سے میری اس کے خنجر کو علاقہ ہے

دیوانہ (ص ۴۹)

وے لوگ کہاں جو یار باشی کیجے
وے وقت کہاں جو خوش معاشی کیجے

اک گوشہ میں بیٹھ کر دوانے تنہا
اب نافن غم سے دلخراشی کیجے

راسخ (ص ۵۲)

ہوں ہم آغوش، تجھ سے سب کوئی
کس طرح دیکھے یہ غضب کوئی

اس ستم گر کے سامنے جا کر — حال میرا کہے ہے جب کوئی
ہو کے برہم بہت وہ کہتا ہے — ذکر اس کا کرے تو اب کوئی
حیف راسخ کی تو نہ سمجھا قدر — تھا تری جان وہ عجب کوئی

سر کو رکھ، نقش قدم پر ترے مر جاؤں گا — مرتے مرتے بھی غرض ایسے ہی کر جاؤں گا
بعد مدت جو ملے ہو بسر رہ، نک ٹھہرو — تم ادھر جاؤ گے آخر، میں ادھر جاؤں گا
ہم رہاں چھوڑ گئے، مجھ کو اکیلا آخر — کس خرابی میں پڑا اب میں کدھر جاؤں گا
دیکھوں میں کب تئیں رہتا ہے تو گھر میں ظالم — آج تو دیکھ ہی کر، تجھ کو، میں گھر جاؤں گا

غم سوا عاشق کی تیرے کون غم خواری کرے — کون اس کے پاس آوے کون دلداری کرے
نے توقع وصل کی، ظالم، نہ امید وفا — کس بھروسے پر کوئی یہ ناز برداری کرے
دل وہ تیرا لے گیا راسخ بہت بہتر ہوا — ہے یہی اس کی سزا جو ایسے سے یاری کرے

اب تک تجھے راسخ سے وہی بے خبری ہے — جا دیکھ شتابی، وہ چراغ سحری ہے
گلگیر کی مانند کروں چاک، میں کیوں کر — یارب میرے سینے میں یہ کیا آگ بھری ہے

جیوں شمع تری بزم میں ہم سر کٹا چلے — جو ہم سے ہو سکا سو تجھے ہم دکھا چلے
منظور گر یہی ہے ترے پاس ہم نہ ہوں — تابع تری خوشی کے ہیں، لے بے وفا چلے
کیوں ہم سے تم اڑو ہو میاں کچھ کہ تو تھا — راسخ سے راہ میں، جو کل آنکھیں چرا چلے

شیخ خدا کے واسطے مان یہ اب مرا کہا — کعبہ کو جا نہ جا، ولے دل میں کسی کے راہ کر
راسخ دل فگار کی، یار خبر شتاب لے — تیرے فراق میں وہ شب کاٹے ہے آہ آہ کر

جس طرح سے آئے تھے اسی طرح چلے ہم — اس باغ میں جیوں ہرزہ نہ پھولے نہ پھلے ہم

غلط ہے، مرا کون غم خوار ہے — یہ دل بھی اسی کا طرف دار ہے
مجھے کیا، جلا دل کو، گھر ہے ترا — خوشی تیری تو جان منظور ہے

راقم (ص ۵۲)

یاں تک قبول خاطر کیجے تری جفا کو — تا سب کہیں کہ راقم رحمت تری وفا کو

میرے اعضا میں تجھ کمر سے میاں — فرق ہرگز نہیں سر مو کا

ابر ترے چشم گریاں کم نہیں — موج دریا ہے، شکنج آستیں

لے باغباں نہیں ترے گلشن سے کچھ غرض — مجھ کو قسم ہے، توڑوں اگر برگ و بر کہیں

اتنا ہی چاہتا ہوں کہ میں اور عندلیب — ایسے میں درد دل کہیں نکہ بیٹھ کر کہیں

کس کے گلے کا قطرۂ خوں ہے زمین پر — جیوں تکمہ لگتے ہیں گل اودنگ اب تلک

پہنچا نہ آہ درد کو میرے کوئی طبیب — یارب عجب طرح کا یہ آزار ہے مجھے

بیچوں ہوں میں، اس پاس، یہ دل، نیم نگہ کو — اس پر بھی ستر ہو کہ خریدار نہ ہووے

کہتا تھا کون یہ کہ ہے، خوبی جہاں کے بیچ — اس بات کا تو یاں کوئی مذکور ہی نہیں

رنگین (ص ۵۳)

ایک موزلف کا رنگیں کو نشانی بھیجا — بعد مدت کے کیا یاد صنم نے ہمارے

رسوا (ص ۵۳)

وصل میں بے خود ہے اور ہجر میں بیتاب ہے — اس دوانے دل کو یارب کس طرح سمجھائیے

وہ کون سی زمیں ہے جو اشکوں سے نم نہیں — رسوا بھی اس زمانے میں، مجنوں سے کم نہیں

رند (ص ۵۳)

سینے سے داغ عشق مٹایا نہ جائے گا — ہم سے تو یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

روشن (ص ۵۴)

رسما اٹھ بہار میں آیا — کیا ہی کافر بہار میں بدلا

جی میں یہ تھا کہ جان کیجے نثار — ایکدم بھی وہ بے وفا نہ رہا

شکوۂ ظلم بھی دل سے اٹھا لے روشن — جب کہا اس نے کہ میں یار ہوں کن کا ان کا

راغب (ص ۵۴)

مل تھل کے تئیں بھر کے یہاں سارا ڈبایا — آنکھوں سے لگی میرے وہ آنسو کی جھڑی ہے

رضا (ص ۵۵)

سب خلق ہوئی دشمن جاں عشق میں تیرے — افسوس کہ تو پر تو مرا یار نہیں ہے

وعدے پر اپنے دلبر نہیں برقرار یارب — کیوں کر کے میرے دل کو ہووے قرار یارب

رند (ص ۵۶)

خلقت تمام گردش افلاک سے بنی — مالی ہزار رنگ کی اس خاک سے بنی

مجھ سا تھ تری دوستی جب ہوگئی آخر — دنیا کی مرے دل سے طلب ہوگئی آخر

حاصل تو ہوا وصل ہمیں رات پر افسوس — اک پل میں شب عیش وطرب ہوگئی آخر

ذکی (ص ۵۷)

جلا جیوں بھلبھڑی مجھ ناتواں کو — شرر بیز کر ہر استخواں کو

جلا وحدت کی آتش سے دوئی کو — کر بس ہے ایک چنگاری وی کو

مزید نعت۔ مقرر ہے کہ بزاز دوکاں دار — دکھاوے جنس اول آخر کار

اسی سے جان ارفع اس کا پایا — کہ سب پیغمبروں کے بعد آیا

مزید منقبت۔ ہوا کعبہ سے نور اس کا نمایاں — کہ جیوں ظلمات سیتی آب حیواں

کیا معراج پر شیراز دھاوا — لیا افلاک پر چڑھ کر چڑھاوا

رسالت کی کرواب سیر گھر کا — بنا ہے زور ایواں پانچ در کا

قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ — نبی کی آل کی بارہ دری دیکھ

نبی کے آل اوپر وار جانا — اسی بارہ پلے سے پار جانا

خدا تک پہنچنا کیا ہیگا مشکل — کہ بارہ کوس کی ہے ایک منزل

مزید در صفت معشوق۔ زبس گل برگ لب میں نازکی ہے — کنوری میں پڑے ہے پھول کی مئے

سودا (ص ۵۹)

مقدور نہیں اس کی تجلی کے بیاں کا — جوں شمع سراپا ہوا گر صرف زباں کا

پردے کو تعین کے در دل سے اٹھا دے — کھلتا ہے اسی پل میں طلسم جہاں کا

پھرے ہے شیخ یہ کہتا کہ میں دنیا سے مزہ پایا — الٰہی ان نے اب ڈاڑھی سوا کس چیز کو چھوڑا

اس تیغ تلے کہیو رستم سے کہ سر دھر دے — پیارے یہ ہمیں سے ہو، ہر کارے و ہر مردے

معشوق کی الفت ہی بندہ کرے عاشق کو — کس گل نے خریدا ہے بلبل کے تئیں زر دے

کیوں اسیری پر مری صیاد کو تھا اضطراب — کیا قفس آباد ہوگئے کون سے گلشن خراب

یا تبسم، یا نگہ، یا وعدہ، یا گلہے پیام
کچھ بھی اے خانہ خراب اس دل کے بہلانے کو ہے

جی تک تو دے کر لوں جو تو ہو کارگر کہیں
لے آہ کیا کروں نہیں بکتا اثر کہیں

ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھ کو نیند
جس کو پکارتا ہوں سو کہتا ہے مر کہیں

نہ کھینچ اے شانہ زلفوں کو، یہاں سودا کا دل اٹکا
اسیر ناتواں ہے یہ، نہ دے زنجیر کا جھٹکا

نہ جیا تیری صنم کا مارا
نہ تری زلف کا بندھا چھوٹا

تجھ بن عجب معاش ہے سودا کا ان دنوں
تو جی تک اس کو جا کے ستمگار دیکھنا

نے حرف نے حکایت نے شور و نے سخن
نے سیر باغ و نے گل و گلزار دیکھنا

خاموش اپنے کلبۂ احزاں میں روز و شب
تنہا پڑے ہوئے در و دیوار دیکھنا

یا جا کے اس جگہ کو جہاں تھا ترا گزار
لے صبح تا یہ شام کئی بار دیکھنا

کس کے ہیں زیر زمیں، دیدۂ نمناک ہنوز
جا بجا موت ہے پائی کہ تہ خاک ہنوز

عاشق کی بھی کٹتی ہے کیا خوب طرح راتیں
دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتیں

اتنا ستم نہ کیجے، مری جان، جان جاں
یکساں نہیں رہے گا ترا مان، مان مان

گزرا ہے تو چمن سے کہ جلئے ترا نہ آج
کھنچے ہے آہ مرغ گلستان، تمان تمان

دشنام دے کے جائے، وہ جھڑکا کھینچا
چبھتی ہے میرے دل میں وہی آن آن آن

پوچھا کسی نے مارا تو سودا کو کس لیے
بولا مجھے وہ گھورے تھا ہر آن آن آن

صدقے ترے یوں ہوے، مری خاک زمیں پر
جس طرح کلالوں کی پھرے چاک زمیں پر

غیر کے پاس یہ اپنا ہے گماں ہے کہ نہیں
جلوہ گر یار مرا اور نہ کہاں ہے کہ نہیں

دل کے ٹکڑوں کو بغل بیچ لیے پھرتا ہوں
کچھ علاج اس کا بھی اے شیشہ گراں ہے کہ نہیں

اس درد دل سے موت ہو، یا دل کو تاب ہو
قسمت کا جو لکھا ہوا الٰہی شتاب ہو

اس کشمکش کے دام سے کیا کام تھا ہمیں
اے الفت چمن ترا خانہ خراب ہو

روا ہے کہ تو بھلا اے سپہر ناانصاف
ریائے زہد چھپے، راز عشق رسوا ہو

اس چمن کے سیر میں، آ یار پی لیں مل کے مل
کیا بنایا صانع قدرت نے رنگیں گل کے گل

حل مشکل کس سے ہو سودا کی تجھ بن یا علی
کھول دے عقدے مرے مشکل کشا مشکل کے کل

الٰہی ہے سکت نعم البدل کے بھی کو دینے کی ——— مجھے اس کا عوض تو کچھ دے بس پیرے دل کو

گوہر کو جوہری اور صراف زر کو پرکھے ——— ایسا کوئی نہ دیکھا وہ جو بشر کو پرکھے

وہ شخص بار خاطر ہرگز نہ ہو کسی کا ——— جس کا ندیم ہووے اس کی نظر کو پرکھے

نہیں معلوم اس سینے میں کیا جوں شمع جلتا ہے ——— دھواں نوک زباں سے بات کرنے میں نکلتا ہے

مت ہنس مرے رونے پر، آماں میں کہتا ہوں ——— ٹپکے ہے ابھی کوئی قطرہ اشر آلودہ

سودا جہاں میں آکے کوئی کچھ نہ لے گیا ——— جاتا ہوں ایک میں، دل پر آرزو لیے

کہتا ہے بتا گوش تیری زلف کے آگے ——— اب صبح قیامت میں مری شام یہی ہے

زاہد چلا ہے کعبہ کو اور برہمن کنشت ——— بندے ہیں اس کے ہم جو کسی دل میں گھر کرے

جگ میں شراب خوار کی تشہیر کے لیے ——— سودا جو محتسب ہو تو زاہد خبر کرے

یوسف تجھے کہ بیٹھے زلیخا تو کہوں کیا ——— عاشق ہوئی وہ واں کہ جہاں جائے ادب ہے

سراج (ص ۶۲)

رفوگر کو کہاں طاقت کہ زخم عشق کو ٹانکے ——— اگر دیکھے مرا سینہ رفو چکر میں آجاوے

پتہ بھی نہیں ہے شرر شوق سے خالی ——— بیتابی نبض رگ خارا کی خبر لو

مجھے مصری سی بیزاریاں ہیں ——— وہ شیریں لب کی باتیں پیاریاں ہیں

نہ پوچھو آسماں پر ہم ستارے ——— ہماری آہ کی چنگاریاں ہیں

غزل خوانی چمن میں بلبلوں کی ——— ہماری تعزیت کی زاریاں ہیں

آہ سوزاں سے مری دامن صحرا میں سراج ——— قبر مجنوں کا چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

خواب میں بھی دیکھنا اس کا مجھے مشکل ہوا ——— بسکہ رہتا ہوں خیال یار میں بیدار نت

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا ——— کہاں سراج، کہاں آفتاب عالمتاب

شکر للہ، ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا۔ شیوۂ جور و جفا فی الجملہ کم ہونے لگا

سلام (ص - ۶۳)

بیتابیو، قسم ہے تمھیں میرے صبر کی ——— مسلخ میں بعد ذبح تحمل نہ کیجیو

سوز (ص - ۶۳)

تو نہ جا، یار و رنہ آوے گا ——— گریہ بے اختیار آنکھوں میں

سجاد (س ۶۶)

یار کا جامہ ہمیں ہیگا عزیز ـــــ یوسف اپنا پیرہن ہتہ کر رکھے

کافر بتوں سے داد نہ چاہوں کہ یاں کوئی ـــــ مرجا ستم سے ان کے تو کہتے ہیں حق ہوا

ساقی بغیر جام کا جی کا بچاؤ نہیں ـــــ جیوں فیل مست آوے ہے ابر سیہ پلا

جو دل ہے گلوں سے اٹکتا ہوا ـــــ وہ کانٹا ہے جی میں کھٹکتا ہوا

بتاں تو چاہتے سجاد تجھ کو ـــــ کریں پر کیا خدا نے جو نچایا

اب جلا لے ٹک آن کر ساقی ـــــ عمر کا بھر چکا ہے پیمانہ

سجاد کوئی دیکھے بیتابیاں تو دل کی ـــــ ہے زندگی ہماری یہ موت کا نمونہ

لاہے ہو میرے آگے کیا دوا ـــــ خون دل اپنا پیوں میں یا دوا

دل میں تو خطرہ نہ لا ہرگز طبیب ـــــ دیکھ کر میرے مرض کو لا دوا

میں نے جانا تھا قلم بند کرے گا دو حرف ـــــ شوق کے لکھنے کا سجاد نے دفتر کھولا

تیری شمشیر سے جدا ہو کر ـــــ سر مرا مجھ کو تن نہیں دیتا

قاتل کی تیغ آگے جانے ہیں ہم نہ دھڑکے ـــــ ہرگز ہمارے دل میں سر کا نہیں ہے دھڑکا

شتابی پلا لے کہ جاتا ہے ابر ـــــ جو کچھ باقی ساقی رہی ہو شراب

چین دے ہے نہ چین لے ہے آپ ـــــ دل ہمارا ہوا ہے جی کو پاپ

بند میں مت رہ دوانے عقل کے ـــــ کر گریباں چاک چھاتی کھول کر

جن نے چمن کے بیچ بٹھائے ہیں نونہال ـــــ تعظیم تیری کرتے ہیں سب اٹھ کے سرو قد

کیا جانتا تھا مجھ کو رسوا کریں گے سب میں ـــــ یہ طفل اشک میرے آنکھوں کے بیچ پل کے

تجھ ساتھ رات بسکہ کوئی نہیں رہا شگفتہ ـــــ ہر صبح دم پیالے کہتے ہیں یار کل کے

اس فصل گل میں جوش جنوں کا ہوا ہے قہر ـــــ جنگل میں جا بھرا ہے نکل کر تمام شہر

لخت جگر ہمارا باتوں کے ساتھ کھا کر ـــــ کرتے ہو ہم سے باتیں اب تم چبا چبا کر

جس خوبرو کے دل میں نہ عاشق سے ہو نفاق ـــــ کہتے ہیں سارے اس کے تئیں حسن اتفاق

ایک دل رکھتا ہوں جو چاہے سو لے جاوے اسے ـــــ خواہ زلفیں خواہ ابرو خواہ مژگاں خواہ چشم

اب تو ہم نے کیا گریباں چاک ـــــ تیرے دامن کو کس طرح چھوڑیں
برابر اپنے سمن بندگی کے کاموں میں ـــــ نہیں میں دیکھتا صاحب کوئی غلام تمیں
کس طرح کوہکن پہ گزریں گی ـــــ ہجر کی یہ پہاڑ سی راتیں
ہیں شیشیاں شراب کی پیالے بھری ہوئی ـــــ آنکھیں نشہ کے بیچ تمہاری گلابیاں
جب کہ سے ہے ترے دہن کا بیاں ـــــ منہ سے غنچے کے پھول جھڑتے ہیں
صیت شراب مرا ہوا ہے بلند ـــــ شاعروں کو کہو کہ مسکر کریں
اے صنم زنار پہنی بہ وفا کے واسطے ـــــ ورنہ کوئی کافر نہیں ہوتا خدا کے واسطے
عاشقوں کا سمن لہو پی پی ـــــ دمبدم تیری تیغ اگلے ہے

سعادت (ص ۶۹)

واللہ جو سر لوح ترا نام نہ ہوتا ـــــ ہرگز کسی آغاز کا انجام نہ ہوتا
یار سے جو رقیب لڑتے ہیں ـــــ یہ ہمارے نصیب لڑتے ہیں
اہل زر کے سیم تن ہوتے ہیں رام ـــــ صید ہوں میں جس جگہ دیکھے ہیں دام
پپیہے کی طرح داروکی شیشی ـــــ زبان حال سے کہتی ہے پی پی

سید (ص ۷۰)

خدا کے واسطے صیاد نہ کر اب تو دام اپنا ـــــ کہ گلشن سے لیا ہے، تو نے خاطر خواہ کام اپنا
سوز شب باقی ہے دل میں تس پہ آتی ہے بہار ـــــ دیکھیے کیا کیا شگوفے اب کے لاتی ہے بہار

سلیم (ص ۷۱)

پڑھائے عشق نے جب ہم کو نکتے علم مستی کے ـــــ پریشاں ہو گئے اوراق سب دیوان ہستی کے
سلیم اس بے کس سے بائے زیر خاک جاتا ہوں ـــــ کہ رو دینگے لگا منکر نکیر، آغوش میں مجھ کو

سوزاں (ص ۷۱)

زبسکہ ذکر ترا گرم، سب بیاں میں رہا ـــــ طپش جگر میں رہی اضطراب جاں میں رہا
اگرچہ کعبہ نہ پہنچے تو کیا ہوا اے شیخ ـــــ بتاں تو دل میں رہے اور دل بتاں میں رہا
مت دل لگا بتوں سے کہنے پہ جا کسی کے ـــــ ہرگز ہوئے نہ ہونگے یہ آشنا کسی کے

خوبی ہے کیا ستم گر اس ہفتہ دو تی میں
اپنا کسی کو کیجے، ہو بیے یا کسی کے

شوق (ص ۷۲)

دکھا دیدار اے پیارے، کہ میں فرقت سے مر گزرا
مری فردائے محشر آج ہے، میں کل سے در گزرا

ماتم میں میرے کوئی نہ رویا تو غم نہیں
تربت پہ میری شمع کا ہنسنا بھی کم نہیں

کیا کیا ستم نہیں جو کیے چشم یار نے
جو سختیاں تھیں مجھ کو زمانہ دکھا چکا

مدت سے یہ بحث درمیاں ہے
پر علم نہیں کمر کہاں ہے

آج ہی ملے تو بہتر وعدہ غلط ہے کل کا
جیوں مفلس اشک میں تو مہماں ہوں کوئی پل کا

شاعر (ص ۷۳)

خبر یارب ہمیں اصلاً نہیں ہے
کہ پیدائش میں دل ہے یا نہیں ہے

گریباں پھاڑ کر کیدھر نکل جاویں ہم اے وحشت
ہوئی ہے زندگی ناحق گلے کا ہار، کیا کیجے

شاداں (ص ۷۳)

دیکھ اس کے مزہ پر لف سیہ فام کے تئیں
کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں

بس ہو چکی شفا ترے بیمار کے تئیں
اے کاش موت ہو ترے بیمار کے تئیں

شرف (ص ۷۴)

صاف دل کا مرتبہ ہے عرش و کرسی سے بلند
جلوہ گر ہے آسماں زیر زمیں آئینہ

ضعت (ص ۷۶)

غمزے سے مارتا ہے جلاتا ہے ناز سے
کیا ملک حسن کا صنما، تو خدا ہوا

سینے میں آہ، دل میں تپش، اشک چشم میں
شہرہ یہ عاشق کا مری جا بجا ہوا

ضیا (ص ۷۹)

باد ہی کھائی نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا
آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلتے ہی کملانے لگا

قیس دیوانہ ہوا اور کوہکن جس سے ہوا
عشق ہم کو بھی وہی اب کام فرمانے لگا

کل کی رسوائی تھے، کیا کم نہ تھی اے ننگ خلق
اس کے کوچے میں ضیا پھر آج تو جانے لگا

دیکھیو اے دوستاں، چپکا ضیا کیوں ہو گیا
مر گیا بیتاب ہو یار روتے روتے سو گیا

برس اے ابر جتنا چاہیے اب تیری باری ہے ——— کبھی دل تھا تو میں بھی رو رواک دریا بہاتا تھا

جان کر زلف، دل نہ دھس آس میں ——— دام ہے دیکھ تو نہ پھنس اس میں

ہے قلمرو میں حسن کے سب کچھ ——— اک نہیں ہے تو داد رس اس میں

ہوں تپ بے صبر، رونے دو مجھ کو ——— کچھ کہو مت اے ناصحو مجھ کو

تربت ضیا کی دیکھی کل رات دور سے میں ——— آنے نظر مجھے واں شمع و چراغ کتنے

جا کر جو آج دن کو، دیکھا میں کر تفحص ——— اک دل جلے ہے اس میں حسرت کے داغ کتنے

سب امید اپنی، کر حصول گئے ——— اک ترے در سے ہم ملول گئے

بھول کر بھی لکھو نہ یاد کیا ——— ہم ترے جی سے ایسے بھول گئے

نہ کہ محروم بوسہ سے ہمیں، قاتل کہ مرتے ہیں ——— جو مانگے ہے اسے دیتے ہیں، جس کو قتل کرتے ہیں

پلا دے آب خنجر، ہم کو، قاتل تشنہ جاتے ہیں ——— جو کوئی مرتا ہے اس کے حلق میں پانی چلاتے ہیں

یہ ماتم کس دوانے کا ہے یارب آج صحرا میں ——— کہ سیلیں روتی پھرتی ہیں بگولے خاک اڑاتے ہیں

کل جو، تو گلشن میں آکر، پھر چمن سے مر گیا ——— چپکی لگ گئی بلبلوں کو رنگ گل کا اڑ گیا

کیا جور کیا توری، جو کچھ کرو بجا ہے ——— بدلا ہے دل دیئے کا اس کی یہی سزا ہے

برعکس حال اپنا میں کیا کہوں عزیزاں ——— جیوں جیوں ادھر وفا ہے تیوں تیوں ادھر جفا ہے

یہ آرزو ضیا کے، دل کی، بتاں خدا دے ——— تم اس کو گالیاں دو اور وہ تمھیں دعا دے

کونسا زخم کا کھلا ٹانکا ——— آج پھر دل میں درد ہوتا ہے

تم تو ہمارے پاس سے جاؤ گے کل یہ ہائے ——— اپنی نظر میں آج جہاں سب اداس ہے

نہ ہم ثمر نہ ہم نہال ہوئے ——— اگتے ہی ہم تو پائمال ہوئے

ضاحک (ص ۷۹)

درپیش اگر روز اجل آہ نہ ہوتا ——— قصہ تھا محبت کا کوتاہ نہ ہوتا

کیا دیجیے اصلاح خدائی کو تو لیکن ——— کافی تھا ترا حسن اگر ماہ نہ ہوتا

ظاہر (ص ۸۶)

پھر نہ لیخا نہ نیند بھر سوئی ——— جب سے یوسف کو خواب میں دیکھا

تانے تک اٹھا نقاب کے تئیں ——— دور پردے سے کر حجاب کے تئیں
اے آہ، اس قدر، گر تو بے اثر نہ ہوتی ——— ممکن نہ تھا کہ اس کو، دل کی خبر نہ ہوتی

عارف (ص ۸۶)

ہزاراں معنی باریک آویں دل میں اے عارف ——— اگر زلف سیہ کا پیچ، ان کے منہ پہ کھل جائے

عشق (ص ۸۷)

آہ جاں سوز کو سر دفتر دیوان کیا ——— عشق نے، دیکھتے ہو، پہلے ہی طوفان کیا
کہنے کو ادھر ادھر گئے ہم ——— تھے تیری طرف جدھر گئے ہم
تا جان نہ ہو عدو دل حکمی ——— تو نے کہا مر، تو مر گئے ہم
خانماں کر چکا ہوں میں برباد ——— تس پہ وہ گھر مرے نہیں آتا
نہ دو دل ہے باقی نہ آہ نہ فغاں ہے ——— اے سوز عشق سچ کہ تو ان دنوں کہاں ہے
دل سا جگر جو رکھے سو اس کے دو بدو ہو ——— منہ دیکھو آئینہ کا گر اس کے روبرو ہو
کیا کیا جفائیں ظالم ہم نے تری سہی ہیں ——— تس پر شکایتوں سے لب آشنا نہیں ہیں
کہ بعد قتل مجھ کو، کس طرح چین آوے ——— جو حسرتیں تھیں دل میں سو جیوں کی تو نہیں ہیں
کعبہ میں بہت خاک اڑائی ہم نے ——— بتخانہ میں صورت بھی نپائی ہم نے
آخر میں کیا عشق نے ہم سے کچھ اور ——— دیکھا تو یونہی عمر گنوائی ہم نے

عاشق (ص ۸۷)

روز و شب تجھ سے، گو ملا کیجے ——— چین اس پر نہ ہو تو کیا کیجے
شمع کی طرح کون رو جانے ——— جس کے دل کو لگے ہے سو جانے

عمدہ (ص ۸۸)

نہ اپنے مبتلاؤں پر غضب اے نوجواں کیجے ——— انھوں کی دلبری کیجے انھوں پر مہرباں کیجے
مدام کیوں کہ رہے میرا جی نہ صہبا میں ——— کوئی شراب سی شے دوسری ہے دنیا میں
یہ ٹوٹے ہے، سخن سخت سے، وہ پتر سے ——— مرے سے دل کی کہاں نازکی ہے مینا میں
چمن میں اس کے آنے نے منغض کر دیا مجھ کو ——— خلل صیاد نے ڈالا مری دھومیں مچانے میں

مرے تابوت پر حاجت نہیں پھولوں کی چادر کی ——— کہ میری نعش پر وہ سرو گل رخسار پہنچے گا

تو نے ہمارے دل کو ستایا تمام عمر ——— کرتا ہے کوئی کسو سیتی اتنی برائیاں

نہ کیجو خاکساری ہیچ گاہ اے عمدہ تو ہرگز ——— ملا کر آپ کو مٹی میں ویرانے کیا پایا

کسو کے سینے میں ہرگز، مرا سا داغ نہ تھا ——— مرے چراغ سا روشن کوئی چراغ نہ تھا

دل ہمارا دشت داموں کا ہے دیوانہ ہنوز ——— مر چکے ہیں تس پہ خوش آتا ہے ویرانہ ہنوز

حکم کیا ہے اسے راتوں کو ترے کوچے میں ——— دل مرا نالہ و فریاد کرے یا کہ نہیں

عمدہ اب ہم تو بہت یاد اسے کرتے ہیں ——— یاد ہم کو وہ پری زاد کرے یا کہ نہیں

عزلت (ص ۸۹)

تحمل امید بے وفا یوں ہے ——— دل سلامت پھرے، تو پھل پایا

تجھ قبا پر گلاب کا بوٹا ——— دل بلبل کو یا ابھی لوٹا

ہوش و دل لے کر ہمارا، آپ تھے لیتے سلام ——— دے جواب اے بے مروت ہم نے تیرا کیا کیا

عاجز (ص ۹۰)

اے زرد پوش تم ہوئے گر شاخ زعفراں ——— عاجز بھی باغ عشق کا رنگیں ملنگ ہے

مجھ سے بیدل کی اگر تصویر کھینچا چاہیے ——— اے مصور صورت دل گیر کھینچا چاہیے

عزیز (ص ۹۰)

ملیں کیوں کر بھلا، اس شوخ طفل لاابالی سے ——— کہ سوتے سوتے جو چوکے ہے تصویر نہالی سے

دل بے معرفت سے تار، پہلو، ہیچ بہتر تھا ——— بغل میں کاش ہوتا سنگ اس مینائے خالی سے

دن کو تو گزرے ہے اشکباری کرتے
اور رات تمام آہ و زاری کرتے
گر روز فراق ہم کو ہوتا معلوم ——— واللہ کہ ہم نہ تم سے یاری کرتے

کرے نہ یار اگر دل کو صاف کینے سے ——— عزیز، موت بھلی، پھر تو ایسے جینے سے

فغاں (ص ۹۷)

تو تو فغاں ہے پر دیر پاتے میں تجھ سے لطف سیر ——— کون جیے گا تجھ بغیر تو نہ مرے خدا کرے

نہ آنسو مری چشم میں کم رہے ہیں
خدا جانے کس واسطے تھم رہے ہیں

جنھوں سے کہتے تھے احوال دل کا
نہ وے یار غم خوار ہمدم رہے ہیں

سفر کر گئے اہل دل اس جہاں کے
فغاں کن دلوں کے لیے ہم رہے ہیں

کئی داغ سینے میں رہ جائیں گے
یہ آنسو نہیں ہیں کہ بہ جائیں گے

کہتے ہیں فصل گل تو چمن سے گزر گئی
اے عندلیب تو نہ قفس ہی میں مر گئی

تنہا اگر میں یار کو پاؤں تو یوں کہوں
انصاف کو نہ چھوڑ محبت اگر گئی

آخر فغاں وہی ہے اسے کیوں بھلا دیا
وہ کیا ہوئے تپاک وہ الفت کدھر گئی

مجھ سے جو پوچھتے ہو تو ہر حال شکر ہے
یوں ہی گزر گئی، مری یوں ہی گزر گئی

قاتل کے دم تیغ سے یہ بوالعجبی ہے
بسمل کی زباں پر طپش تشنہ لبی ہے

نہ حیا چشم میں، نہ دل میں وفا رکھتا ہے
آپ سے تو نہیں رکھتا ہے خدا رکھتا ہے

رسوائے خاص و عام ہے جاؤں جہاں لیے
اس داغ دار دل کو، پھروں میں کہاں لیے

دل تھا مری بساط میں سو دے چکا فغاں
اب بھاگنا پڑا مجھے اپنی ہی جاں لیے

ایک دن تو آ، مرے خورشید، اپنے نام پر
دیکھتا کب تک رہوں، صورت در و دیوار کی

کیوں کر ہو زندگی مرے غمخوار مر گئے
جو باعث حیات تھے وہ یار مر گئے

میرے بغل میں یار مرا صبح و شام ہو
وہ دن خدا کرے، کہیں یہ شب تمام ہو

جاری ہیں اشک صبح سے لے شام تک فغاں
اس قافلے کا دیکھیے کس جا مقام ہو

تقویت ہے داغ سے میرے دل بیمار کو
اے فلاطوں کیا مرض کہتے ہیں اس آزار کو

اے ہمسفراں منزل ہستی سے عدم تک
خاموش چلے جائیو، یاں راہ نہ پوچھو

ہستی کی خرابی جو نظر آتی عدم میں
ہرگز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا

لاکھوں اذیتوں کے سزاوار ہو چکے
عاشق کہاں ہوئے کہ گنہگار ہو چکے

فردوی (ص ۹۹)

دل ہے اپنا نہ جسم و جاں ہے اپنا
اپنا کسے سمجھیے کہاں ہے اپنا

اپنی تو نظر میں فردوی، اللہ سوا
یاں ہے اپنا نہ کوئی واں ہے اپنا

فدوی لاہوری (ص ۱۰۵)

ہاں میاں سچ ہے تم نے فدوی سے ۔۔۔ ناروائی ہزار آنکھوں میں (؟)

مثنوی:

یارو خدا ایک ہے دوسرا برحق نہیں ۔۔۔ صورت لوح و قلم جس کے لیے خلق کی

راست کہنا لوگو بولیو، انکی ہی سوگند ہے ۔۔۔ آج زباں ہے کھلی کل کے تئیں بند ہے

سننے سمجھنے کو بات، حق نے دیا ہوش گوش ۔۔۔ حق بہ طرف جس کے ہو آیا نہ رہے ہوش میں

مرد کو سچ بولنا، جزو ہے ایمان کا ۔۔۔ جھوٹ کرے منعدم دین مسلمان کا

وارد احمد نگر ایک ہے مرد عزیز ۔۔۔ فہم میں سرتا قدم اور سراپا تمیز

شعر یہ ہر لیک کے کرتے ہیں وہ اعتراض ۔۔۔ جامی کے دیواں سے خوب جانے ہے اپنی بیاض

حضرت سودا تلک جو مرے استاد ہیں ۔۔۔ شعر یہ ان کے بھی اب ان کے یہ ایراد ہیں

شعر وہ ان کا سنا جاکے انھوں نے کہیں ۔۔۔ شیخ و برہمن کو ہے جس میں کہ نسبت بدیں

اپنی سخن فہمی پر کہتے تھے یہ ہو کے گرم ۔۔۔ دین تو ہے شیخ کو اور برہمن کو دھرم

ان کا سخن پوچ ہے، آپ ہے وہ پوچ تر ۔۔۔ شاعری و شعر سے کچھ نہیں رکھتا خبر

سن کے غرض میں یہ بات بولوں ہوں جل بھن کے اب ۔۔۔ کھول کے تک گوش فہم، سن لیں یہ احباب سب

میری زبانی انھیں، یہ کہیں قرآن خواں ۔۔۔ پوچھے تو اتنا کوئی تم میں سے اے مہرباں

آیت قرآن کی کیوں والو ہوم (دکنا) ۔۔۔ کافروں کو ہے خطاب جس میں لکم دینکم

دونوں پر اطلاق دیں از روے قرآن ہے ۔۔۔ خواہ برہمن کو ہے خواہ مسلمان ہے

دین اگر ہووے ایک جمع نہ ادیان ہو ۔۔۔ وہی نہ سمجھے اسے انسان جو انسان ہو

ان کا اگر اعتراض دیکھو تو معقول ہے ۔۔۔ بات جو معروف ہے، ان پہ وہ مجہول ہے

شعر کی ان کے سند دیکھ لو حق کا کلام ۔۔۔ اپنی غلط فہمی پر لعن کرے ہے مدام

سن چکے اے منصفو یہ تو سوال و جواب ۔۔۔ آگے انھیں دیکھیو ہوتے ہیں کیا کیا خراب

ایک یقین جانیو، حق ہی ہے اس کا گواہ ۔۔۔ ہو اگر اس امر میں ذرہ بھر اپنا گناہ

ان کو یہ لازم نہ تھا آن کر اس شہر میں ۔۔۔ آنکیں یہ اس شخص سے، طاق ہے جو دہر میں

پھرتے کیے ساتھ یا اپنے ہی یاروں کے بیچ ۔۔۔ ان کو بھی گنتا کوئی پانچ سواروں کے بیچ

اتنے لیے صاحبو آگے یہ اس سے اڑے
تا مجھے جانے کوئی یہ بھی ہیں شاعر بڑے

ہوتے ہیں وہی بڑے جن کو بڑا حق کرے
اپنے کیے سے بڑا آپ کو احمق کرے

اپنی زلیخا اگر اس لیے لائے یہاں
شاعروں کے زور کو اس پہ کریں امتحاں

اور زلیخا جو وہ خلق میں مشہور ہے
فہم و شعور ان کے سے سو تو بہت دور ہے

ہو جسے تم میں سے مولوی جامی کا درد
پوچھے انھوں سے وہ، زن ہے زلیخا کہ مرد

کہتے ہیں فخریہ میں اپنے یہ ہر ایک سے
مجھ سا زباں داں ہے کون پوچھو ذرا تھک سے

شاعروں میں ہند کے میں گیا ایران ملک
سیکھی زباں ان کی بھی جا کے خراسان ملک

فارسی میں کون یہاں اب میرا ہمچشم ہے
ریختہ کہنا تو کیا آگے مرے پشم ہے

پر جو انھوں کا سخن پہنچے بگوش فہم
خندہ زناں بولے ہے وہ کہ خدا تجھ علیم

ایک خراساں کیا گو کہ یہ ملکے ہو آئیں
جیسے ہی ادھر سے جائیں ویسے بنا ادھر سے آئیں

پوچھا زباں ان کی سے شعر جو سرزد ہوا
کاتب بیچارہ مفت لعن کا مورد ہوا

شعر تو لیے ربط پوچ، کہنے ستی شوق ہے
تس پہ انھیں خلق میں شہرے یہ ذوق ہے

شعر میں شاعر جو ہیں وہ تو تخلص کو لائے
پر یہ تخلص بغیر نام نہ اپنا جتائے

اس پہ مجھے ایک نقل برمحل آئی ہے یاد
جو ہو سخن فہم دے مغز سخن کی وہ داد

بنئے کا دیوان بند ایک قرضدار تھا
اس کے ادا کرنے میں سخت وہ لاچار تھا

پیسے تکے پر کہیں اس کو نہ تھی دست رس
سود میں اور مول میں اس کے ہاتھ وہ پھنس

الو نصیبوں سے ایک ہاتھ کہیں لگ گیا
سوچ کے دل میں کہا بنیے کو دیئے دغا

باندھی لے باریک سر کو بنھائی کلاہ
ہاتھ پہ رکھ کر چلا کہتا ہوا واہ واہ

اور کیا ہاٹ سے بنیے کے عمداً گذار
دیکھ کے الو لیا بنیے نے اس کو پکار

ہنس کے لگا پوچھنے کی ہے جی یہ جانور
پرکھا ہم سے کہو لے چلے اس کو کدھر

خوش ہو تب ان نے کہا سب اسے کہتے ہیں باز
جس پہ کرم ہو لے۔ بخشے اسے بے نیاز

شاہ و امیر و وزیر کھیلے ہیں اس کا شکار
قیمت و قدر اس کی ہے سیکڑوں سے تا ہزار

سن کے کہا بنیے نے، مرکے نہ اپنے سانوں
سانچ کہو پرکھا باج اسی کا ہے نانوں

ان نے کہا ساہ جی، تم سے مجھے جھوٹ بول
فائدہ کیا ہووے گا جھوٹ سے کچھ دو گے تول

پھر وہ لگا پوچھنے، کیوں جی یہ جیوے ہے کیا
ان نے کہا دودھ بھات کچھ اور اس کے سول

بنیے نے اس سے غرض باتیں یہ تحقیق کر
مول لگا پوچھنے، باز کا یوں گھر بگھر

سانچ بتاؤ مجھے باج کا کی بہاؤ ہے
ایک خریدار کو اس کا کتنا چاؤ ہے

مول جو کچھ باز کا ہووے ہے سب نے کہا
بنیے نے دل میں رکھا وہ جو کسی سے سنا

مول سن اس کا غرض سرد کیا یہ بنی (کذا)
باز کے لینے کی بات بنیے کے دل میں ٹھنی

کرنے لگا جو روے رات کو یہ مصلحت
سنتی ہے پربھاوتی اس میں ہے کیا تیری مت

پیسے میرے کرج ہیں ایک سپاہی کے پاس
اس سے نقد ملنے کی مجھ کو نہیں ہے اب آس

باج بڑا ہی سا ایک دیکھا ہے میں اس کنے
اس کو خریدوں ہوں میں کا کو وہ جیون بنے

بولی بنینی یہ سنو، اوت تجھے کی خبر ہے
اس کی رسوئی ہے ماس اس سے ہمیں بیر ہے

سن کے کہا بنیے نے، کی کہی یہ تیں نے بات
ناہیں ری پربھاوتی، رام کیسو دودھ بھات

بولی جو یہ سانچ ہے لاکے اسے تیں ہو یر
تونڑے سے کہنے کو سوچ، جوں یکے سچ کسر

جو رونے جب یہ کہا بنیے نے بھی صبحدم
داب بغل میں بہی کان پہ رکھ کر قلم

آکے سپاہی کے گھر، بولا کہ مرجاجی آؤ
کر کے حساب آج تم لینی کو مری چکاؤ

سن کے سپاہی نے یہ کہنے لگا چل پرے
پیسے کہیں آج یاں، تیرے لیے ہیں دھرے

باز یکے کا تو میں تجھ سے کروں گا حساب
مفلسوں کو مت پکاؤ خیر سیں گھر جا شتاب

بنیے تے سن کر کہا کرج میں کچھ بیر ہے
کھیر جو بتلائیو ہو آج تمھیں کھیر ہے

سیلی ہتی مرجاجی، ہم تم سے کرج لینے میں
تپتی ہوئے جاتے ہو کا ہیکو اب دینے میں

ہے جو چکونا مرا باج کے بکنے اوپر
باج ہی کو دو مجھے، سانچ سا کچھ بھاؤ کر

سن کے سپاہی یہ بات دل میں بہت خوش ہوا
لیک بظاہر یہ حرف تند ہو اس نے کہا

منہ ٹک اپنے کو دیکھ، لیوے گا یہ باز مول
یہ بھی ہوا تیل یوں لے ہے جسے تول تو ل

بول اٹھا بنیا، سن پرکھا کیا کھیر ہے
کرج کسو کا نہ دے کوئی عجب شہر ہے

بنیے کی یہ بات سن بولا سپاہی ہو نرم
قرض جو کچھ ہو ترا کہ جو ترا آوے دھرم

بنیے نے دکھائی تب کھول کر اپنی بہی
دو سو روپیہ اس کے نام لکھے تھے اس میں سہی

مول کیا پانچ سو اس پر ہوئی قیل و قال
چک چکے جب تین سو جھگڑے کا کر انفصال

ابوجوالہ کیا باتوں کی میزاں میں تول
قرض کے دو سو نپے، سو کی جڑی اور دھول

دے کے سپاہی دعا بنیے کو چلتا رہا
بنیے نے لاکر اسے جو رو سے ہنس ہنس کہا

دیکھ تو پربھاوتی، پرمکھا کی باج ہے
رام جی کے بھجل آج ہمیں راج ہے

دیکھ کے ان نے کہا اوت تجھے کی سلوم
یہ تو چنا در ہے وہ ترک (کہیں) جسکو یوم

نام نہیں لیتے ہیں پرتھی میں اس کا سویر
کھو یا کر ج ساتھ ہیں (نکدر و پونکا دبہتر کذا)

اڑ گئے جوں باز یہ سنتے ہی اس کے حواس
چاہا کہ اب پیر دوں جلکے سپاہی کے پاس

سر کو وہ اور تو پٹتا پہنچا جو واں
نام نہ اس کا سنا اور نہ دیکھا نشاں

سر کے اوپر خاک تب گلیوں کی کرتا ہوا
آیا بنیئے کے پاس رو رو کے مرتا ہوا

کہنے لگا کہ ہائے وہ کیا ہی دگا دے گیا
سونکد اور دو کی جنس گھر سے پھت لے گیا

سوچ کے دل میں کیا، بنیے نے یہ بھی خیال
کیوں نہ اسے بیچئے بات کو شہر میں ڈال

پاس میرے ہونے کی بات جو اس کے چلے
اور بھی شاید کوئی مجھ سا ہی احمق ملے

کھونٹی پر انو کو باندھ، بیٹھے تھا دوکان پر
صبح سے لے تا بشام، شام سے لے تا سحر

پوچھے تھا جس سودے کو جو کوئی ہے تیرے یہاں
لاوے تھا بنیاں وہیں، تب یہ سخن بر زباں

سانچ بتا میرے باپ، لینے پر کچھ تو بھی ہے
سب ہے دیار رام کا، یہ بھی ہے الو بھی ہے

یاں غرض اس نقل سے ہے یہی اپنا مآل
ہو جب ایسی نقل کا سن لو، انھوں کا ہی حال

چاہا تھا، اس عقل پر باز معانی کا لیں
ملک بہ ملک آن کر اور اسے شہر دیں

مل گیا ویسا ہی ایک ان کو فروشندہ اور
فہم و فراست کا جب بوجھ لیا، ان کے طور

سوزن کوری سے لے، دیدۂ دل کو سیا
باز معانی بتا، لا انھیں الو دیا

باز کی جا بوم باندھ، چاہتے ہیں شہر پائیں
نام جو پوچھو فقط، تو یہ تخلص بتائیں

باز کا جیوں بنیے کو، الو اسے بتا دیا
حق انھیں حق نے یوں، شاعری کی جا دیا

دل میں اب ان کے یہی فکر ہے لیل و نہار
اس کے تئیں بیچ کر اپنے لیے یوں (لوں) قرار

وارد ایسے شہر میں اپنے ہیں یک مہربان
رکھتے ہیں عطار کی رستے کے اوپر دکاں

بیٹھے یہ رہتے ہیں واں صبح سے لے شام تک
لکھتے ہیں اشعار کی جا، دو پہر روں کو یک کنا

ادویہ میں سے جو کوئی، مالک دوکان سے
پوچھے تو یہ دیں جواب، وہ بھی ہے فدوی بھی ہے

ہو سکے شعر اور شہرہ پہ یہ دل دیا
اپنا تخلص ندان بنیے کا الو کیا

تھی جو بینی میں عقل، اتنی بھی ان میں نہیں
بوم جو ہے اس کو باز سمجھے ہیں یہ تئیں

ایسا ہی اور ایک شعر حضرت استاد کا
جو قلم فہم نے خلق نے دل میں لکھا

سن کے انھوں نے پسند اس کا جو مضموں کیا
میں نے تب اس بحر میں یوں اسے موزوں کیا

تم نے جہاں والیے، بند قبا اپنی جاں
جا کے صبا نے، یہ باغ کھول دے گل کی کان نے

سو یہ میاں فدوی نے، کان کو لے گل کے توڑ
جلدی سے واں گرم گرم، آنکھ دی نرگس کی جوڑ

کہتے ہیں اب ہر طرف، بزم میں منہ پھیر پھیر
شعر وہ تھا پھر پھر، تو میں کیا ڈیڑھ سیر

کھول دیئے نانے سے، تم نے دو چشم اپنی جان
کھول صبا نے دیئے غنچہ نرگس کے کان نے

بات تو یہ ہے وہی، سمجھو تو اے صاحبو
گوش ملک جان کے، تو کہ اب اس وضع ہو

سرقہ سوا اس میں ہے ایک قباحت یہ اور
کون سے معشوق کا زیر فلک ہے یہ طور

باغ میں بیٹھا ہے آنکھ مند سے آٹھ پہر
کھول دے ہنگام ناز کرنے کو نرگس پر قہر

کان سے نسبت صدا گل سے چلی آئی ہے
صورت نرگس مدام آنکھ کی بتلائی ہے

شاعروں کی بات کا دیوے جواب اب وہ خاک
شاعری کی اپنے جوڑ کوں تئے کٹوائے ناک

ناک کا اور کان کا ان سے ہوا توڑ جوڑ
توڑنے میں ناک کے، جان بدن ہوں میں ہوڑ

ناک کوئی فہم کی، اب جو یہ انسان ہو
چاہیے نرگس کی طرح آگے انھیں کان ہو

کاٹیں نہ گل پھول یوں شاعری میں بے سند
شاعروں کے حق کے بیچ پھر نہ کہیں نیک و بد

بس چل اب آگے آنکھ کچھ انھیں شید اخوش
کہتے جی اس سے سخن ہوے جسے ہوش گوش

کرتے پڑ کر منفعل ان کے ہو میرا خیال
سو یہ نہ غلط ہے کہو ان کو نہ ہو انفعال

فرح (ص ۱۱۲)

گو ہو اشیر میں تجھے خسرو کی دولت جاہ و مال
پر کہیں ہوتا ہے پیدا کوہکن سا آشنا

چشم سے نور گیا، تن سے تواں، جی سے صبر — عشق میں تیرا ہوا، مجھ سے جدا کیا کیا کچھ

قائم (ص ۱۱۲)

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا — آہ چپ بھی رہا نہیں جاتا
ہر دم آنے سے میں بھی نادم ہوں — کیا کروں پر رہا نہیں جاتا
یہ کبیو تو قاصد کہے پیغام کسی کا — پر دیکھو لیتا ہو کبھو نام کسی کا
گر ہو ایسے ہی مری شکل سے بیزار بہت — تم سلامت رہو بندے کے خریدار بہت
ہمدگر جب خفگی آئی تو جھگڑا کیا ہے — تم کو خواہندہ بہت ہم کو طرح دار بہت
آوے خزاں چمن کی طرف گر میں رو کروں — غنچہ کرے گلوں کو صبا گر میں بو کروں
دہن کو تیرے پایا بات کہتے — ہماری جز کمر میں کیا سخن ہے
اٹھائے ستم یا جفا کیا کرے — بچارا یہ دل ایک کیا کیا کرے

قدرت (ص ۱۱۳)

کس کی نیرنگی، یہ برق خاطر مایوس ہے — جوش۔ دل سے اٹھا سو جلوۂ طاؤس ہے
حسن کو اپنے ہواداروں سے کاوش ہے مدام — یہ تپش یاں شمع کی، برق دل فانوس ہے
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کر گئے — اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے
اس طرح سے کل ہوس ترغیب دیتی تھی مجھے — کیا ہی ملک روم ہے کیا سرزمین روس ہے
گر میسر ہو تو، کس عشرت سے کیجے زندگی — اس طرف آواز بلبل ادھر صدائے کوس ہے
صبح سے لے شام، چلتا ہو مئے گلگوں کا دور — شب ہوئی تو ماہرویوں سے کنار و بوس ہے
سنتے ہی عبرت یہ بولی، یک تماشا میں تجھے — چل دکھاؤں تو کہ قید آس کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف — جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے
مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے — یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے
پوچھ تو ان سے کہ جاہ و مکنت دنیا سے آج — کچھ بھی ان کے پاس غیر از حسرت و افسوس ہے
کل تو قدرت پائے خم رکھتے تھے تسبیح ریا — آج اہل جام مے یہ خرقہ رسالوس ہے

تیرہ بختوں پر درِ عشرت زبس مسدود تھا
جو چراغ اس بزم میں روشن کیا سو دود تھا

ولولے بیداری کے بعد از درد یہ روشن ہوا
داغ ہی زخمِ جگر پر مرہمِ بہبود تھا

حالِ قدرت پوچھتا ہے کچھ تو ظالم ہم سے پوچھ
اس کی بالیں پر دعا گو آج ہی موجود تھا

آہ جو تھی تہ درد دل سیتی لپٹی ہوئی
اشک جو گرتا تھا سو لختِ جگر آلود تھا

کیا آسرا ہے ہستیٔ نقش بر آب کا
خالی ہے نت ستون سے خیمہ حباب کا

اے عمرِ خضر شاد تو رہ یاں، کہ ہم چلے
بس کر چکے نظارہ جہانِ خراب کا

قدرت وہ تشنہ لب ہوں کہ کھینچوں، اگر کلک
خالی کروں محیط سے کاسہ حباب کا

ترے حضور میں، جب قصدِ عرضِ حال کیا
ہجومِ گریہ نے میری زباں کو لال کیا

ہوا ہے اس کے گلوں میں گرہ دمِ اعجاز
ترے لبوں نے مسیحا سے کیا سوال کیا

نظر اٹھا کے جو تو نے کسی طرف دیکھا
ہر ایک وہم غلط میں نے پائمال کیا

جس جگہ جلوہ ترا مایۂ مدہوشی ہے
یاد میں اپنے اگر ہے تو فراموشی ہے

آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم
نقشِ پا سے مرے سجدے کو ہم آغوشی ہے

رخصتِ آہ نہیں، ہم کو ہمیں میں قدرت
ورنہ صد نالہ بزیرِ لبِ خاموشی ہے

آہ یہ زخمِ جگر پاوے گا کیوں کر التیام
یاں سدا ناخن کو شغلِ کاوشِ انگور ہے

گر نہ ہو تالے کی قدرت خاک سر پر ڈالیے
کیجیے کوچے میں اس کے اپنا جو مقدور ہے

دل گم گشتہ خبر دار، وہاں سینے میں
تیرِ بیداد سدا در پئے جاسوسی ہے

جب گرے تیری نظر سے کوئی ہم جیتے ہیں
کشتۂ تیغِ تغافل، ترے کم جیتے ہیں

قرین (ص ۱۱۳)

ہمارے مرنے کا وہ شوخ غم کرے نہ کرے
پہنچ کے نعش پر آنکھوں کو نم کرے نہ کرے

کہا تو تھا کہ میں آؤں گا تیرے گھر میں قریں
غرورِ مستی سے دیکھیں کرم کرے نہ کرے

قربان (ص ۱۱۴)

کیا کچھ دلِ بلبل پہ کرے دیکھیے عشق
سو چاک دیئے جس نے گریباں میں گل کے

قاسم (ص ۱۱۴)

مجھے اے سرو قد بتخانۂ ناز اگر تجھ سے — بجائے گل ہماری قبر اوپر نارنج بو رکھیو

کلیم (ص ۱۱۶)

آتی ہے دل پہ قلعۂ مینا سے یہ شکست — وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا

قبر میں بھی لیے ہمراہ گیا اپنے کلیم — آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

ناصح یہ تجھ بغیر عبث میرا رنگ تھا — روشن تھی شمع آہ، دل اس پر پتنگ تھا

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے — بیکار باغ ہوں پہ سزاوار باغ ہوں

اس کے ابرو کی اگر تصویر کھینچا چاہیے — اوّل اپنے قتل پہ شمشیر کھینچا چاہیے

اب دم شمردگی سے مجھے کار و بار ہے — ہر دم مرے حساب میں روز شمار ہے

کافر (ص ۱۱۶)

حسرت سے ان بتوں کی، دل پر کدورتیں ہیں — مٹی کی مورتیں ہیں کافر یہ صورتیں ہیں

کس کس طرح بتوں کی صورت نے رنگ پکڑے — کافر ان انکھڑیوں میں دیکھے ہیں کیا جھمکڑے

گریاں (ص ۱۱۷)

ہرگز نہ ملیں کسی سے یاں ہم — گر دل پہ کچھ اختیار ہوئے

گماں (ص ۱۱۸)

قتل کرتے ہیں ہمیں یا رو نے خمدار کج — کاٹ دونا کرتی ہے ہوتی ہے جو تلوار کج

راست کہہ دیکھ نے کیا تجھ کو گماں سے بدگماں — اس سے کیوں کرتا ہے تو ہر وقت اب گفتار کج

گل بھی شبنم سے نہ دیکھے یوں، شجر بھیگے ہوئے — دیدۂ عاشق ہیں خوں میں جس قدر بھیگے ہوئے

واسطے جس کے سبھی مجھ کو برا کہتے ہیں — وہ جو سنتا ہے تو کہتا ہے، بھلا کہتے

ہزار افسوس تو اتنا ہمیں بدخواہ جانے ہے — میں جیسا ہوں ترا بندہ، مرا اللہ جانے ہے۔

گداز (ص ۱۱۹)

سنے قصہ مرا اک دم، جو کوئی درد و محنت کا — نہ لیوے زندگی بھر نام پھر ہرگز محبت کا

مجھے جب دیکھتا تب ہاتھ سے کھڑا چھپا لیتا — نکالا طور اس نے اور ہی صاحب سلامت کا

[سبک روحی] یہ پروانے کے دل میں داغ کرتے ہیں — کہ دوشِ شمع پر رکھتا جنہیں بارِ کفن اپنا

مظہر (ص ۱۱۹)

گئی آخر جلا کر گل کے ہاتھوں آشیاں اپنا — نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور — کیا قیامت ہے کہ موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار
نرگس و گل کے دیکھو کلیاں کھل جاتی ہیں سب — پھیر ان خوابیدہ فتنوں کو جگاتی ہے بہار
شاخِ گل ملتی نہیں پہ بلبلوں کو باغ میں — ہاتھ اپنے کے اشارت سے بلاتی ہے بہار
زخم تری نگہ کا اک پل جیا تو پھر کیا — صیاد کے بغل میں تک دم لیا تو پھر کیا
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو — یہی اک شہر میں قاتل رہا ہے
گر گل کو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں — بولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں
اہلِ درد و غم کی سرزمیں کا حال کیا ہوتا — محبت گر ہماری چشمِ تر سے مینہ نہ برساتی
توفیق دے کہ شور سے اک دم تو چپ رہے — آخر یہ میرا دل ہے الٰہی جرس نہیں
آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سے — مینا لگا ہے جب سے تجھے توڑ کے ہاتھ

مصیب (ص ۱۲۱)

مشکل کہ بیٹھے اس صفِ مژگاں میں دل مصیب — کیوں کر سپاہی بائے فرنگی کی باڑ میں

مضمون (ص ۱۹۷ - ۱۹۹)

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا — صبر ایوب کیا، گریۂ یعقوب کیا
کرے ہے دار ہی، کامل کو سرتاج — ہوا منصور سے نکتہ یہ حل آج

میر (ص ۱۳۰)

جو اس شور سے میر روتا رہے گا — تو ہمسایہ کیوں کر کے سوتا رہے گا
تو یوں گالیاں شوق سے غیر کو دے — ہمیں کچھ کہے گا تو ہوتا رہے گا
عید آئندہ تک رہے گا گلہ — ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
جبکہ تابوت میرا جائے شہادت سے اٹھا — شعلۂ آہ دلِ گرم محبت سے اٹھا

کچھ میں نہیں اس دل کی پریشانی کا باعث ——— برہم ہی مرے ہاتھ لگا تھا یہ رسالہ
مت پوچھ کس طرح سے کٹی رات ہجر کی ——— ہر نالۂ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا
میرے سنگ مزار پر فرہاد ——— رکھ کے تیشہ کہے ہے یا استاد
ہم تو اسیر کنج قفس ہو کے مر چلے ——— اے اشتیاق سیر چمن تیری کیا خبر
مر گیا میں، ملا نہ یار افسوس ——— آہ افسوس صد ہزار افسوس
ملنے لگے ہو دیر دیر دیکھیے کیا ہو کیا نہیں ——— تم تو کرو ہو صاحبی بندہ میں کچھ نہیں نہیں
بیٹھنے دے ہے کون پھر اس کو ——— جو ترے آستاں سے اٹھتا ہے
عشق اے میر، بھاری پتھر ہے ——— کب یہ تجھ ناتواں سے اٹھتا ہے
جب نام ترا لیجے، تب چشم بھر آوے ——— اس زندگی کرنے کو کہاں سے جگر آوے

منت (ص ۱۴۰)

منت اٹھائے کو دل دیا تو نے ——— اے مری جان کیا کیا تو نے

مجذوب (ص ۱۴۱)

خط بھی نکلے ہے اے ماہ دن دو چار میں ——— غیر کی معلوم ہو گی چاہ دن دو چار میں
اب تو مجذوب اس صنم کے قول پہ بھولا ہے تو ——— یاد آوے گا تجھے اللہ دن دو چار میں

عداوت ہے تمہاری کچھ مگر ہووے تو میں جانوں ——— ذرا تم زہر دے دیکھو اثر ہووے تو میں جانوں
مت اندیشہ کر و پیارے کہ شب ہے وصل کی تھوڑی ——— تم اپنی زلف کو کھولو سحر ہووے تو میں جانوں

مستمند (ص ۱۴۵)

نزع تک وصل کی ہے یار امید ——— ہے مثل، ایک دم ہزار امید

مجنوں (ص ۱۴۵)

بولے کہ بے حیا کالی دے بیٹھا مجھ کو جب سے ——— تو اپنے منہ سے آپ بھی بے اعتبار ٹھہرا

منشی (ص ۱۴۶)

سمن تیر نگہ سے کر مرے دل کو نشاں اپنا ——— کہ میں قربان کیا ہے تجھ کماں دار و کماں اپنا

ممتاز (ص ۱۴۶)

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا ——— ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

(عشق کے) غم سے کوئی عیش مقدم نہ سمجھ — یہ عجیب طرح کی شادی ہے اسے غم نہ سمجھ

ڈروں میں بسکہ جو بخشش ہے پیار میں کیا تھا — میں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا

عشق میں عرض تمنا، مانع دیدار ہے — میرا ہی دست دعا منہ پر مرے دیوار ہے

یاد اس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہے — لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے

مت ہنر پر ہو تو نازاں، بد بخت ہے شرط — قابلیت جو ہے، ممتاز، دھری رہتی ہے

بے نیازی عشق کی وہ کچھ تمہارا ناز ہے — اس کا کیا انجام ہوگا جس کا ہے آغاز یہ

ناجی (ص ۱۵۱)

کیا وفا کا وعدہ سرو قد نے — قیامت کا جو دن سنتے ہیں کل ہے

نرگس کے تئیں میں ہرگز لاتا نہ تھا نظر میں — دیکھی ہیں میں نے پیارے (آخر) تمہاری آنکھیں

مجھ کو باتوں میں لگا معلوم نہیں کیا کہ گیا — لے چلا جب جی کے تئیں منہ دیکھتا میں رہ گیا

ڈوب گئے ملک جب کھولی لب دریا یہ زلف — حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہہ کیسا

نزار (ص ۱۵۲)

کیا کیجے عرض جس کا مقدور نہیں ہے — اک زخم نہیں دل پہ کہ ناسور نہیں ہے

ہر طرح کی باتیں ہیں تری بزم میں پر ایک — افسانہ مرے حال کا مذکور نہیں ہے

آتا ہے تو آجا مرے بالیں پہ وگرنہ — کوئی دم کو سنے گا کہ یہ دلخوار نہیں ہے

نعیم ۔ (ص ۱۵۲

کیا فائدہ جو غیر سے وہ ہمکنار ہے — ہم سے تو اب تلک وہی دار و مدار ہے

بن دیکھ، اس کے، جان، نہ دوں گا میں اے اجل — مدت سے مجھ میں اور یہ اس میں قرار ہے

یہ جور اگر اور یہ بیداد رہے گا — تو کاہیکو عالم میں کوئی شاد رہیگا

نثار (ص ۱۵۲)

ہاتھ سے ان جامہ زیبوں کے نکل جاوینگے ہم — یہ گریباں دامن صحرا کو دکھلادیں گے ہم

ہر مژہ صد تیر ترپے ہے، خاک و خوں میں — ہے دشمن خانہ میرا میدان جنگ تجھ بن

ولی (ص ۱۵۴)

چھوڑتی نہیں ہے بسمن سر زلف تری اپنی مرور — بار کہ کمال اس کو پریشانی ہے (کذا)

اے ولی رہنے کو دنیا میں مقام عاشق — کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

نشہ بخش عاشقاں وہ ساقی گلفام ہے — جس کی انکھیوں کا تصور بے خودی کا جام ہے

کھولنا زلفوں کا کچھ درکار نہیں اے خوش نبین — یک نگاہ ناز تیرا، دو جہاں کا دام ہے

ریاض فہم، گلشن طبع، دانا دل، علی فطرت — زباں تیری فصیحی اور سخن تیرا زلالی ہے

نگر میں فیض وقدس، سرشت طالب و شیدا — کمال بدل دل اہل اور انکھیاں ہوہم غزالی ہے

تو ہی ہے خسرو روشن ضمیر و ماہ رو شوکت — ترے ابرو پہ مجھ بیدل کو طغرائی وصالی ہے

ولی بحمد قدوس ابرد کا ہو لے شوقی و مائل — تو ہر یک بیت عالی اور ہر یک مصرع خالی ہے

واقف (ص ۱۵۴)

روز خزاں چمن میں جو دیکھا ہزار کے — یک مشت پر پڑے تھے تلے شاخسار کے

آوارہ ہو کے دل سے شکیب و توان و صبر — یارب کہاں بسیں گے یہ اجڑے دیار کے

آنے سے جو مانع ہوے مجھ کو ترے در سے — رو یا سر بازار میں سر زانو پہ دھر کے

ہدایت (ص ۱۶۰)

قیس دوں مر گیا فرہاد کی وہ شکل ہوئی — آہ اس کوہ بیاباں میں کئی یار تھے ہم

یقین (ص ۱۶۰)

کعبہ میں ہم گئے نہ گیا ان بتاں کا عشق — اس درد کی خدا کے بھی گھر میں دوا نہیں

یکرنگ (ص ۱۶۲)

ترک عاشق نے ننگ و نام کیا — کام اپنا جو تھا تمام کیا

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی ہم بھی تھے تم سے کبھی تو آشنا

اگر آوے مرے گھر میں وہ پیارا کروں اس ماہ کو پتلی کا تارہ

خون دل کا مجھے شراب ہوا جگر سوخت کباب ہوا

نہ کر گوہر سے ہرگز برابر اگر معلوم ہے رتبہ سخن کا

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن کوئی دشمن بھی ہوے اپنی جاں کا

بنا بر مصلحت ہے یہ جو تم سے رہا ہے روٹھ دن دو چار یکرنگ

کیا جائے وصال ترا ہو کسے نصیب ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

یونس (ص ۱۶۳)

صبح جب گلشن سے گر وگیا باغ سے باہر نکل دگل ہ روگیا

تتمہ ۲

تذکرۂ مسرت افزا جو پہلی بار معاصر (پٹنہ) حصہ ۵ میں چھپا اس میں ایک صفحہ کا مقدمہ تھا۔

تذکرۂ مسرت افزا نہایت کمیاب ہے اور جہاں تک میرا علم ہے، اس کا صرف ایک نسخہ اس وقت دنیا میں موجود ہے۔ یہ اکسفرڈ یونیورسٹی کے کتبخانے میں ہے اور اس کا مختصر ذکر اس کتبخانے کے مخطوطات فارسی کی فہرست میں ہے۔ قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مصحفی نے ریاض الفصحا اور محسن نے سراپا سخن میں اس تذکرے سے کسی حد تک استفادہ کیا ہے، گو ان کتابوں میں اس کا نام تک نہیں آیا۔ اشپرنگر اس سے آگاہ نہیں اور دتاسی کو بھی اس کے مطالعے کا موقع نہیں ملا، اس کی تاریخ میں اس کے متعلق جو کچھ مرقوم ہے یا اس کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اس تحریری یادداشت پر مبنی ہے جو اس کے ایک دوست نے اسے بھیجی تھی۔ مصنف کا نام امیر الدین احمد عرف امر اللہ اور کنیت ابوالحسن ہے۔ یہ عہد شاہ عالم کے مشہور مصنف خیر الدین احمد کا چھوٹا بھائی ہے اور مؤخر الذکر کے عبرتنامہ میں کئی جگہ اس کا نام آیا ہے۔ امر اللہ الہ آباد کا رہنے والا تھا۔ باقاعدہ تعلیم (ظاہراً) لکھنؤ میں ختم کر کے ۱۱۹۲ھ میں خیر الدین کی معیت میں عازم کلکتہ ہوا اور راہ میں عظیم آباد و مرشد آباد میں بھی کچھ دن اقامت کی۔ اس کے بعد بنارس اور لکھنؤ وغیرہ گیا اور اسے ان مقامات کے شعرا کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے مواقع ملے۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۹۳ھ میں تذکرہ لکھا، لیکن اس میں ۱۱۹۵ھ تک کے واقعات ملتے ہیں۔ ظاہراً کتاب ۱۱۹۳ھ میں تمام ہو گئی تھی، مگر ۱۱۹۵ھ تک اضافے ہوئے ہیں۔ کتاب کی اہمیت اس کی اشاعت کی مقتضی ہے اور یہ بہ اقساط معاصر میں شائع ہوگی۔ متن نسخۂ اکسفرڈ کے عکس پر مبنی ہے۔

قاضی عبدالودود

●●

ضمیمه-۱

اختلافات نسخ

ص/س

پچاس/ ۸ نسخہ خطی (مخ) کا پہلا ورق نہیں ہے۔ دوسرے ورق سے اس طرح ابتدا ہوتی ہے: "عباد اللہ الہادی"

پچاس/۱۴ مہیا سازم: مخ: مہیا گردانم

پچاس/۴ مرحلہ پیمائے خطوات غربت: مط:... خطوات غریب

پچاس/ ۷ وایں نازنیں بتاں مطالب: مط: ونازنیں بتاں..

اکاون/۱ بودہ زمہ جماد دوم: مخ:... جماد دویم

اکاون/۶ یارب بطفیل سرور دیں: مط:... رہبر دیں

۴/۱ محمد شاہ را: مط: محمد شاہ

۲/۲ یکہزار و یکصد و ہفتاد و سہ: مط: و یکصد ہفتاد و سہ

۲۲/۲ مط: دوسرا مصرع نہیں ہے، مخ: ردیف سے "وہ شوخ ہے"

۲۲/۳ صنم کے ناز میں پاؤں میں کیا ہی خوب توڑے ہیں:
مط:... پاؤں میں... توڑی ہے۔... اپنے یہ قدرت سے جوڑے ہیں: مط:... جوڑی

۲۳/ عمدۃ الملک: مط: عمدۃ الملوک

۱۴/۴ "اوہ لوگو امیر خاں ہوا" کے اعداد ۱۰۲۳ ہوتے ہیں کہ ۱۱۵۹ھ

۱۵/ منظور نواب موصوف [لو دستوب] می کنند: مط: منظور نظر نواب موصوف می کنند

۱۹/۴ دختر رز بزم میں آ، شرم سے پانی ہوئی: مط:... شرم کی پانی ہوئی۔

۲۰/۲ ٹک تو فرصت دے... مخ: ٹک تو دے فرصت...

۱۴/۵ وعدے تھے سب دروغ جو اس لب سے ہم سنے: مخ:... جو اس لب کے ہم سنے۔

۱۵/ مرے شوخ خرابات کی کیفیت نہ پوچھو تم مخ:... نہ پوچھو کچھ

۱۸/ جامع صفات: مط: جامع بصفات

۱۴/۶ مگر کہ ٹوٹ گیا، میرا آبلہ دل کا: مخ:... میرے آبلہ دل کا۔

۵/۷ جو تو یوں نہیں آنکھیں دکھاتا ہے گا: مخ: جو تو یوں نہیں آنکھیں چھپاتا رہے گا۔

۶/۷ مرے دجی کا دشمن قیامت ہے یہ دل: مخ:... قیامت یہ دل ہے۔

۱۶/ پہ ٹک کبھی نہ ذرا، ایک ہم ہوئے محظوظ: مخ: پر ایک ہم نہ کبھی ٹک ذرا ہوئے محظوظ۔

۲۳/ آیا صبح کو نیند سے اٹھ رسما ہوا (یوان آبر دیں آیا ہے صبح)

۱۸/۸ مت ستاے یوں: مخ: مت ستاے توں

۶/۹ جانداد [۵] قزلباش خاں: مخ: مط: جانداد قزلباش خاں۔ ۵ کے اضافہ کے بعد ۱۱۵۹ھ آئیگا

ص/س
۱۹/۱۰ کبھو تو مہرباں ہو ہم پرائے بت: مخ:... ہم سے...
۲۱/۹ آشنا وہ یہ ہوئیگا تیرا: مط:... تیرا
۲/۱۰ شاہ غلام یحییٰ: مخ:... جونپوری
۱۰/ ازیں خبر مطلع شد: مط:... ایں خبر مطلع شد
۱۴/ عشق کے پیشے میں جس نہیں: مخ: عشق کے شیوے میں
۱۷/ ایسا ہی ٹھکانا: مط: ایسی ہی ٹھکانا
۲/۱۱ مولدش سرہند: مط: مولودش سرہند
۵/۲۰ چوں در دولائے اجداد خود: مخ:... چو ...
۱۴/ میاں میں کیا کہوں اب اس سے آگو: مخ:... اس سے آگے
۱۷/ دل سے جو چاہیے سو باندھیے بات: مط: دل سے چاہیے..
۱۷/ میں تو واللہ کچھ کہا ہی نہیں: مخ: کچھ کیا ہی نہیں
۲۱/ اس منہ سے الا کچھ نہ نکلا: مخ:... اللہ کچھ نہ نکلا
۸/۱۳ حال اپنا مجھے جو ہے کہنا: مخ: جو ہے مجھے کہنا
۶/۱۳ نہایت مشتاق، خدایش بیامرزد: مخ: نہایت مشتاق طرز سخن ریختہ و پسند خاطر عشاق و وضع بیاں او سراپا اشتیاق خدایش بیامرزد
۹/ احسن از شاگردان: مخ: میرزا احسن علی احسن تخلص مظہر خوبی سخن و منظر جلوۂ احسن از شاگردان
۱۱/ آدے ہے بوے دل: مخ: آتی ہے۔
۱۵/ اشرف لیکن: مخ: اشرف است لیکن
۱۸/ رونے کا بھی اثر پڑا ہے: مخ: مط: رونے کا اثر بھی پڑا ہے
۲۰/ دیکھ کر [کھنکھارا مجھکو] (کلیات انشاء: مخ: مط: دیکھ کر مجھ کو کھنکھارا۔

۵/ اور دی دشنام بھی: مخ: اور دیے...
۲۱/ کچھ تہی دستی میں تنہا دشمن انشا نہیں: مخ: دشمن انشا کی نہیں
۱۰/۱۲ منگباشی: مخ: قماشی
۱۷/ جلوہ گر کفر کہیں چمکے ہے اسلام کہیں: مط: جگ میں ہے اسلام کہیں
۲۱/ سنتے ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی: مط: سنتی ہی بلبل ایسی ہی تڑپی کہ مر گئی۔
۲۲/ جوں کباب سیخ: مط: جو کباب سیخ
۲۳/ شاگرد و صابر: مط: شاگرد صابر
۱۴/۱۵ ہوائے سخن سرائی در سر دارد: مط: ہوائے سخن در سر دارد
۱۴/ وشق سخن از میرزا فدوی: مط: وشق سخن سرائی
۲۳/ [میخانے میں مطاولت جام کیجئے: مط: میخانے کی جگہ خالی ہے۔
۶/۱۶ لٹکے ہے پڑی شعلے کی شمشیر: مخ: لٹکے ہے تری شعلے کی شمشیر
۱۲/ نہ میرے دل سے بھولے...: مخ: نہ میرے دل سی تو بھولے ہے (کذا)
۶/۱۷ مت پوچھ دل کی باتیں: مط: مت پوچھ دل کی باتیں...
۶/ اس تخم بے نشاں کا حاصل: مط: اس تخم بے نشاں کی حاصل
۱۹/ اب تو فتنہ ہے...: مط: اب فتنہ ہے...
۲۱/ کر ایک نام کی خاطر جگر کھدائی ہے: مط... چھدائی ہے
۱/۱۸ نہ بگولا ہے نہ گرد ہے ویرانے کی: مط: نہ یہ گرد ہے دیوانے کی

۲/۱۸ یک بار آفت آ گئی صبر و قرار پر = مط: ... صبر قرار پر

۶/ آہ لب تک پہنچ نہیں = مخ: ... نہیں پہنچ سکتی

۱۱/۱۹ آج کوئی استادی کے قابل نہیں = مخ: آج استادی کے کوئی

۲۱/۱۹ کید مرے کہاں ہے خوشدلی تو = مط: کید مرے کدھر ہے

۶/۲۰ جس کی بالیں پر تمامی شب کھڑی روتی ہے شمع = مط جس کے بالیں پر تمامی شب پڑی ...

۸/ ایسا ہی برا حال بیاں کا دیکھا = مط: ایسا ہے برا ...

۱۵/ جز صبر کچھ چارہ نہیں بیچارہ ہونا پڑا = مط: جز صبر کچھ چارہ، بیچارہ ہونا پڑا۔

۲۲/ کیا ہی پیا ہے رنگ = مخ: کیسا چلبلے رنگ

۲۳/ یہ نظم ترجیع بند ہے۔ ہر دو شعر کے بعد یہ شب کا مصرع مخطوطہ میں لکھا گیا ہے۔

۱/۲۱ کہتے ہیں لوگ رات کو نکلا ہے آفتاب = مط: کہتے لوگ

۲/ سب عیش ساتھ ساز ہے = مخ: سب عیش ساز ساز ہے

۳/ لڑکوں کا آج چاروں طرف ہی ہجوم ہے = مخ: ... چاروں طرف سے ہجوم ہے۔

۱۰/۲۱ تڑپ کر مر گئی بلبل قفس میں = مخ تڑپ کے ...

۱۳/ سیوک رائے = مط: شیوک رائے

۱۸/ آسماں تک ہے اٹھا شعلہ ... = مط: آسماں تک ہیں اٹھا شعلہ ...

۱۹/ محتاج نہ یہ کلبۂ احزاں چراغ کا = مخ: محتاج نہیں

۲۰/ نہ پوچھ مجھ سے مرے دل پہ کیا عشق کیا لایا = مط ... مرے دل میں

۱/۲۲ اگر تو ہی نہ ہوئے جان مجھ پاس = مط: ... تجھ پاس

۱۲/ شرح آں ناگزیر افتاد = مط: شرع آں ...

۱۳/ شہباز بیگ تورانی بود کابلی نژاد = مط: ... تورانی کابلی نژاد

۲۱/ نہ رسید = مط: رسید

۲۲/ از خوف استخفاف حاکمان = مط: ... استحقاق حاکمان

۳/۲۳ درشت = مط: درست

۱۳/ رسانیدند = مخ: دہانیدند

۱۵/ نیز بعہ = مط: بر بعہ

۲/۲۴ شاہجہان آباد = مخ: خاک شاہجہاں آباد

۴/ کد ہیں = مخ: کبھی

۴/ دعا ہوئی = مط: دعا ہوا

۱۴/ در سایہ محبت = مط: در محبت

۲۲/ بتکدے میں = مخ: میکدے میں

۳/ اس کی = مط: اس کے

۱۷/۲۵ ایجاد نادرہ = مخ: ایجاد تازہ

۱۱/۲۳ ہمت عالی کی = مط: ہمت عالی کا (تعریف)

۳/۲۶ عرصہ دنیا کہ (ہاشمی) = مخ مط: عرصہ دنیا کا

۶/۲۶ ہست کم (ہاشمی): ہست و کم

پوچھیے = مط: پوچھیو

۸/ یقیں ہے حاصل ہندوستاں = مخ: یقیں حاصل ہندوستاں

۱۳/۲۴ نواب دکا ثانی = مخ: کے ثانی، مط: کی ثانی

ص/س

۱۷/۲۶ ہوئے = مخ: ہووے

" ۲۳/ بہت محال = مخ: پٹ محال

۵/۲۷ کائنات کے نسرین = مط: کائنات نسرین

" ۷/ اوپر مطالعہ = محط: اوپر شوق مطالعہ

" ۱۰/ رکتی = مخ: روکتی

" ۱۰/ واسطے شغل = مط: شغل

" ۱۶/ ہاشمی: اردوے معلیٰ کا رکھتا ہو۔ مطالعہ اس گلدستہ بہار میں لے کے ہوش و شعور فحوائے کلام حاصل کرے۔

" ۱۷/ خامۂ عجز نگار = مط: خامۂ عجز زر نگار

" ۲۱/ ارتفاع کی پختہ قوس = مط: ارتفاع قوس

" ۲۳/ دارالامن کے تئیں = مط: دارالامن گیتی

۷/۲۸ جیسے = مخ: جیسے

" ۷/ مسکن و ماوا = مط: مسکن (و) ماوا

" ۱۱/ اس کی کچھ تعریف = مط: اس کی تعریف

" ۱۵/ اس فکر دلخراش = مط: این فکر دلخراش

" ۱۶/ گل عشرت اس کے = مط: گل عشرت اس کی

" ۱۶/ صرصر غم و الم سے = مخ: صرصر اس غم و الم کی سی

" ۱۸/ شب پردہ نشینان = مخ: سب پردہ نشیناں

" ۲۰/ کا اوپر = مط: کے اوپر

" ۲۱/ اوج عفت = مخ: اوج عصمت

۸/۲۹ وقت شب در = مط: وقت در

" ۹/ ماہتاب کے تئیں = مط: ماہتاب کے سیں

" ۱۱/ جلوہ سرلے = [ہاشمی: جلوہ پیرلے]

۱۸/۲۹ مہتاب نہ = مخ: مہتاب نہیں

۱/۳۰ ۱۹/" چاندنی = مخ: چاندسی

۲۰/" پاس نہ = مط: پاس نہیں

" ۲۱/ جنبش دی = مط: جسن دی

" ۲۲/ دہ ماہ = مط: وفا

۱/۳۰ [ہاشمی: نگینہ ہائے الماس] = مخ، مط: آبگینہ ہائے الماس

۱/" سبزۂ زمیں ریاض آئیں = ہاشمی: سبزۂ ریاض خلد آئیں

۴/" ماہ نسترن = مط: ماہ رویان نسترن

۱۰/" کچھ کہنا نہیں = مط: کچھ کہتا نہیں

۱۰/" کہیں = مخ: کبھی

" ۱۴/ جھاڑنے = مط: جھاڑمیں

" ۱۴/ درخت انار = ہاشمی: درخت چنار

" ۱۴/ پھنیے کے گلدستے = مخ: پہنچے

" ۱۶/ پٹا خلعا = مخ: پٹا خے

" ۱۸/ موتی کی سی لڑی = مخ: موتی کی لڑی

۲/۳۱ افتخار یافت = مط: اختیار یافت

" ۲/ بدرس و استخراج مسائل = مط: بدرس استخراج مسائل

" ۵/ وجودت انتقال = مخ: سرعت انتقال

" ۱۶/ ضعف بصر = مخ: ضعف بصارت

۶/۳۲ نہ اپنے = مط: بیاپنے

۱۵/۳۲ اندریں = مخ: کدریں

۴/۳۳ باندھ کے = مخ: باندھ کر

۸-۷/" فیض صحبت = مط: فیض محبت

۱۱/۳۳ کشیدہ درعین = مخ: کشیدہ آخر الامر سر بدیوانگی کشید درعین

"/۱۶ مچائی تھی = مخ: مچاتے تھے

"/۱۷ عشق کی = مخ: عشق میں

"/۱۷ اب دل = مخ: اس دل

۲/۳۴ محتشم = مخ: سید محتشم

"/۶ چھپایا = مخ: جھکایا

"/۹ حسن ابن = مخ: حسن تخلص بن

۱۷/۳۴ شرق = مط: مشرق

"/" جستجو میں پڑے کرتے ہیں بہم = مط: جستجو میں تری نت کرتے ہیں ہم۔

"/۱۹ ہے یہ غم = مخ: ہیں یہ غم

۱۱/۳۵ اسی کے = مخ: اسی کو

۲۲/۳۵ تجھے = مخ: مجھے

۱۵/۳۶ دیکھ کے = مخ: دیکھ کر

۶/۳۷ نتواند = مط: تواند

۱۱/۳۷ کس واسطے = مط: کس راہ سے

۱۲/۳۷ گلے کے ہار = مط: گلے بار

۱۴/۳۷ عیاں = مخ: میاں

۱۸/۳۷ مولائی واستادی = مط: مولائے راستاں

"/۲۱ حیرت افزائش = مخ: حسرت افزائش

"/۲۲ باپر = مخ: ازبہر

"/۳۷ خذف = مط: صدف

۳/۳۸ بہارس پیدا = مط: بہارش پیداست

"/۴ طرز = مخ: شعار

"/۵ طبع عالیش = مط: طرز عالیش

"/۶ کسے می خواند = مط: سے می خواند

"/" می کرد = مخ: می نمود

"/۷-۸ از سنین عمرش چہاردہ گذشتہ = مخ: چہاردہ سال گذشتہ

۸/۳۸ اعلم العلماء = مط: عالم العلما

"/۱۰ سرفراز شدہ = مخ: شرف اندوز شدہ

"/۱۴ تعلیم = مط: بقلم

"/۱۹ ودرخدمت = مط: درخدمت

"/۲۱ کمی گرفت = مط: می گرفت

۳/۳۹ آنجناب = مخ: آنحضرت

۸/۴۰ (پانچویں شعر کے بعد) = مخ: بحق آں علی زین عباد قدوۂ سالکان راہ رشاد

۱۲/۴۰ تواشت = مط: بودہ است

"/۱۷ آنکہ = مط: ایکہ

۱۷/۴۰ کبار = مط: کرام

۱/۴۱ می نماید = مخ: بنماید

۶/۴۱ (گیارہویں شعر کے بعد) مخ: نامۂ رشتی از تشنج عل در پیش نمک زخمہائے سینۂ ایش

۱۰/۴۱ می رسد = مخ: برسد

۲۲/۴۱ برمطیعان ومنکراں = مط: برمطیعان منکران
۲۳/۴۱ مجرمان = مط: محرمان
۱/۴۲ برآں = مخ: برین
" ۵ بوقت محسن = مخ: بوقت مہین
" ۱۷/ بدرد ومحسن = مخ: بدرد ومہین
" ۲۰/ قادر وغفار = مخ: قادر غفار
۵/۴۳ تاابد = مط: اید
" ۱۶/ درالٰہ آباد = مخ: درالٰہ آباد آمدہ
۱۹/۴۳ یہ کافر = مخ: یہی کافر
۲۲/۴۳ بسیار موزوں = مخ: بس موزوں
" ۲۳/ فکر ریختہ وغزل = مخ: فکر غزل وریختہ
۴/۴۴ واللہ نہ ہوگا = مط: واللہ ہوگا
" ۱۷/ گلزار سخنوری = مط: سخنوری
" / " ونشو ونمائش = مط: ونشو نمایش
۱/۴۵ تارہ [نعرہ] ہل من مزید = مط مخ: نارہ ہل من مزید
" ۰/ بگوش می رساند = مخ: بگوش وے می رساند
" ۳/ چوں ایں فقیر = مط: چوں فقیر
" ۱۰/ اسرافراز = مخ: سرافراز
" ۱۰/ اعمال خویش = مخ: اعمال عمال خویش
" ۱۱/ تعویض نمودہ بعنایت = مخ: تعویض فرمودہ وبعنایت
" ۱۲/ اشعار = مخ: اشعار وے
" ۱۹/ ٹانکے بھرتے = مط: ٹاکے بھرتے

۶/۴۶ اک = مخ: یک
" / " اور عرض کی ڈر سے = مخ: اور عرض کی زور سے
" ۱۸/ " راحت مرے = مخ: راحت مجھے
۱۳/۴۶ کس کے تئیں ... = مخ: سب کے تئیں گردوں نے دنیا میں کیا ہے کامیاب
" ۱۵/ راہگذر اوپر = مط: راہگذار وپر
" ۱۶/ جبکہ = مط: جی کہ
" / " ہووے = مخ: ہوگی
" ۱۷/ جاکر = مط: جاکے
" ۱۹/ ودراں = [اعواں] = مخ مط: ودراواں
۴/۴۸ وادن موپر = مط: وامو پر
" ۸/ کنشت ودیر = مط: کنشت دیر
" ۹/ نہ ہونے پائی = مط: ہونے پائی
" ۱۱/ لے درد = مخ: بے درد
" ۱۷/ آنکھوں کی راہ = مط: آہوں کی راہ
۹/۵۰ تعشق داشت = مخ: تعشق دارد
" ۱۲/ جاب آوے = مط: جاب آیا
" ۱۵/ لخت دل سے جب خالی = مخ: جب سے خالی لخت دل سے
۱/۵۱ می پسندید لیکن ایں اثر = مخ: می پسندید ایں اثر
" / " منزل من السمار = مط: منزل من السمار
" ۱۹/ ترکسوران نواب = مخ: ترکسوران سرکار نواب
۶/۵۲ مرے = مخ: ترے
" ۸/ ڈبادیا = مخ: دیا ڈبوا

۱۱/۵۲ شوق ۔ = مط : شعر

" ۱۴/ مط : مصرعۂ ثانی ندارد

" ۱۸ وظریف طبع بود = مط وظریف بود

" ۲۰/ نمود و در آنجا = مط : نمود در آنجا

۸/۵۳ کیونکے = مخ : کیونکہ

" ۱۲/ فریاد کو پہنچو نہیں کوئی = مط : "فریاد کو پہنچو نہیں"

" ۱۳/ غلام علی = مط : غلام علی خاں

" ۱۴/ ہمیشہ = مط : پیوستہ

" ۱۵/ مثل شرسندہ و ؟ = مخ : مثل شرسندہ د ؟

۵۴/۶-۷ آخر کار ترک = مط : آخر ترک

" ۱۹/ می بخشند = مط : می بخشید

" ۲۳/ تو پیرہن = مخ : او پیرہن

" / ہیگا = مط : رہیگا

۱۰/۵۵ کیا کہوں ابلے جواب = مط : کیا کہوں میں اب جواب

" ۱۱/ تم تو دل سے = مط : تم دل سے

" ۱۶ جوانی شاہجہان آباد است لیکن = مط : جوانی لیکن

" / " نشو (و) نمائے = مخ، مط : نشو نمائے

" ۱۶/ آبادی وے = مط : آبادی وی

" / " وے در دار السلطنت = مط : وی دار السلطنت

" ۱۸/ بہ نسبت دیگر بلاد = مخ : بہ نسبت بلاد دیگر

" ۱۹/ برادر = مخ : برادرم

" ۱۹/ دوستی تمام = مخ : دوستی برادرانہ

" ۲۱/ وعزتش = مط : وعزیزش

۲۲/۵۵ انتخاب خوب دارد = مخ : انتخابے خوب خوب دارد

۱۲/۵۶ چھپ جاے = مخ : چھپ جا

" ۱۸/ ہنر بر علی خاں = مط : تدبیر علی خاں مخ : ہذبر.....

" ۲۰/ متوسلانش = مط : متولانش

" ۲۱/ آن مکان = مخ : آن مقام

۴/۵۷ مجھ دکو؟ = مط، مخ : مجھے مجھ

" ۷/ نواب مہربان خان = مخ : مہربان خان

" ۱۲/ وے باوجود ناشناسائی علم از فیض صحبت = مخ : وے از فیض صحبت

" / " می کشود = مخ : می کشاید

" ۸/ می نمود = مخ : می نماید

" ۹/ پر ناخوشی وے یار = مط : پر ناخوشی یار مخ : پر ناز خوی یار

" ۲۰/ در بلدۂ مرشد آباد و عظیم آباد شدہ = مط : در بلدۂ مرشد آباد شدہ

" ۲۰/ در وقت = مخ : وے در وقت

" ۲۱/ دولت مند وی؟ = مخ : دولتمند

۲۲/۵۸ می نمودند = مخ : می کردند

" ۲۲/ تو طن گزیدہ = مط : تو طن برگزیدہ

۱/۵۸ طبع شریف = مخ : فکر رفیع

۱/۵۹ ذہنش بسیار رسا = ذہن بسیار رسا

" / " خاطرش را = مط : خاطر را

" ۹/ پٹاپٹی = مط : چٹاپٹی

۱۰/۶۰ یک بیت دے زبان = مط: یک بیت زبانی
" ۱۳/ سخنوراں رادر = مط: سخنوراں در
" ۱۵/ بردہ کہ کلام = مخ: بردہ کلام
" ۱۹/ از دماغ سخنوراں = مط: از زبان سخنوراں
" ۲۲/ وگفتند = مط: وگفتہ
۲/۶۱ امین خود = مط: بہ آئین خود
" ۱۲/ من بعد ہر چند میرزا = مط: من بعد میرزا ہر چند
۵/۶۲۰ سب کو = مخ: سب پر
" ۸/ ترادل = مخ: تراجی
" ۸/ نہیں ملتا = مط: نہ ملتا
" ۱۶/ پل میں پل کے پل = مط: دم میں پل کے پل
۷/۶۲ عشرت = مط: حسرت
" ۱۰/ نہ پھلوں = مخ: نہ پھلے
" ۱۳/ کب ظلم = مخ: کچھ ظلم
" ۱۸/ دونوں نسخوں میں پایا ہے لکھا ہے "ہے" زائد ہے
" ۲۰/ کس سے = مخ: تجھ سے
" ۲۰/ ٹوٹے جھڑے خزاں = مط: ٹوٹے (جھڑے) خزاں
۲۱/۶۳ اک دھج ہے = مط: یک دھج ہے
۲/۶۴ ... = مط: مصرعہ دوم ندارد
" ۱۲/ منزوی = مط: منزی
" ۱۳/ شرش = مخ: دیوانش
" ۱۵/ کیا کروں بیاں = مخ: کیا بیاں کروں
" ۱۶/ کہ تجھے = مخ: جو تجھے
۱۹/۶۴ دیکھ تمہیں = مخ: دیکھتے ہی
۲/۶۵ پل نہیں رہتا = مط: بل نہیں رہتا
" / " کیا بلا = مخ: کیا بھلا
" ۶/ بن یار = مخ: بے یار
" ۸/ میرے دل میں = مط: میر دل میں
" ۱۰/ عارضی حسن = مط: عارض حسن
" ۱۳/ پھرتے ہیں ذرے (ذرے) مری خاک کے لالے لالے =
مط: ٹھہرتے ہیں نہ مری خاک کے لالے لالے
" ۱۶/ بھلا = مخ: پھلا
۸/۶۶ جتایا = مط: سنایا
" ۱۰/ تجھ سے = مخ: تجھ کو
" ۱۴/ نہ آیا نہ آیا = مط: نہ آیا آیا
" ۱۶/ دونوں نسخوں میں "اعجاز ہوتا ہے"
" ۱۷/ جس سے اس نے = مخ: جن سے اس نے
۲/۶۷ پسح کہ دتو تا قاصد = مخ: ... کہو قاصد مط: کہ قاصد
" ۳/ کل سیر گلشن میں آتا تھا گلرو = مخ: ... جاتا تھا ...
" / " میں نے کہا یوں کہ میں ہوں ہمراہ = مط: کہ میں ہیں
ہوں ... مخ: کہ میں ہی ہوں ہمراہ
" ۴/ وہ یہ = مخ: وہ یوں
" ۷/ لے = مخ: کئے
" حالتِ = مط: حالات
" ۹/ چابک زبانی = مط: جامک زبانی
" ۱۰/ کہنے لگا = مخ: کہنے لاگا

۱۳/۶۷ بعنوان تازہ = مط: بزبان تازہ
" ۱۴/ دل سے = مط: دل ہے
" ۱۶/ کمال نیز عزت واعتبار = مخ: کمال عزت واعتبار
۱/۶۸ کر رکھے = مط: گھر رکھے
" " کہ کر رکھے = مط: کہ کے رکھے
" ۲/ دامن کو پونچھ = مخ: انو پونچھ
" " دوانوں ساتھ = مط: دوانو ساتھ
" ۳/ خوب نہ = مخ: خوب نہیں
" ۱۱/ غنچے کے دکھ بلا = مط: غنچہ کئی دکھلا رہا؟
" ۱۴/ سچ بات ہے کہ = مط: وہ سچ بات ہے کہ
" ۱۵/ ہوگیا پھپھولا = مط: ہوگیا پھپھو
" " نہال سے = مط: نہال کے
" ۱۶/ پانی ہوجاوے موتی = مط: باتیں ہوجاوے موتی
" ۱۸/ سب یہ تجھ کو = مط: یہ سب تجھ کو
" " انداز ہیں اجل کے = مخ: آزار ہیں اجل کے
" ۲۰/ سوز دل کا = مط: شور دل کا
۲-۱/۶۹ دوسرا مصرع نہیں ہے = مط: قوسین کے درمیان
" ۳/ بھی عجب = مط: کی عجب
۱۲/۶۹ ہات = مط: ہاتھ
" ۱۵/ درویش مشرب = مط: رند مشرب
" ۲۲/ تحریر دسطور = مط: تحریر سطور
۱/۷۰ پرجوش = مط: درجوش
۲/۷۰ حال کو مرے = مط: حال کیوں مرے
۵/۷۰ پر کہو کیوں = پر کہوں کیوں
" ۸/ کرے ہے = مط: کرے ہے
" ۱۶/ اتنی نہ تھی = مط: تھی اتنی نہ تھی
" " کہ بارے مرا اسلام لیا = مط: کہ بارے مرا اسلام لیا
" ۱۷/ لالے کے تختے = مط: لالے کے غنچے
" ۲۰/ ہوا سے چوٹا = مط: ہوا سے ٹوٹا
" ۲۲/ بجر کے = مط: ہجر کا
۵/۷۱ میرزا علی خاں شوکت جنگ = مط: میرزا شوکت جنگ
" ۱۱/ سوزش انگیز = مط: شورش انگیز
" ۱۲/ آغازش را بہ انجام = مخ: آغازش بہ انجام
" ۱۸/ دلوں میں اپنے = مط: دلوں اپنے
" ۱۹/ جب سے = مط: جیسے
" ۲۱/ ہے یہ کہ = مط: ہے کہ یہ
۱/۷۲ مرگ ہنستی ہے = مخ: مرگ ہستی ہے
" ۴/ عارف حق کو جو = مط: عارف حق جو
" ۹/ مخ: مصرعہ ثانی ندارد، مط: مصرعہ ثانی قوسین کے درمیان
" ۱۰/ مخ: مصرعہ اول ندارد، مط: مصرعہ اول قوسین کے درمیان
" ۱۶/ نذر = مط: نظر کی
۲۳/۷۲ نک بیان شوق = مخ: یک بیان شوق
۸/۷۳ گلزار معانی را بہ = مط: گلزار معانی بہ
" ۹/ بایں طور = مط: ایں طور فطرت
" ۱۲/ بوے دل ہسوزی دشیدائی = مخ: بوے شوری د شیدائی

۱۴/۷۳ میر قطب الدین علی خاں = مخ: قطب علی خاں

۴/۷۴ پروانوں کی طرح شمع داوپر = مخ: شمع دکے اوپر، مط: شموں کے اوپر

۲/۷۵ تہہ بتہہ مژگاں = مط: بیٹھ بیٹھ مژگاں

" ۷/ کیا معنی گرنہ = مخ: کیا معنی پھر نہ

" ۱۰/ عرش کے سر سے = مط: اشک کے سر سے

" ۱۲/ وقت سے تجھ دین کی تنگی کو سن چمن میں (مخ) = مط: وقت سے کچھ دین کی تنگی سن چمن میں

" " غنچے ہیں خوں اگلتے سر کو جھکا جھکا کر (مخ) = مط: غنچے نے خون اگلے سر کو جھکا جھکا کر

" ۱۳/ تس پر تو = مط: جس پر تو

" ۱۴/ مطیع دیر = مط: مقیم دیر

" ۱۵/ "از شاگردان شیخ احمد وارث" = مخ: ندارد

" ۱۸/ مرے اسباب ر = مخ: ترے اسباب

" ۲۰/ وجودت طبع = مخ: وجودت طبیعت

" ۲۲/ ہما خصائل = مط: ہمہ ہمہ خصائل

" " خصائل پسندیدہ وے = مط: خصائل پسندیدہ در

۱/۷۶ در آوردہ = مخ: آوردہ

۹/۷۶ دو باتیں کریں = مط: دو بات کریں

" " تم سے میاں ہم = مط: تجھ سے میاں ہم

" ۱۰/ بستی میاں = مخ: بشے میاں

" ۱۲/ للہ در من قائل = مط: واللہ در من قائل

" ۱۳/ نامہ عصیاں بر من = مخ: نامہ عصیاں بکسر

۱۵/۷۶ کیا رخصت سگ لیلیٰ کو دے کر = مخ: کیا دے کر سگ لیلیٰ کو رخصت

" ۱۶/ سمن کی = مجموعہ نغز، گلشن بے خار، صنم

" ۸/ جان دول (گلزار ابراہیم = مجموعہ نغز: دین و دل

" ۱۷/ صنعت ہائے عجیب = مط: صنعت عجیب

" ۲۳/ اپنے پاس = مخ: اپنا پاس

۲/۷۷ در نظر آمدہ = مخ: بہ نظر آمدہ

" ۴/ ہوئے گزر = مط: ہوے گزر

" ۸/ فصل کے شور نے = مخ: فصل کے سوز نے

" ۱۰/ مارے کے لکھا = مط: مارے کا لکھا

" " موئے بھی لہر نہ گئی (میر حسن) = مخ، مط: موے بھی نہ گئی.

" ۱۱/ دل ہے یہ یا = مخ: دل ہے یا یہ

" " عاشق بھی = مط: عاشق ہے

" ۱۹/ زمیں میں گڑ گیا = مط: زمیں میں گر گیا.

۲/۷۸ متجلی می ساخت بر = مخ: متجلی می ساخت

" ۳/ جلاوت بخش = مط: حلاوت انگیز

" ۵/ اپنے بالوں کو = مط: اپنے بالو کو

" ۱۶/ صبر و قرار = مط: صبر قرار

۱۹/۷۸ ساتھ دیتا = مط: ساتھ دینا

۱/۷۹ بیقرار = مط: بیقراری

۲/۷۹ اغیار کا = مط: اغیار کے

۸/۷۹ بگولا = مخ: بکھولا

۹/۷۹ تو نے پیدا کیا = مط: تو پیدا

۱۱/۷۹ مجھ کو = مخ: ہم کو

۵/۷۹ چاک تو = مخ: چاک کو

۲۱/۷۹ (زمیں یا فتہ کے بعد اضافہ) مخ: از دست
درپیش اگر روز اجل آہ نہ ہوتا، قصہ تمامیت کا کر
کو تاہ نہ ہوتا۔ کیا دیجیے اصلاح خدائی کو تو لیکن،
کافی تھا ترا من اگر ماہ نہ ہوتا

۱/۸۰ غندالله = مط: عندالله

۲/۸۰ گرم = مخ: کرم

۹/۸۰ دہم عمرے = مط: دہم وے

۹/۸۰ نوکر کنایندہ است = مخ: نوکری داشت

۱۷/۸۰ نیست = مخ: بنود

۱/۸۱ یدسخن = مط: بدسخن

۱۰/۸۱ ہم دل فرخندہ رائے = مخ: یم دل فرخندہ رائے

۷/۸۱ بے ریب وشک = مط: بے ریب شک

۱۴/۸۱ خیر انتاج = مط: خیر انتاج

۱۸/۸۱ مط، مخ: مصرعہ دوم ناقص الاول ہے

۱۹/۸۱ است = مخ: انست

۱۹/۸۱ ایزد وارش = مخ: ابر دوارش

۲۰/۸۱ دولت مند وحشمت = مط: دولت حشمت

۲۰/۸۱ درغم و ہ اندوہ = مخ، مط: درغم اندوہ

۱/۸۲ جس کا = مط: جس کے

۲/۸۲ ٹک = مط: نک

۲/۸۲ ساری رات سوتے گزری = مط: ساری رات روتے گزری

۶/۸۲ تجھ کو (مجھ کو) درد سر ہووے = مط، مخ: (مجھ کو) درد سر ہووے

۷/۸۲ مط، مخ: مصرعہ اول کذا

۸/۸۲ مانگوں = مط، مخ: مانگو

۸/۸۲ ادھر کا کارگر ہووے = مط: ادھر کام کر

۹/۸۲ عشق میں = عشق سے

۳/۸۳ برمنصہ = مط: درمنصہ

۳/۸۳ درمرثیہ خوانی = مخ: درمرثیہ گوئی ومرثیہ خوانی

۱۲/۸۳ نادہائے طبع فطرت = مخ: زادہائے فکرت

۱۸/۸۳ مط، مخ: نذر کرنا (نذر بہ تحریک ذال)

۱/۸۴ سر کو خم کرنا = مخ: قد کو خم کرنا

۱۹/۸۴ دل کو نذر کرتے ہیں = نذر بروزن خبر

۲۰/۸۴ دل کو = مخ: جی کو

۳/۸۵ قاصد اجاتا تو ہے = مط: قاصد اجاتا ہے تو

۸/۸۵ مخطوطہ میں دوسرا مصرعہ: پھر تو ناصح آہ وزاری تھی

۷/۸۵ . . . . : کیا کہوں کیا ہی بے قراری تھی

۱۲/۸۵ تجھ سے کہے = مخ: تجھ کو کہے

۱۴/۸۵ واقعی کب ہو میاں سنگ و گہر دوستی = مخ: واقعی کب ہو
میاں سنگ و گہر کی دوستی

۲۰/۸۵ رخصت عیش و طرب ہے کہ وطن چھوٹے ہے = مط:
... کہ چمن چھوٹے ہے

۴/۸۶ اگر جا کے = مخ: اگر جا کر

۵/۸۶ لیکن تجھے رعایت ظاہر ضرور ہے = مخ: لیکن میاں

رعایت ظاہر ضرور ہے

۶/۸۶ خوش گوئی = مخ: خوب گوئی

۹/۸۶ چمن میں باندھنے مجھ کو نہ آشیاں دیتا = مخ: آشیاں دیتا...

۹/۸۶ گلوں سے ملنے کی رخصت تو باغباں دیتا = مخ: باغباں دیتا...

۱۵-۱۴/۸۶ فکر عالی او عاصم از خطا است = مط: ذکر عالی او...

۱۷/۸۶ خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں = مخ: ...جو دیکھا میں، نہ تھا...

۱۹/۸۶ معرفت سنجن از شعر عارفانہ = مط: معروف سخن

۲۳/۸۶ مط، مخ: نہیں سر بن سپر یہ یار کی چوٹی و کذا

۲۳/۸۶ بہاز کی چوٹی = مخ: پہار کی چوٹی

۱۰/۸۷ از مقتضات روزگار است = مط: از مقتضات است

۱۱/۸۷ کفر و دیں کو = مط: کفر (و) دین کو

۱۲/۸۷ عشق کیا چشم تر نہیں رکھتا = مط: ...نہیں کہتا

۱۶/۸۷ نیاز و ناز کے جھگڑے میں ساری رات کٹی = مخ: ...رات ٹلی

۱۹/۸۷ برادر خواجہ عاصم = مخ: مہین برادر خواجہ عاصم

۴/۸۸ میر اعظم، اعظم تخلص = مخ: میر عاظم، عاظم تخلص

(دونوں نسخوں میں ع کے باب میں مذکور ہے

۵/۸۸ میر اعظم بعد وفات پدر = میر عاظم...

۹/۸۸ کیا اشکوں نے میرے پا بہ زنجیر = مط: کیا اشکوں نے میرے پائے زنجیر

۱۹/۸۹ زاد گاہش کشمیر است = مخ: زاد گاہش خاک کشمیر است

۲۰/۸۸ مط، مخ: نہ پایا چین سے بسنے میں بھی اک دن آشیانے میں

۱/۸۹ میرزا عسکری خاں = مخ: میرزا عسکر خاں

۷/۸۹ اٹھ جا = مخ: اس جا

۱۶/۸۹ ٹک اس طرف بھی اے بت عیار دیکھنا = مخ، مط: ...بت اغیار دیکھا

۴/۹۰ چوں سر کشند ز خاک = مط: چوں سر کشند خاک

۱۵/۹۰ شمع بزم ہو سرگرم سفر آخر شب = مخ، مط: شمع بزم ہو سرگرم سفر آخر شب

۱۶/۹۱ لیکن اور ہی ربط ہے یا شمع و پرانے کے بیچ = مط: ... شمع پروانے ...

۲۲/۹۱ سو دل گنوا دیا آپ ہی تھا جی بھی ساتھ لگے = مخ: سو دل گوا دیا آپ ہی تھا جی بھی ساتھ لگے

۴/۹۲ نہ ہووے یہ کبھی ہم سے کہ تیری دوستی جاوے = مط: ... کہ میری دوستی ...

۹/۹۲ دل گم ہوا ہے سینے سے = مط: دل گم ہوا سینے سے

۱۲/۹۲ جاتی ہے انھیں باتوں سے سو بار نکالی = مخ: ... اپنی باتوں پر ...

۶/۹۳ دل بغل مانے لے جاتے ہیں سب مکتب کے طفل : (میر حسن) = مط، مخ: ...لیے جاتے ہیں یہ سب ...

۱۰/۹۳ کون پوچھے ہے دل و جاں کو گریاں نہ ہوئے = مخ: ... گریاں نہ ہو

۵/۹۴ میری بغل میں ہی دل پر داغ ہے غریب = تیری: تیری بغل میں ہے دل پر داغ اے غریب

۱۹/۹۴ بکمال جوہر = مخ: بتلاش جوہر

۲۰/۹۴ رو بمشرق = مط: او بمشرق

۱۰/۱۵۹ میں اپنے تئیں آپ ہی رولوں گا قائل مخ: مط
" ۲۰/ نرگس بیمار = مخ: نرگس عیار
" ۲۰/ شوخی و ناز کے سوجی سے = مخ: شوخی و ناز کی شوخی میں
" ۲۲/ وے زمانے ہیں = مخ: وے زمانے ہی گئے
" ۲۳/ ایسے ہی = مط: ایسی ہی
۲/۱۶۰ بھلا کیا ہوگا = مخ: (حاشیہ) کہیں کیا ہوگا
" ۲/ مگر یہی نہ کہ بے اختیار = مط: مگر یہی نہ بے اختیار
" ۳/ جو کچھ کہ بس نہ چلا ہوگا، رو دیا ہوگا = مط:... چلا رو دیا ہوگا
" ۳/ مخ: ہدایت کے میر محفوظ علی ہمدم کا تذکرہ ہے
" ۶/ بفضائل کامل = مخ: بفضائل کاہی
" ۱۰/ آب و رنگ آگ سے = مط: آب و رنگ آب سے
" ۲۲/ دوزخ کا بھی زہرہ آب ہو جاتا = مخ: آتش کا بھی زہرہ...
۲/۱۶۱ ہے زخم مرا کاری اس سینے سے = مط: ہے زخم مرا کاری (اس) سینے سے
" ۴/ مرے ان آنسوؤں نے = مط: مرے (ان) آنسوؤں نے
" ۵/ سزا تیری بے یقیں = مخ: سزا ہے تیری یقیں
۶/۱۶۱ تری آنکھوں کی کیفیت میخانے سے کیا نسبت = مط: ... کیفیت سے میخانے کو...
" ۲۰/ سراسرات ہے = مط: سداشدمات ہے
" ۲۱/ کہا جاتا مسافر = مخ: کہاں جاتا مسافر
" ۲۲/ جوں کہ = مط: جونکے، مخ: جیوں کہ
۳/۱۶۲ جب تلخ ہوئی ہر آن زندگی (گذراں) = مخ: جب تلک
" ۷/ کہ (اسم) مبارکش (مط) = مخ: کہ مبارکش
۹/۱۶۲ متعلق یاد شدہ (مط) = مخ: متعلق شدہ
" ۱۰/ صبا کا اگر = مط: صبا اگر
" ۱۰/ اس طرف یار ہوگا = مط: اس طرف یار ہوگا
" ۱۷/ وعدے پہ وعدے چاند کے ہونے لگے غروب = مخ: وعدے ہی وعدے چاندنی ہی ہونے لگے غروب
۱/۱۶۳ مہدی کا (مہندی کا) ہر بات = مط: مہدی کی ہر بات، مخ: مہدی کا ہر بات
" ۵/ یک رنگ کی (بساط) میں کچھ اور (نہیں) اسمن = مط:... کی نشاط... یہی سمن، مخ:... یہی سمن
" ۵/ جو کہو تو نذر کرے = دونوں نسخوں میں یہی ہے
" ۶/ پنہاں = مط: پنہا
" ۹/ لگے ہے خوب کانوں میں بتاں کے = مط: آنکھوں میں...
" ۱۸/ یک ہزار (و) یکصد (و) نود = مخ: یکہزار یکصد نود
" ۱۸/ در اثنائے سفر کلکتہ با کمال نشست = مط: در اثنائے سفر کلکتہ کہ با کمال نشست
۱/۱۶۴ پیشینیاں = مخ: پیشیناں
۵/۱۶۴ در بلائے من صنف قد اسہدف = مط: در بلائے...
" ۱۲/ اگر در توصیف بعضے شعرا = مط: اگر در توصیف شعرا
۱۴/ الا اعلمنا = مط: الا اعلمنا
" ۱۹/ رہتے ہیں دل میں = مخ: جی
" ۲۱/ گالیاں جو دیں سو دیں = مخ:... جو دی سو دی
" ۲۳/ کس طرح سے کیجیے... = مط: کس طرح کیجیے
۶/۱۶۵ تیری انکھیوں = تری آنکھیوں

۱۶۵/۶ نرگس کے قالب = مخ: نرگش کے قالب

"/۸ پہاڑسا = مخ: بہارسا

"/۸ اک خواب ہوگیا = مخ: یک خواب ہوگا

"/۱۳ کے کے پیچ = مخ: کئی کئی پیچ

"/۱۳ لیے گئے = مخ: لے گئی

"/۱۵ مرے = مخ: میری، کھدانا = مخ: کھودتا

"/۱۶ اتا = مخ: ایتا

"/۱۶ پیویگا تو پیمانہ = مط: پیویگا پیمانہ

"/۱۸ ترے داماں کو = مخ: ترے دامن کو

"/۱۹ آگے آیا ترا کیا ترے = مط: آگے آرے کیا تیرے

"/۲۲ اس نے پوچھا = مط: اسی جو پوچھا

۱۶۶/۱ بود و باش اپنا = مط: بود (و) باش

"/۱ نقشہ بھی = مخ: نقشہ ہی

۱۶۶/۲ اس لبِ مہرباں کا = اس مہرباں کا

"/۲ یاں یہ اضطراب = مط: واں یہ اضطراب

"/۴ رہتا ہے یہ کاروبار = مط: رہتا ہے کاروبار

۱۶۶/۵ تیرا ہی مذکور سدا = تیرے ہی مذکور سدا

"/۸ سر پھرا ہے = مخ: سر بھرا ہے

"/۹ ہمہ عیش بیاد = مخ: بسبی عیش بیاد

"/۱۰ سنگ آیا ایک = مط: سنگ آیا ایک

"/۱۱ دل میں ہر ایک کے سودا ہے = مخ: ہر ایک کو سودا ہے

"/۱۱ تو ہی ہے = مط: تو ہی ہے

"/۱۵ آج یہ نیست ہوا = مط: یہ نیست ہوا

۱۶۷/۱ کیا کہیں ہم تری جدائی اب = مط: کیا کہیں ہم تری جدائی اب

"/۱۷ گریباں چاک رکھتا ہے = مخ: گریباں خاک رکھتا ہے

●●

ضمیمہ ۔۲

- مجیب قریشی، ۲۳۷
- شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی، ۲۴۴

مجیب قریشی

تذکرے کے مؤلف کا اصلی نام امیر الدین احمد۔ ابوالحسن کنیت اور امراللہ عرف ہے۔ الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ اس طرح اُن کا پُورا نام ابوالحسن امیر الدین احمد امراللہ الٰہ آبادی ہے۔ چونکہ انہوں نے ۳ جمادی الآخر ۱۱۹۳ھ کو اپنی عمر تیئس ۲۳ سال بتائی ہے۔ اِس لئے ان کا سنہ ولادت ۱۱۷۰ھ قرار پاتا ہے۔ تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ امراللہ نے اپنے بڑے بھائی خیر الدین احمد سے تعلیم پائی تھی۔ نیز علم حاصل کرنے کے لئے وہ لکھنؤ بھی گئے تھے۔ وہاں کس کے شاگرد ہوئے اور کب تک رہے اس کے متعلق انہوں نے کچھ نہیں لکھا۔ اگرچہ پورے تذکرے میں مؤلف نے یہ نہیں بتایا کہ وہ بھی شاعر تھے یا نہیں لیکن تذکرے کے دیباچے میں ایک فارسی مثنوی نقل ہوئی ہے جس کے مصنف کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اگر مؤلف کے علاوہ کوئی اور اس مثنوی کا مصنف ہوتا تو مؤلف ضرور اس کی وضاحت کرتے۔ اسی مثنوی میں یہ شعر بھی شامل ہے۔

بس حامد ازیں فضول خاموش
دریائے عنایت است در جوش

اِس شعر کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ یہ مولف کی زائیدہ فکر ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو مولف حامد تخلص کرتے تھے۔

اس زمانے کے حالات کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ مولف کو سیر و سیاحت کا شوق تھا یا ذاتی حالات کی وجہ سے انہوں نے اچھا خاصہ سفر کیا تھا۔ تذکرے سے پتہ چلتا ہے کہ لکھنؤ، فرخ آباد، مرشد آباد، کلکتہ، غازی پور، پٹنہ اور بنارس رہے تھے۔ قیاس کہتا ہے کہ کچھ اور مقامات پر بھی رہے ہوں گے جن کا ذکر تذکرے میں نہیں آیا۔

افسوس ہے کہ مولف نے تذکرے میں اپنے حالات اتنے کم لکھے ہیں کہ اُن کے والد اور دوسرے رشتہ داروں کے متعلق ہم کو کوئی اطلاع نہیں ملتی۔ صرف دو بھائی ایک بہن کا پتہ چلتا ہے۔ کرم علی خاں شہید کے ترجمے میں مولف نے اپنے بڑے بھائی صلاح الدین خاں کا ذکر کیا ہے۔ اپنی تعلیم کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے بڑے بھائی ضیاالدین احمد سے تعلیم حاصل کی۔ شاہ غلام قطب الدین مصیب الہ آبادی کے ترجمے سے پتہ چلتا ہے کہ مولف کی بہن مصیب الہ آبادی سے بیاہی ہوئی تھیں۔ اس طرح مصیب کے صاحبزادے شاہ غلام حیدر مولف کے سگے بھانجے تھے۔ پوری کوشش کے باوجود مولف کے سنہ وفات کا علم نہ ہو سکا۔

تذکرہ مسرت افزا مولف کو ابتدائی عمر سے تذکرہ لکھنے کا شوق تھا لیکن اس کام کی ابتدا ۱۱۹۲ھ سے ہوئی جبکہ وہ مرشد آباد میں مقیم تھے۔ مرشد آباد سے متعلق مولف نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ جبکہ وہ مرشد آباد میں تھے تو وہاں ان کو دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ مرزا ابراہیم خاں خلیل بھی اُردو شاعروں کا تذکرہ لکھ رہے ہیں۔ مولف خلیل کے پاس پہنچے۔ تذکرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ جن شعراء کے حالات کا ان کو علم نہیں ہے وہ نقل کر لیں لیکن بقول مولف نجانے خلیل کے دل میں کیا آیا کہ انہوں نے انکار کر دیا کہ "بعد ترتیب پریشاں ساختم"۔ غالباً خلیل کو یہ پسند نہیں تھا کہ شاعروں کے جو حالات انہوں نے لکھے ہیں وہ کسی اور تذکرے میں بھی منقول ہوں۔

کلکتہ کے دورانِ سفر میں ۳ر جمادی الآخری ۱۱۹۳ھ کو یہ تذکرہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور بقول مولف جب وہ ۱۱۹۴ھ میں لکھنؤ میں پہنچے تو اکثر شاعروں کے احوال کا اضافہ کیا۔ مثلاً شاہ عالم آفتاب کے ترجمے میں مولف نے ۱۱۹۴ھ کا ذکر کیا ہے اور کم از کم چار مقامات پر ۱۱۹۵ھ کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً خلیل، میر سوز، میرزا مظہر اور نشتر کے تراجم میں ۱۱۹۵ھ کا ذکر ہے۔ مظہر کے ترجمے میں محرم ۱۱۹۵ھ اور نشتر کے ترجمے میں شعبان ۱۱۹۵ھ کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ مولف نے شعبان ۱۱۹۵ھ

تک اضافے کئے ہیں۔ امکان یہ بھی کہتا ہے کہ یہ اضافے اور ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ بعد تک چلا ہو، اس تذکرے میں اس کی کوئی قطعی شہادت نہیں ملتی

مولف کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ "تذکرہ مسرت افزا" میر تقی میر کے "نکات الشعراء" کا جواب ہے۔ انہوں نے "نکات الشعراء" پر بہت اعتراض کئے ہیں۔ اور میر کے بارے میں لکھا ہے کہ میر نے کلام شعراء میں عجیب نکتہ چینی کی ہے۔ ہر ایک کے ساتھ تحقیر اور بے اعتنائی کے ساتھ پیش آئے ہیں اور ان شعراء کے بے لطف اور ناپسندیدہ اشعار چن چن کر پیش کئے ہیں اور چونکہ میر خود دو سروں کے برے اشعار انتخاب کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے اپنے بھی جو اشعار منتخب کئے ہیں ان میں اکثر بے لطف اور ناپسندیدہ ہیں۔ جبکہ میر کے دیوان میں ان سے بہتر اشعار موجود ہیں۔ مولف میر اور ان کے "نکات الشعراء" سے اتنے ناراض ہیں کہ لکھتے ہیں۔ محمد تقی سید نہیں ہیں بلکہ میر درد کے والد میر ناصر نے میر کے عنفوان جوانی میں ان کی جودت طبع کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ محمد تقی "میر میدان سخنوری" ہوگا۔ میر نے یہ لقب ہی اختیار کر لیا۔ میر پر اس قسم کے اعتراضات کے بعد مولف لکھتے ہیں کہ اس تذکرے کی تالیف کا سبب یہ ہے کہ "میں حاسدان عیب ہیں اور خردہ گیران نکتہ چیں" کے خلاف شاعر کا حال اس طرح لکھنا چاہتا تھا کہ حقیقت سے روگردانی نہ ہو۔

مولف کے پیش نظر اردو شاعروں کے تذکرے تھے۔ جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ "نکات الشعراء" کا تو بار بار ذکر آیا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ احمد وارث متخلص بہ احمدی کے تذکرے کا ذکر ہے۔ مولف نے دو مقامات پر اس تذکرے کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو احمدی کے ترجمے میں لکھا ہے کہ احمدی کے اشعار تذکرہ شیخ احمد وارث سے نقل کئے جاتے ہیں۔ اور دوسرے میر قطب الدین علی خاں شاداں غازی پوری کے ترجمے میں اشعار اس تذکرے سے نقل کئے ہیں۔ وارث کا یہ تذکرہ دست برد زمانہ کی نذر ہو گیا اور اب تک معلوم تذکروں میں "تذکرہ مسرت افزا" واحد تذکرہ ہے جس میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

شورش کے ترجمے میں مولف نے تذکرہ شورش کا ذکر کیا ہے۔ یہاں مولف کے بیان سے اس تذکرے کے متعلق نئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اور چونکہ مولف نے لکھا ہے کہ رفعت اللہ آبادی کے یہاں ان کی شورش سے اکثر ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے مولف کے بیان کو کسی غلط فہمی پر محمول کرنا مناسب نہیں۔

بالکل یہی معاملہ علی ابراہیم خاں خلیل کے تذکرے کا ہے

میر حسن کا تذکرہ "شعرائے اردو" بھی مولف کے زیر مطالعہ تھا۔ تذکرہ "مسرت افزا" میں میر حسن کا ترجمہ اس تذکرے سے نقل کیا گیا ہے، لیکن ان دونوں تذکروں میں محمد حسن کے حالات میں اختلاف ہے جو بظاہر مولف کا سہو ہے۔

مغل علی خاں صفت کے ترجمے میں سید فتح علی حسینی گردیزی کے تذکرہ ریختہ گویاں کا ذکر کیا ہے

میر غلام علی آزاد بلگرامی کے تذکرے "سرو آزاد" سے قزلباش خاں امید کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ لیکن مولف اس معاملے میں بہت محتاط نہیں۔ تذکرہ میر حسن سے میر حسن کے حالات نقل کرنے میں بھی کچھ غلطیاں ہوئی تھیں۔ اس طرح اگرچہ مولف کا بیان ہے کہ انہوں نے قزلباش خاں امید کے حالات "سرو آزاد" سے نقل کئے ہیں لیکن دونوں تذکروں کی عبارت میں خاصا فرق ہے۔

مولف نے سراج الدین علی خاں آرزو کے فارسی شعراء کے تذکرہ "مجمع النفائس" کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ ذکر آرزو کے حالات میں آیا ہے اور شواہد اس حق میں ہیں کہ مولف کی نظر سے یہ تذکرہ یا تو گزرا ہی نہیں اور اگر اس نے اس کا مطالعہ کیا ہے تو بہت سرسری اور اس سے قطعی استفادہ نہیں کیا۔

ان تمام تذکروں کے علاوہ مولف نے کلب علی غیرت کے ترجمے میں لکھا ہے کہ "ایک شعر "سفینہ" میں میری نظر سے گزرا ہے" تصور کے اشعار بھی سفینہ سے نقل کئے ہیں۔ آشنا کے ترجمے میں "سفینہ آشنائی" کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ بیاض بھی جو ضائع ہو چکی ہے۔

ان تذکروں کے بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ مولف "مسرت افزا" نے

۱۲/۹۵ لمنیے = مط: پائیے

۱۳/۹۵ جب ہو شب بجر جانیے جیتے بچے = مط: جانیے جتنی بچے

۱۸/۹۵ شغل یہ صبح وشام ... = مط، مخ: شغل یہ صبح وشام

۵/۹۶ یکصد و پانزدہ = مخ: یکصد و یازدہ

۵/۹۶ سلسلہ نسبش = مط: سلسلہ نسبتش

۶/۹۶ بسیادت می رسد = مخ: بسادات می رسد

۹/۹۶ مقطع غزلش = مط: مطلع غزلش

۱۶/۹۶ در فن بلاغت = مط: در فنع بلاغت

۲۰/۹۶ بے تاب و تواں بے نشیند = مط: بے تاب تواں ...

۱۰/۹۷ ہزل گوے = مط: ہزل گوے

۱۹/۹۷ ازلو لیے کہ = مخ: لولے غریبے کہ

۱۱/۹۸ ڈھبے = مط: دولی

۱۱/۹۸ کشتی الفت = مط: کسی الفت

۱۱/۹۸ کب تئیں = مط: کے تئیں

۱۶/۹۸ نہ جائینگے = مط: نہ بہ جائینگے

۵/۹۹ وطلاقت خوش بیانی = مخ: طلاوت خوش بیانی

۱۳/۹۹ کرام و کراماً کاتبیں = مخ، مط: کرام کاتبیں

۱۶/۹۹ نظر آے = مخ: نظر آئی

۱/۱۰۰ جگر سے = مط: جگر کو

۷/۱۰۰ جب کہیں = مخ: جب کبھی

۱۲/۱۰۰ چشم بچشم سے = مط: چشم بچشم میں

۶/۱۰۱ رہے ہم = مط: رہے تم

۱۰/۱۰۱ یاد ہم کریں گے = مخ، مط: یاد ہم کریں گی

۱۰/۱۰۱ نہ وہ بیٹھا = مخ: نہ وہ بیٹھا، مط: نہ وہ [illegible]

۱۲/۱۰۱ [illegible] تیر آمیز ہے = مط: تیر امیز ہے، مخ: تیر ابیز ہے

۱۵/۱۰۱ نظر آتی = مط: نظر آئی

۱۶/۱۰۱ چاک = مط: خاک

۱۹/۱۰۱ یاں ہر شام = مط: یا ہر شام

۲۱/۱۰۱ آج کی آج سمجھ کل سے خدا جانے دل = مط: آج کی آج کل کی خدا جانے دل

۱/۱۰۲ ہم ہیں دیوانے = مط: ہم دوانے ہیں

۳/۱۰۲ بہار آئی = مط: بہار آیا

۶/۱۰۲ ہے داغ سے = مخ: اس داغ سے

۲۱/۱۰۲ متوطن کجاست = مط: موطن او کجاست

۷/۱۰۳ چھاتی پھٹ گئی = مخ: چھاتی پھاٹی

۱۲/۱۰۳ تو اے ظالم ستانے کو گیا ہے = مط: ستانے کو کیا ہے

۲۲/۱۰۳ وعدے ہی میں کٹے = مط: وعدے ہی تیں کے

۱/۱۰۴ جس سے = مخ: جسے

۱/۱۰۴ کہتے ہمیشہ تھے فرصت = کہتے ہمیشہ نہ فرصت

۱/۱۰۴ کہ کہیں دل نہ لگائیے گا = مط: کہ کہیں دل آپ نہ لگائیے گا

۹/۱۰۴ بقبستان انوار = مط: مغتان انوار

۱۵/۱۰۴ میرے کنے = مط: میرے کے

۲۱/۱۰۴ مئے طلب کرنا ہے گویا (مخ) = مط: مئے طلب کرتا ہے کوئی

۳/۱۰۵ سینے کو = مخ: سینے سے

۶۸-۱۱ شام وسحر = مط: شام سحر

" / ۷ دیکھ کر نبض مری = مط: دیکھ کر مرض مری

" / ۷ ہائے اس مرض کے = مخ، مط: مرض؟

۹/۱۱ آے ہو = مخ: آتے ہو

" / ۱۱ عشق و محبت = مط: عشق (و) محبت

" / ۱۲ اتنی ہے آرزو = مخ: مط: ہیں

" / ۱۵ دوبدو = مط: دوبدہ و

" / ۲۳ نرگس کی طرح سیخ ب (کذا) = مخ: مط: سیخ بہ ہر آن سیم و زر

۳/۱۰۶ اطوار = مط: سحر انوار

" / ۹ گرمی سے = مط: گرتے سے

" / ۹ چلتے = مخ: جلتے

" / ۱۱ مژہ کی نوک = مط: مژی کی نوک

" / ۱۱ تودے میں سری یکبار = مط: تودے میں سر(ی) یکبار

" / ۱۲ نہیں ہے = (میر حسن: نہ پوچھو)

" / ۱۰ سورتا کیا ہے = مخ: گھورتا کیا ہے

" / ۲۰ بے وفا تو اگر = مط: بے وفایوں اگر

" / ۲۲ الفت کے کشتگان = الفت کے کشت کار

۲/۱۰۷ قلی مرا قدم (مط)؟ قلی مرا قدم کو سنبل کر (مخ)
[کذا] (مط) سہل کر/سہل کر (مخ)

" / ۷ نکلتا دیکھا = مط: نکلتے دیکھا

" / ۷ کف افسوس کو = مط: کف افسوس کا

" / ۸ خرابات = مط: خراب

۹/۱۰۷ چلتے گزری = مط: چلتے دیکھا

۱۲/۱۰۷ بیٹھی ہے کس مزے سے = مط: بیٹھی (ہے) کس مزے سے

" / ۱۵ چلتی ہے فرشتوں میں یہ تلوار یہ چلتی ہے یہ تلوار فرشتوں میں

" / ۱۹ کس کی = مخ: کسو کی

" / ۲۲ برائے ہدیہ = مخ: بطریق ہدیہ

۲/۱۰۸ ہلال کو = مخ: ہلال کے

" / ۱۰ فضائل علی خاں کا تخلص بے قید تھا۔ گلزار ابراہیم میں ب میں ذکر کیا ہے۔ میر حسن نے ف کے تحت ذکر کیا ہے۔ ابتدا میں نام کے بعد لکھا ہے: بے قید تخلص، جس کا ذکر صاحب مسرت افزا نے بھی نہ صرف یہ کہ ف کے ذیل میں بیان کیا بلکہ لکھ دیا کہ ان کا تخلص فضائل تھا جبکہ میر حسن نے اپنے بیان کے آخر میں وضاحت کر دی ہے کہ سہواً ان کا بیان نام کے اعتبار سے ف میں آگیا ہے، ورنہ تخلص کی بنا پر اسے ب میں آنا تھا اور تخلص بے قید لکھا ہے۔

" / ۱۱ وپابند زندان محبت (محنت) غم والم = مخ: وپابند محبت (محنت) زندان غم واندوہ

" / ۱۳ محبت آں شیریں = مط: محبت شیریں

" / ۱۵ شکیبائی را در فرط = مط: شکیبائی در فرط

۳/۱۰۹ در آنکہ کند: خود دولے = مط: در زانکہ کند: خود دولے

۷/۱۰۹ گرم گردید = مط: گرم دید

" / ۱۲ آمدن دادہ = مخ: آمدن داد

۱۳/۱۰۹ مسرت افزا میں مثنوی کے کل ۱۶۷ اشعار ہیں، میر حسن

نے ۲۲ اشعار نقل کیے ہیں جن میں سے ۲۱ اشعار مسرت افزا میں موجود ہیں۔ گلزار ابراہیم میں ۱۳ اشعار دیے ہیں جن میں سے تین اشعار مسرت افزا میں پائے جاتے ہیں۔

۱۶/۱۰۹ کا فرمانہ توں = مخ: کام فرماں نہ توں

۴/۱۱۰ بڑا قلب کوٹ = مط: بد املنب کوٹ

" ۶/ [مرحلہ ۲] = مخ، مط: سر ہلا

۳/۱۱۱ بلایا مجھے = مخ: ملایا مجھے

" ۸/ لگا ٹیک = مط: لگا ایک

" ۲۱/ کس کی گلی = مخ: کس کس گلی

۲/۱۱۲ یا جامع الفارقین = مط: میں جامع الفارقین

" ۷/ جو جیتی ہوں میں اپنی قسمت کے ہار = مخ: ... کی دہ ر

" ۹/ کیا کیا ہے کر تلاش = مخ: کیا کیا دے کر تلاش

" ۱۱/ بوجھ کر جی کی بات = مخ، مط: پوچھ کر جی کی بات

" ۱۲/ مرہم اسے کیجیے = مط: [برہم اسے کیجیے] دوسرا مصرع مخطوطہ میں ہے اور مطبوعہ میں اضافہ کیا گیا ہے اصل میں نہیں تھا

۱/۱۱۳ نیک و بد [جو تجھے] کرنا ہو سو... = مخ، مط: نیک و بد کرنا ہو سو... [یہ ق، ح، ب]

۱۰/۱۱۳ پھر امید نہیں = (مخ، ق، ح، ب) = مط: پھر بنیں

" ۵/ ڈوب چلا = مط: ڈوب چکا

" ۶/ قائم آتا ہے رحم = مخ، مط: قائم آتا ہے رحم مجھ کو

" ۸/ اتنی کہتے ہو = مط: اتنی کہیو

" ۱۱/ میں دوانا ہوں = مط: میں دوانا

۱۱/۱۱۲ [صدا ح کا (کلیات)] = مخ، مط: سدا کا

" ۱۲/ پھر منہ نہ کہیں = مخ: پھر منہ نہ کہیں

" ۲۰/ از عوائق چند اتفاق تلاقی = مط: از عوائق چند تلاقی

۱۶/۱۱۴ غم خود = مخ: غم و حسرت خود

" ۲۰/ کون = مخ، کوئی

" ۲۰/ جا سکتا ہے = مط: جان سکتا ہے

" ۲۱/ ہمارے شور سے = مخ: ہمارا سو رش

" ۲۱/ مجنوں کی بھولی = مط: مجنوں کو بھولی

۳/۱۱۵ عشق دختر شمع فروش = مط: عشق شمع فروش

" ۱۰/ ٹوٹے نہ زمانے میں = مط: ٹوٹی ہو لی نہ زمانہ میں

" ۱۰/ ایک = مط: یک

" ۱۰/ سوت کی پولی = مخ، مط: سوت پونی

" ۱۹/ روزینۂ ما = مط: روزینہ با

۵/۱۱۶ شیخ لطف اللہ = مط: شیخ عبد اللہ (میر حسن نے بھی لطف اللہ نام لکھا ہے اور خاک کا شاگرد بتایا ہے)

۴/۱۱۷ میسر کر عشق ہیچ = مط: مر کر عشق ہیچ

" ۶/ رو رو کے بعد موت [کرتا ہوں غم تراشی] = مط، مخ: رو رو کے بعد موت،

۸/۱۱۷ اس کا جہاں میں جو رمحبت شعار ہے = مط: جس کا جہاں میں جو محبت سو لہے۔

۱/۱۱۸ از راستی = مخ: براستی

" ۸/ درد دل کو مرے = مط: درد دل میرے کو

" ۱۱/ اے گریاں = مخ: میں گریاں

۱۵/۱۱۹ داغ جسم را: مخ: داغ چسم را
" ۱۸/ موہبت کردہ: مط: موہب کردہ
" ۲۲/ وآب وگل وے: مط: وآب وگل
" ۲۳/ لآلی آبدار مضامین تازہ: مط: لآلی مضامین آبدار تازہ
۱۱/۱۲۰ ہمارے ہاتھ سے: مخ: ہمارے ساتھ سے
" ۱۳/ کوئی آزردہ کرتا ہے آسمن ایسے کو ہے ظالم مخ مط: کوئی آزردہ کرتا آسمن ایسے کو ہے ظالم
" ۲۱/ یہ سر پاؤں سے تیرے مل رہا ہے: مط: ...مل رہا ہے
" ۲۲/ تجھ کو ایسا: مط: تجھ ایسا
" ۲۲/ بس نہ سکھلاتی: مخ: بس نہ سکھلا
۲۰/۱۲۱ استاذمن: مخ: استادمن
" ۲۰/ مخ مط: شاہ غلام قطب الدین [قطب دین]
" ۲۱/ خستہ دل: مخ: خجستہ دل
" ۲۱/ مخ مط: ہاتف غیب من گفت [بگفت]
" ۲۲/ بہ سمع مبارک آنحضرت [نہ] رسیدہ بود: مخ: مط: بہ سمع مبارک آنحضرت رسیدہ بود
۴/۱۲۳ کسب علوم کردے: مط: کسب علوم کردے
" ۹/ ہمراہ آنحضرت از الہ آباد: مط: ہمراہ آنحضرت [از] الہ آباد
۹/۱۲۳ کہ در آں زمان: مخ: کہ آں زمان
" ۱۱/ استقامت نمودہ: مخ: استقامت فرمودہ
" ۱۲/ اشتغال فرمودہ: مخ: اشتغال نمودہ
" ۱۲/ تیار نمودہ: مخ: تیار کنایندہ
" ۱۹/ بخاک سپردند: مط: سپردند
۲۰/۱۲۳ مقرر نمودہ: مخ: مقرر فرمودہ
۳/۱۲۴ نخواہم نمود: نخواہم کرد
" ۸/ و در دنیا: مط: و در دنہا
" ۱۹/ نستاند بخذف: مط: نشناسد بجزف
" ۲۱/ دبدبۂ اہل کمال: مط: دبدہ اہل کمال
" ۲۲/ نہ فرو نہ شرف: مخ: نہ عزو نہ شرف
۵/۱۲۵ از سر انکار و خلف: مط: از سر انصاف و خلف
" ۶/ گردریں محکمہ: مط: کہ دریں محکمہ
" ۶/ بازنیاید: مط: بازنماید
" ۸/ یک تحفہ ندارم در کف [مخ]: مط: ... زنجف مخ: (بطور نسخہ) زتحف
" ۱۷/ فرط شغف: مط: فرط
" ۱۸/ نہ زنشور و نہ زلف: مط: نہ نشور و نہ زلف
۴/۱۲۶ قبر میں: مط: حشر میں
" ۲۲/ جو کسی طرح گزر جاوے: مط: جو اسی طرح گزر جاوے
۳/۱۲۷ آج ہے: مخ: آج سے
" ۶/ حائل ہوگا: مط: قائل ہوگا
" ۱۷/ آنسو کا مرے قطرہ: مط: آنسو کا مرا قطر
۱۱/۱۲۸ مرا بالے چلو: مط: مرا یار لے چلو
۷/۱۲۹ فیض صحبت: مط: فیض محبت
" ۹/ شدائد قیامت: مخ: ذکر شدائد قیامت
" ۱۵/ نامعقول: مط: پرمعقول
" ۱۹/ طوطی کی اب ریز: مخ: لب ریز

۲۲/۱۲۹ سبزی یہ دیکھ خط کی = مخ: سبزی یہ خط کی دیکھ کے

" ۲۲/ کوئی کبیر سا ہوے = مط: کوئی کثیر سا ہوے

" ۲۳/ سوہی دھنے = مخ: سوہی پتے

۳/۱۳۰ دکھ میں جگ کے میاں = مخ: دیکھے ہیں جگ کے بتاں

" ۸/ پہ ترے جور سے = مط: پر د ترے جور سے

" ۸/ مردم چشم بھی حاضر ہیں = مط: مردم چشم بھی روتے ہیں

" ۱۸/ بزعم حاسداں = مط: بزعم حاسداں

" ۱۹/ درسطر تحریر = مخ: درسطح تحریر

۱۱/۱۳۱ بنائے چرخ سے = مط: بنائے خس سے

" ۱۱/ نالا پگاہ کا = مط: نالاں گاہ گاہ کا

" ۱۷/ لگ چلنے کو = مخ: لکھ چلنے کو

۲/۱۳۲ قسمت یہ دیکھ جا کے = مط: قسمت پہ دیکھ جا کے

" ۸/ شغل میں غم کے پڑے = مط: شغل میں غم کے پڑا

۶/۱۳۳ قدر ہی گھوڑے کی جہاں زر ہی = مخ: قدر گھوڑے کی جہاں رہی

" ۷/ اسپ چوبین ہیں ہی تخت سہی = مخ: اسپ چوبیں میں ہیں تخت شہی

" ۱۹/ مخ، مط: مصرعہ ثانی کٹا

۲۰/۱۳۴ جب بسالی کی لٹی لنگی سوئی = مط: جب بسانے کے لیے لنگی ہوئی

" ۲۱/ دھن رفوگر نے رکھی کشمیر کی = مط: وہیں رفوگر نی رکھی...

" ۲۳/ دوکان سے = مط: دکان سے

۳/۱۳۴ مط: بستی مخ بسنے / بستے؟

۳/۱۳۴ چھوٹتے ہی = مط: چھوٹتے (وے)

" ۵/ مط، مخ: جس طرح سے کرتے ہینگے ڈھیل کو یند مط: بندے

" ۱۶/ کل ہی کی بات ہے = مخ: کھی کی بات ہے

" ۱۸/ واہنیں ہونے کا = مط: واہنیں ہوے گا

" ۱۸/ اس بغیر = مط: تجھ بغیر

" ۲۱/ دہر میں سب عیش کر گئے = مط: دیر میں... کر گئے

۵/۱۳۵ قرار صبر و خواب ہوش = مط: قرار صبر خواب ہوش

" ۶/ ہم اتے جاں بلب ہیں مط: ... اپنے ...

" ۱۰/ چاہا تھا قاصداب (آپ) ہوں = مط: ... یہوں

" ۱۱/ اڑکے میں بھتے جا ملوں = مط: ... آ...

" ۱۸/ چھٹنے کی کیا تدبیر ہے = مط: جینے ...

" ۱۸/ پاؤں (میں) زنجیر ہے (مط) = مط: پاؤں زنجیر ہے

" ۲۰/ دو عاشق = مط: دو عاشق

" ۲۰/ وہ خانماں خراب = مط: وہ خانماں خراب

" ۲۱/ تاب و تب ہجر = مط: تب و تب ہجر

" ۲۳/ یہ جاں کوئی دم میں لب تلک آ = مخ، مط: یہ جا کوئی دم میں

۱۷/۱۳۶ سخنہاے بسیار نمودہ = مط: مجتہاے بسیار نمودہ

" ۱۸/ از خود می برد = مط: از دل خود می برد

" ۲۰/ سو اس کو بھی = مط: تو اس کو بھی

" ۲۰/ مط: نذر ج ؟] مخ: نظر ج ؟]

۶/۱۳۷ روتے ہی رہیے = مط: روتے ہی رہیے

" ۱۳/ خونخوار کی آنکھوں سے = مخ: خونخوار نیز مخ: برحاشیہ تن میں اس پار

۲۳/۱۳۷ دزجریدہ؟ مط = مخ: تو رجرید

۱/۱۳۸ مرا حمدم = مخ: مرا صدم

" / ۷ سرنہ کیا = مط: سر نہ رہا

" / ۸ لائق نہ یہ نالائق تھا = مط: لائق یہ نالائق تھا

" / ۱۳ بجلی ہے یا کڑا چمکتا ہے = مط: بجلی ہے کیا کڑا چمکتا ہے

۸/۱۳۹ اتفاق تلاقی روداده = مخ: اتفاق طاقی روداده مط: اتفاق روداده

" / ۱۰ گشت رام کسے = مط: گفت رام کسے

" / ۱۷ الگ = مخ: خدا (جدا)

" / ۲۰ میری عقل بھولی ہے = مط: میری عقل بھولی (ہے)

" / ۲۴ ترے کان کا بالا = مط: ترے (کان) کا بالا

۳/۱۴۰ سوکدھر کا = مخ: وہ کدھر کا

" / ۹ پنج وشش = مخ: پنج شش

" / ۱۴ عبداللہ خاں ساری (؟) = مخ: عبداللہ خاں ساری (؟)

۵/۱۴۱ تو نک خوسی ہے = مخ: تو یک خوشی ہے

" / ۱۱ باشاہدان معانی = باشاعران معانی

۱۴/۱۴۱ تا دل میں غم رہے = مخ: تا دل میں نم رہے

" / ۱۷ اثر ڈھونڈے (ہے) مط = مخ: ثمر ڈھونڈے ہے

۵/۱۴۲ اپنے ہی سینے = مط: اپنے (ہی) سینے

" / ۷ مال و زر نہیں رکھتا (مخ، مط): پہلے شعر کا قافیہ وفا ہے

" / ۱۵ بہ بہ (وقت) صبح لے جا = مط: بہ بہ صبح بجا ہے مخ: بہ بہ صبح لے جا اور

" / ۱۶ جہ جہ جی میں ہے کسی کے = مخ: جہ جی میں ہے کسی کے

۱۸/۱۴۲ محب اس کے آنے کا = مط: فلک اس کے آنے کا

" / ۲۲ دولت صحبت پدر = مط: ود رمحبت پدر

۱۸/۱۴۳ زہر قاتل = مخ: سم قاتل

۵/۱۴۴ سایۂ دیوار = مط: سایۂ دیدار

۲/۱۴۵ کل تم جو = مط: تم جو

" / ۱۵ جاتے جو ہو بھرے ہوئے = مط: جاتے جو بھرے ہوئے

۹/۱۴۶ بدیہہ گو = مخ: بسیار بدیہہ گو

" / ۱۱ آں قدر بے التفاتی = مخ: آں قسم بے التفاتی

" / ۱۸ ادعائے ازدکار او = مط: ادعا آزکار او

" / ۲۰ گاہ در لکھنؤ = مط: گاہ لکھنو

۸/۱۴۷ ریختہ نیز می گوید = مط: ریختہ گوید

" / ۱۴ جور و جفا = مط: جور (و) جفا

" / ۱۹ شتابل لے خبر = مط: ستا لے بے خبر

" / ۱۹ ہوئے گا (مخ) مط: ہوتا ہے

" / ۱۹ آرام ہوئے گا = مخ: آرام ہوتا ہے

" / ۲۰ بدنام ہوئے گا = مخ: بدنام ہوتا ہے

۱/۱۴۸ جو نقش کہ تھا سو لے تیرے = مط: جو نقش کرتے سو لے تیرے

" / ۸ جس کے اب ہاتھ ہوا = مخ: جس کے اب ساتھ ہوا

" / ۱۲ غزالوں تم تو حاضر تھے = مط: غزالو تم تو حاضر ہو

" / ۱۹ مستند صغار و کبار = مط: ہستند صغار و کبار

۴/۱۴۹ مری آنکھ جھپک جائے = مخ: مری آنکھ جھپک جا

" / ۱۰ کر لیوے کام تجھ سے = مط: کر لیوے کام نخشی

" / ۱۲ لوگ بچھے کہتے ہیں = مط: لوگ مجھے کہتے ہیں

۱۲/۱۴۹ تیری میاں ہے کہ نہیں: مط: تیری میاں ہے ہمیں کہ نہیں

" ۱۳/ کس کی چاہ کے اوپر: مط: کس کی جفا کے اوپر / مخ: کسکی کی چاہ کے اوپر

" ۱۴/ پھرتا ہے کیوں تو گھر گھر: مط: پھرتا ہے تو کہیں گھر گھر

" ۱۷/ مخ، مط: نگاہی فقط ... ناموزوں

" ۲۲/ سوذات علی ہیں: مط: سوذات علی ہیں

" ۲۲/ وسیلہ یاں نہیں رکھتا: مط: وسیلہ یہاں...

" ۲۲/ ندیم و یار ہیں اب نالۂ [و آہ] و فغاں میرے: مخ: مط: ندیم و یار ہیں اب نالۂ و فغاں میرے

۳/۱۵۰ بولا [و سب] طے ہے نہیں آشنا پرست: مخ: بولا وہ ست طے ہے نہیں آشنا پرست، مط: ... جب ...

" ۶/ ہے [یونہی] روز [و] شب روان افسوس: مخ مط: ہے روز و شب روان افسوس

" ۷/ اس جہاں کا لطف: مط: اس جناں کا لطف

" ۱۲/ مست تو ہے تو ہم دوانے / دیوانے ہیں: مط: مست تو ہے تو ہم دیوانے ہیں۔ بعد کے دونوں اشعار کے پیش نظر قیاسی تصحیح:

۱/۱ باسخن دنیا داری: مخ: ہرگز باسخن دنیا داری

۱/۲ کمترین خلائق می داند: مخ: کمترین خلائق می خواند

۱/۶ یک شعر فارسی ... برابر ہزار بیت است: مخ: (حاشیہ پر) از جملہ اشعار فارسی محتقانہ او ایں یک شعر پسند طبع افتاد حقا کہ مضمون پسند است

آخر میں ... ہمراہ رفت: مخ: آستیں آفریں ہمراہ رفت

۱/۱۵۱ دامنش ہرگز گرفت: مخ: آستیں ہر کو گرفت

" ۱۵/ دیکھ تیرے قد کے تئیں [کذا]: مط: دیکھ تیرے قد کے تئیں

" ۱۸/ نیاز وانی دارد: مط: نیاز ذاتی دارد

" ۲۱/ میں نے کہا کہ پیالے: مط: میں نے کہا پیالے

" ۲۳/ نیاز ان کے قدم: مط: ان کے قدم

" ۲۳/ ہر دو نسخے میں محمد قائم کا تخلص نثار لکھا ہے۔ لیکن مطبوعہ نسخے میں اس شعر کا پہلا لفظ نہیں ہے اور "ان کے" سے ابتدا ہوئی ہے۔ اور قلمی نسخے میں "نیاز" سے شعر کی ابتدا ہوتی ہے، حالانکہ "نثار" اس کے سے ابتدا ہونی چاہیے۔ بظاہر یہ کتابت کی غلطی ہے۔ لیکن مؤلف کا جو طرز بیان ہے اس کے پیش نظر یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاعر کا تخلص نیاز ہے۔ اسلیے کہ مؤلف نے شاعر کے تعارف میں جو چند جملے لکھے ہیں ان میں "نثار" کا استعمال نہیں کیا ہے بلکہ "نیاز" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

" ۲۳/ منظور کہنا سلام اپنا: مخ: منظور رکھنا سلام اپنا، دونوں ناموزوں ہیں، غالباً یوں ہوگا: منظور ہے کہنا سلام اپنا

۱/۱۵۲ دوسرا مصرعہ مطبوعہ میں نہیں ہے

" ۴/ مخ، خواجہ محمد اکرم: مط: خواجہ محمد اکرام

" ۶/ مملکت حسن میں: مخ: مملکت عشق میں

" ۸/ صباحن دنوں: مط: سباحن دنوں

" ۱۰/ بر پری رویاں: مط: پر رویاں

" ۱۰/ اکبر آباد: مخ: الہ آباد

۱۵۲/۱۳ وہ نافہ = مخ: وہ ناقہ

"۱۲/۰ بوے شیر = مخ: بوے سیر

"۲۱/ دام سے پرواز کیجیے = مط: دام سے زیادہ کیجیے

"۲۲/ نالاں جو ایک دن = مط: ناداں جو ایک دم

۱۵۳/۹ بالیں .... مری = مخ: بالیں .... مرے

"۱۳/ نکل کھڑے ہوں مرے = مط: نکل کھڑے ہوں [مرے

"۱۷/ قابل و باوقار = مط: قابل و باوفا

"۲۳/ وقت تالیف ... ابراہیم خاں مخطوطہ میں نہیں ہے۔

۱۵۴/۱ خلیل .... بالصواب" مخطوطہ میں نہیں ہے۔

۱۵۴/۵ آج اس دیے سے = مخ: آج اس سیج سے

"۵/ کمر سے دامن = مط: کمر میں دامن

"۱۶/ ترا کمہ = مخ: ترا موہنہ

"۱۸/ منزل السرور = مط: منزل آں سرور

"۲۰/ اتفاق موافقت = مخ: اتفاق الفت

۱۵۵/۲ جس سے کچھ = مخ: جس سے ٹک

" ۱۲/ خبر لیجیو گھر جلتا ہے = مط: خبر لیجیو اگھر) جلتا ہے

۱۵۵/۱۴ درپے ہیں آہ میرے دل داغدار کے = مخ: آہ اس سیے

... ، مط: ... آہ اس سے

"۱۹/ تم جو شب وعدے پر اپنے = مط: ہم جو شب وعدے پر اپنے

"۲۲/ جہاں میں نام نہ لے کوئی آشنائی کا = مط: ... نام لے نہ کوئی

۱۵۶/۱ یہ بت گمراہ = مط: وہ بت گمراہ

"۱۰/ بیگانے کا کیا دوس = مط، مخ: دوسں (متن) دوست (حاشیہ)، مط: دوستی

۱۵۶/۱۴ مسجد و بانگ و نماز = مط: مسجد بانگ و نماز

"۱۵/ نقش قدم کی طرح = مط: نقش قدم کی طبع

"۱۸/ خندہ بخش شمع نت = مخ: خندہ بخش تیغ بت

۱۵۷/۲ در خدمت حضرت = مخ: در خدمت آنحضرت

"۴/ در زبان فارسی و ریختہ = در زبان فارسی و ریختہ

مہارت بنایت دارد، چند مثنوی در زبان فارسی و ریختہ

"۱۱/ لاکھوں لوگوں کے تئیں دیکھا = مط: لاکھوں لوں کس

دیکھا... مخ: لاکھوں لوں کئیں دیکھا...

"۱۲/ ہم تو ہستی میں = مط: ہم ہستی میں

"۲۲/ غنچہ دل کھلے ہیں جب دل پر دد لبر) = مخ، مط:

... دل پر

۱۵۸/۱ منت جلاد کریں = مط: منت صیاد کریں

"۷/ اسی ہستی = (شورش: یہ ہستی، مجموعہ: میں ہستی)

"۸/ مخ: زمیں آسماں تک ہے

"۹/ مواسا (ں) میں کرتا ہوں دل کا عزیزاں = مخ، مط:

مواسا کرتا ہوں...

۱۵۸/۱۰ اے یار دیکھو خبر عارفاں کو = مخ: ... عارفوں کو

" ۱۲/ ولایت تجھ کو ن تجھ بن خریدے = مط: ولایت

مجھ کو تجھ بن خریدے

"۱۸/ مخ، مط: مصرع ثانی ندارد

"۲۲/ ... رکھتی ہے چشم بسے دور = مط: ... کہتی ہے ...

۱۵۹/۱ مصرع ثانی ندارد = جو سراپا جسم (تم)

"۵/ دیکھے مسکراتے = مط: دیکھے مسکرا کے

ان سے پورا پورا استفادہ نہیں کیا مثلاً بے نوا، عطا اور عشاق وغیرہ۔ ذکر میر تقی میر کے "نکات الشعراء" میں ہے لیکن مسرت افزا میں نہیں۔ سید فتح علی حسینی گردیزی کے تذکرہ "ریختہ گویان" میں فضائل بیگ، الہام رحم علی موزوں اور میر یحییٰ عاشق کے تراجم موجود ہیں، جبکہ مسرت افزا میں نہیں۔ اس طرح میر حسن کے تذکرہ شعرائے اردو میں اسد علی اسد، نظر علی آزاد، خواجہ زین العابدین آزاد وغیرہ کا ذکر ہے۔ لیکن تذکرہ "مسرت افزا" میں ان کے تراجم مفقود ہیں۔

"سرو آزاد" جس طرح استفادہ کرنا چاہیئے تھا مولف نے نہیں کیا۔ اور مجمع النفائس کے بارے میں تو بتایا جا چکا ہے کہ وہ غالباً مولف کی نظر سے گزرا ہی نہیں۔ شاکر ناجی کا ترجمہ نکات الشعراء، تذکرہ ریختہ گویان اور تذکرہ شعرائے اردو تینوں میں ہے جبکہ مولف نے لکھا ہے کہ پتہ نہیں شاکر ناجی کون ہیں۔

چونکہ مولف نے اچھا خاصا سفر کیا تھا اور اس زمانے کے ادبی نقطۂ نظر سے بعض اہم شہروں میں اُن کا قیام رہا تھا۔ اس لئے تذکرے کے اکثر شعراء سے ان کی ذاتی ملاقات ہوئی تھی۔ مثلاً مولف نے لکھا ہے کہ رفعت الہ آبادی کے گھر ان کی ملاقات مشورش سے ہوئی تھی۔ جعفر خاں راغب سے ان کی ملاقات عظیم آباد میں ہوئی تھی۔ آسا رام ذوق غازی پوری سے نہ صرف مولف کے ذاتی تعلقات تھے بلکہ مولف نے ذوق غازی پوری کے جو اشعار نقل کئے ہیں وہ ذوق نے یادگار کے طور پر مولف کو لکھ کر دیئے تھے۔

مولف کی لکھنؤ میں مرزا محمد رفیع سودا سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ سودا کے بارے میں وہ لکھتے ہیں جیسا سنا تھا اُس سے زیادہ پایا۔ انہوں نے سودا سے متعلق یہ دلچسپ حکایت بھی بیان کی ہے کہ ایک دن سودا انشاء اللہ خاں انشاء کے والد میر ماشاء اللہ کی ملاقات کو گئے۔ دوران گفتگو میں کسی بات پر بدمزگی ہوگئی۔ سودا کو غصہ آگیا اور انہوں نے فی البدیہہ میر ماشاء اللہ کی ہجو میں چند اشعار کہے جس کا مطلع ہے:

دم میں تولا ہیں دم میں ماشا ہیں۔ میر کیا ہیں عجب تماشا ہیں

قدیم تذکروں میں یہ واقعہ صرف تذکرہ مسرت افزا میں ملتا ہے۔ البتہ جدید کتابوں میں ڈاکٹر خلیق انجم نے مرزا محمد رفیع سودا میں صرف اتنا لکھا ہے کہ:

ایک بار اشرف اللہ خاں کے والد ماشاء اللہ خاں مضطر سے ملنے گئے تھے۔ کچھ بات ناگوار گزری۔ اور سودا نے ان کی ہجو کہہ دی۔ (ص/۲۸۴)

غالباً ڈاکٹر صاحب کی مراد "مسرت افزا" میں منقول اس حکایت سے ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ کلیات سودا کے کسی معتبر کلیات میں میری نظر سے نہیں گزری ہے اور نہ ہی کسی اور تذکرہ نگار نے اس کا ذکر کیا۔ اس طرح مولف نے سودا اور ضاحک کے بارے میں لکھا ہے کہ جب سودا نے ضاحک کی ہجو کہی جس کا پہلا مصرعہ ہے۔

ضاحک کی اہلیہ نے ڈھول اپنے گھر دھایا۔

تو میر حسن نے سودا سے بہت التجا کی کہ اسے شہرت نہ دیں۔ سودا نے میر حسن کی التجا مان لی۔ لیکن ان کی کوششوں کے باوجود اس ہجو کو شہرت حاصل ہو کر رہی۔ مولف میر محمد معصوم کے چھوٹے بھائی میر اعظم، اعظم دہلوی سے مرشد آباد میں ملے تھے۔ ٹھاکر داس ضمیر نے تذکرے کے لئے اپنے اشعار خود نقل کر کے دیئے تھے۔ مرزا ظہور علی ظہور سے مرشد آباد میں رائے بھکاری داس عزیز سے الہ آباد میں، غلام حسین خاں سے بنارس میں اور میر ضیاء سے پٹنہ میں ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اس طرح مولف مرشد آباد میں میر رحمت اللہ سویدا اور پٹنہ میں مرزا محمد علی فدوی سے اور علی نقی کافر دہلوی سے الہ آباد میں ملے تھے۔ اس سب کے باوجود جن شعراء سے مولف کی ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے حالات لکھنے میں بھی انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ حد تو یہ ہے کہ مولف نے اپنے بارے میں کچھ بھی معلومات فراہم نہیں کیں۔ خود مولف کے والد کے نام کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

تذکرہ مسرت افزا کی تالیف سے قبل ان تذکروں کے علاوہ جن کا مولف نے ذکر کیا ہے کم سے کم سات تذکرے اور وجود میں آچکے تھے۔ حمید اورنگ آبادی کا گلشن گفتار، افضل بیگ قاشقال کا تحفۃ الشعراء، قیام الدین قائم کا مخزن نکات، عنایت اللہ فتوت کا ریاض حسینی، لچھمی نرائن شفیق کا چمنستان شعراء۔ قدرت اللہ شوق کا طبقات الشعراء اور بہاؤ الدین حسین خاں عروج کا بہار و خزاں ۱۱۹۲ھ

سے قبل لکھے جا چکے تھے لیکن مولف ان سے واقف نہیں

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ مولف واقعات اور حالات کے بیان کرنے میں بہت زیادہ محتاط نہیں ہیں۔ انہوں نے بہت سے ایسے واقعات نقل کئے ہیں جو مشتبہ ہیں۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی کا شعر کسی اور شاعر سے منسوب کر دیا ہے۔ بہت سے شاعروں کے غلط نام لکھے ہیں۔ لیکن یہ اس عہد کے تمام تذکروں کی خصوصیات ہیں۔

شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی

مولف کے قول کے مطابق اس تذکرہ کا محرک میر کا تذکرہ نکات الشعرا ہے۔ میر نے ہمتوں پہلے دے دی ہے، امراللہ کو یہ بات ناگوار گزری، میر کی سیادت کے بھی وہ قائل نظر نہیں آتے۔ اس تذکرہ میں حضوصیت کے ساتھ الہ آبادی اور عظیم آبادی شعرا کے تفصیلی حالات ملتے ہیں۔ الہ آباد تو خیر مولف کا وطن ہی تھا، عظیم آباد سے بھی اس کو بڑی گہری دلچسپی نظر آتی ہے۔ یہاں کی ادبی مجلسوں میں وہ شریک رہا۔ شعرا کی صحبتیں اسکو میسر رہیں ان سے گہرے روابط کا پتا چلتا ہے۔

تذکرہ حسب دستور زبان فارسی میں حروف تہجی کی بنا پر لکھا گیا ہے اس کا قلمی نسخہ اوکسفورڈ میں ہے جس کا متن آفسٹ کی مدد سے معاصر (پٹنہ) میں بالاقساط چھپا اس میں ۲۵۴ شعرا کا حال ہے، اسٹوری نے اطلاع دی ہے کہ ۲۴۷ شعرا ہیں ایک اور قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں موجود ہے اس میں کوئی ترمیم نہیں مگر دو شاعروں کا اضافہ ہے (۱۵۹ الف و ۲۴۷ الف) اس طرح اب ۲۵۶ شعرا پر مشتمل یہ تذکرہ اردو کے قالب میں پیش کیا جا رہا ہے، شعرا کا کلام اس میں داخل نہیں کیا گیا صرف تعداد اشعار ظاہر کر دی گئی ہے۔

تذکرہ کی عبارت عام دستور کے مطابق رعایت لفظی سے بھری ہوئی ہے، شاعر کے نام اور تخلص کی رعایت ہر جگہ ملحوظ رکھی گئی ہے پھر بھی یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مؤلف نے جادۂ اعتدال سے قدم آگے نہیں بڑھایا ہے۔ اپنی رائے ظاہر کرنے میں اس نے صاف گوئی سے کام لیا ہے۔ کہیں کہیں شاعرانہ نکتے بھی بیان کئے ہیں جن سے اسکی سخن فہمی اور سخن سنجی کا پتا چلتا ہے۔

مولف کا نام امیر الدین احمد اور عرف امر اللہ ہے کنیت ابوالحسن تالیف کے وقت عمر ۲۳ سال کی تھی، اس لئے اندازہ ہے کہ ۱۱۷۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے ہونگے۔ اپنے بڑے بھائی مولوی خیر الدین محمد تخلص بہ حسرت (۴۲) کا تذکرہ بڑے ادب اور محبت سے کرتے ہیں اور ان کی پیدائش کا سال ۱۱۶۵ھ بتایا ہے۔ ایک دوسرے بھائی صلاح الدین خاں کا تذکرہ صنعتاً شاعر ۱۲۳ کے ساتھ کیا ہے۔ شاہ قطب الدین مصیب ۱۹۹ ان کے بہنوئی تھے اور شاہ غلام حیدر بھانجے۔ اپنا تذکرہ بہ حیثیت شاعر داخل تذکرہ نہیں کیا معلوم نہیں رکھتے تھے یا نہیں۔ دیباچہ میں فارسی کے اشعار خود ان کے تصنیف کردہ ہیں

نگار (پاکستان) کے مخصوص شمارہ تذکرہ کا تذکرہ نمبر سالنامہ ۱۹۶۴ء میں تذکرہ مسرت افزا سے متعلق چند باتیں لکھی گئی ہیں چونکہ اطلاعات غلط فہمی پر مبنی ہیں اس لئے ان کی تصحیح ضروری سمجھی گئی۔

(۱) "مولف عظیم آباد میں آباد ہو گئے تھے" عظیم آباد میں ان کا قیام محض عارضی تھا۔

(۲) "طباعت کی نوبت اب تک نہیں آئی" حال آنکہ معاصر (پٹنہ) میں سنہ ۱۹۵۴ء ۵۵ء میں بالاقساط شمارہ ۵ تا ۸ میں اکسفورڈ والے نسخہ کے عکس کی بنا پر قاضی عبدالودود صاحب نے مرتب کر کے شائع کر دیا تھا اور انہیں

اجزا کو پھر کتابی شکل میں بھی مرتب کر دیا گیا تھا۔

(۳) "سنہ ۱۲۰۶ھ تک اس میں اضافے ہوتے رہے" یہ اطلاع کتاب سے ثابت نہیں ہوتی۔

(۴) "کسی اور نسخے کا سراغ اب تک نہ لگا" ایک قلمی نسخہ خدا بخش لائبریری میں موجود ہے۔

یہ تذکرہ اپنی گوناگوں اہمیت کی بنا پر اردو قالب میں ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے امید ہے کہ میری یہ سعی مشکور ہوگی دوسرے تذکروں کی بھی اردو میں تلخیصیں مرتب ہیں انشاء اللہ وہ بھی جلد ہی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوں گی۔

••